ebooks.i360.pk

كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع (مسلم)

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرے

مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت

حصہ چہارم

قرآن، حدیث، تاریخ اور فن رجال کی روشنی میں

تالیف

علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

شائع کردہ

الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ رجسٹرڈ

مکان نمبر ۳-۷-۱-ے- بلاک نمبر ۱- ناظم آباد- کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۲۱۴۴۹

ebooks.i360.pk

نام کتاب ــــــــــــ مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت حصہ چہارم
نام مؤلف ــــــــــــ علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

صفحات ــــــــــــ ۴۴۸

قیمت کتاب ــــــــــــ پچاسی روپے (۸۵/۰)
مطبع ــــــــــــ روحانی ڈائجسٹ پریس۔ ناظم آباد۔ کراچی

ــــــ ناشر ــــــ

الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

مکان نمبر ۳۲۔ ۷۔ اے۔ بلاک نمبر ۱۔ ناظم آباد۔ کراچی ۷۴۶۰۰

فون:- ۶۲۱۴۴۹

سُرخیاں

۶۔ حضرت عمر فاروقؓ سے متعلق روایات

۱۷- وہ ابواب جو علوم حدیث سے متعلق ہیں۔

پیش لفظ

"مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت" کا چوتھا حصہ جو کافی تاخیر سے اشاعت پذیر ہو رہا ہے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس تاخیر کی وجہ دراصل مؤلف کی طویل علالت ہے۔ وقفہ وقفہ سے ان کی علالت نے ان کے اعضاء و جوارح کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اور نقاہت میں ان کے اعصاب کو مضمحل کر دیا ہے۔ گویا یوں سمجھا جائے کہ اب داستانوں کے سلسلہ کی یہ آخری کڑی ہے جو آپ کے زیر مطالعہ ہے۔ موضوعات پر بہت کچھ لکھا جا سکتا تھا۔ اردو زبان میں اس کی بڑی کمی محسوس کی جاتی ہے۔ لیکن اب تک جو کچھ بھی مواد پیش کیا جا چکا ہے وہ یہ سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ ہر رطب و یابس کو حدیث رسول ؐ کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ اس میدان میں بڑی تخریب کاری کی گئی ہے۔ دراصل دوسری اور تیسری صدی ہجری میں روایت سازی کی ایسی وبا چلی کہ اصل اور نقل میں فرق کرنا دشوار ہو گیا۔ کوفہ، بصرہ اور خراسان کے اہم مراکز حدیث سازی کی ٹکسال بن گئے تھے، جہاں منافقین، ملحدین اور سبائی ذہن رکھنے والے افراد نے بڑی ڈھٹائی سے اپنا کاروبار چمکانا شروع کر دیا اور بڑی بےدردی کے ساتھ اپنی مذموم ذہنی اپج سے اس مقدس ورثہ کو داغدار کر دیا۔ اتنی حدیثیں گھڑی گئیں کہ بعض وضاع حدیث تو بستر مرگ پر یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے کہ ہم اللہ کو کیا جواب دیں گے ہم نے اتنی ہزار حدیثیں وضع کر کے ذخیرہ حدیث میں شامل کر دی ہیں کہ اب ہمیں خود بھی یاد نہیں رہا کہ کون کونسی وضعی حدیثیں کن کن مجموعوں میں شامل کر دی ہیں اس کی ایک مثال نوحؒ بن مریم ہیں۔

اوران کے علاوہ اور دوسرے نام بھی گنائے جا سکتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ جلد سازوں نے بھی مجموعۂ احادیث میں اپنی طرف سے بہت سی حدیثوں کا اضافہ کردیا جس کی مؤلفین (ائمہ) حدیث کو خبر تک بھی نہ ہوئی۔ اس لئے کسی بھی حدیث پر آمنا صدقنا کہنے سے پہلے اس کی چھان پھٹک ضروری ہے اور رجال و تاریخ اور فن درایت سے کام لے کر کھرے اور کھوٹے کو علیحدہ کرنا ازبس ضروری ہوجاتا ہے۔ اہل تصوف نے تو عبادات اور ذکر و اذکار کے نام سے روایات سازی کرکے انھیں اپنے تذکروں میں اس لئے شامل کیا ہے کہ اس جھوٹ سے بہت سے بندگان خدا سعادتِ دارین حاصل کریں گے۔ اس وقت انھیں یہ بھی خوف نہیں آیا کہ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس جھوٹ میں ملوث ہوکے قیامت کی جواب دہی سے کس طرح بچ سکیں گے۔

قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ "ما فرطنا فی الکتاب من شیئٍ" یعنی ہم نے اس کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے۔ اور "ونزلنا علیک الکتاب تبیانًا لکل شیئٍ" یعنی ہم نے اس کتاب کو آپؐ پر اُتارا۔ دین کی ہر بات کو واضح طور پر بیان کرنے کے لئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ احکام دین، اوامر و نواہی اور حرام و حلال حتی کہ تبشیر و تنذیر کے لئے بھی کتاب اللہ کی صاف اور صریح آیات ہی کافی ہیں۔ اس لئے حدیثوں کی صحت کا اصل اور قطعی معیار متابعت قرآن مبین ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "تکثر لکم الاحادیث بعادی فما ردی لکم حدیث عنی فاعرضوہ علیٰ کتاب اللہ فما وافقہ فاقبلوہ وما خالفہٗ فردوہ" یعنی میرے بعد حدیثوں کی بڑی کثرت ہوگی جو حدیث میری طرف منسوب کرکے تمھارے سامنے پیش کیجائے تو اس کو کتاب اللہ کے سامنے پیش کرو۔ اگر اس کے موافق ہو تو قبول کرو اور اگر اس کے خلاف ہو تو رد کردو۔

ایمانیات اور اعتقادات، احکام دین و اوامر و نواہی اور حرام و حلال

سے متعلق ہر چیز اللہ تعالےٰ نے قرآن حکیم میں بیان فرمادی ہے۔ قرآن سے باہر دین کا کوئی حکم نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ " انا نحن نزّلنا الذکر و انا لہٗ لحافظون" یعنی ہم ہی نے یہ قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ جبکہ احادیث کے لئے ایسی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مبین کی تشریح و توضیح میں جو کچھ بیان فرمایا وہ حدیث ہے۔ مگر قولی متواتر حدیث کا وجود نہیں ہے البتہ عملی متواتر سنت موجود ہے جو احکام قرآنی کی تشریح کے کام آتی ہیں۔ لیکن چونکہ قولی متواتر احادیث بالکل نہیں پائی جاتیں اس لئے عقائد و نظریات کی بنیاد صرف قرآن کریم ہے، اور اگر خدانخواستہ قرآن کریم ایمان و عقیدے کے مسائل بھی کماحقہٗ پیش نہیں کرسکتا تو پھر وہ کس چیز کے لئے نازل کیا گیا ہے؟

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے صرف قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، اور یہی مدار دین ہے۔ اس سے باہر کے احکام مدار دین نہیں۔ اور حدیثوں کی صحت کا اصلی اور قطعی معیار مطابقت قرآن ہے۔ اور یہ ممکن ہی نہیں کہ قرآن کچھ فرمائے اور حدیث کچھ اور۔ زیادہ واضح طور پر یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جس طرح اللہ کی اطاعت رسولؐ اللہ کی اطاعت ہے اسی طرح قرآن کے مطابق سنت صحیحہ رسولؐ کا اتباع ہی حقیقت میں اتباع سنت ہے۔ ضعیف اور موضوع روایات کا اتباع سنت رسول نہیں ہے۔ وما علینا الا البلاغ

نظام الدین خاں
معتمد عمومی

۱۶ر نومبر ۱۹۹۰ء

نقش ثالث

یہ اس کتاب کی تیسری اشاعت ہے۔ اس میں کچھ تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ پہلی تو یہ کہ کتاب "مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت حصہ سوم" بڑی ضخیم ہوگئی تھی اور اکثر قارئین کا اصرار تھا کہ اس کو دو جلدوں میں شائع کیا جائے لیکن اس کی دو جلدوں میں اشاعت ہماری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ بہرحال کافی غور وخوص کے بعد یہ طے کیا گیا کہ حضرات فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی روایات کو جلد سوم سے نکال کر جلد چہارم میں شامل کر دی جائیں اور دوسرے یہ کہ جلد چہارم کے آخری دو مضامین "المسند الامام احمد" اور "عربی حروف کے لئے نقطوں کی ایجاد" کتاب سے نکال لئے جائیں کیونکہ یہ دونوں مضامین ہماری شائع کردہ کتاب "اعجاز القرآن اور اختلاف قرأت" میں شامل کر لئے گئے ہیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ہے اور اب یہ کتاب ان ہی ترامیم کے ساتھ آپ کے سامنے حاضر ہے۔

مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت کے پیش نظر" لائبریری آف کانگریس، امریکہ" نے ناشر سے چاروں جلدوں کو مائیکروفیچ MICRO - FICHE کرانے کی اجازت حاصل کر لی ہے تاکہ وہ انہیں اپنے ملک کی جامعات، تحقیقی مراکز اور دارالمطالعات کو مہیا کرسکیں۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے ان کے حوالہ ذیل میں دیئے جارہے ہیں۔

انڈکس کارڈ P.U - 86 - 932012

مائیکروفیچ نمبر 86 - 58144

والسلام

نظام الدین خاں

عرضِ مصنف

جب ہم نے مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت کا تیسرا حصہ مکمل کرلیا تو اس کے بعد ہم مستقل بیمار رہنے لگے۔ ناشر نے احباب کو کتاب کے چوتھے حصہ کا بھی گرویدہ بنا لیا تھا۔ لہذا بیماری کے باوجود اگرچہ ہم نے کام کی ابتداء کر دی تھی لیکن وہ اس طرح کہ میز پر کچھ کتابیں رکھ دی گئیں۔ اور پھر ایک عرصہ بعد یہ سوچا گیا کہ میز پر پڑے ہوئے ان کاغذات کو کچھ ترتیب دیا جائے۔ جس کے لئے فیصلہ کیا گیا کہ میز پر جو کچھ رکھا ہوا ہے اول اس میں سے لکھ لیا جائے۔ بعد میں کسی اور کتاب کو دیکھا جائے گا۔ الغرض کچھ کام شروع کر دیا گیا۔

لیکن اب چونکہ ہماری ہمتیں ٹوٹ گئی ہیں۔ ان مضامین پر دیگر کتابوں کے حوالے دینا میرے لئے اب دشوار ہو گیا۔ اور میں نے ابن الجوزی کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہوئے یہ مضامین جناب کی خدمت میں پیش کر دئے ہیں۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ الموضوعات اور اسی قسم کی دیگر کتابیں تمام متقدمین کی لکھی ہوئی ہیں۔ ان میں سے کسی کو منکر حدیث کا خطاب نہیں ملا۔ لیکن اتفاق سے موجودہ دور میں اگر کوئی شخص روایات پر بحث کرتا ہے تو وہ منکر حدیث کہلاتا ہے حالانکہ متقدمین میں کوئی محدث ایسا نہیں گذرا جس نے ان بیہودہ روایات پر کلام نہ کیا ہو۔ کیا یہ سب حضرات منکر حدیث تھے؟ اگر ایسا ہے تو کوئی مصنف حدیث ایسا نہ ہوگا جس نے حدیث پر کوئی بحث نہ کی ہو۔ اور اس لحاظ سے میں ہمیشہ متقدمین کا مرہون منت رہا۔ اور انہی کے اصولوں پر کاربند رہا۔ اللہ تعالٰے ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہاں میں نے اصول حدیث میں ایک ترمیم ہمیشہ پیش نظر رکھی ہے اور وہ یہ کہ راوی شیعہ نہ ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ان سابقین محدثین کو مغالطہ ہوا ہو اس لئے کوئی

اس وقت تک محدثین کے سامنے رافضیوں کی کتابیں نہ آئی ہوں۔لیکن جب شیعوں کی کتابیں اور ان کا عقیدہ ہمارے سامنے آگیا۔اب اس سے ہمارے لئے مفر دشوار تھا۔یہ ہمارا عقیدہ ہے جو ہم آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔کیونکہ کوئی شیعہ تقیہ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لہذا میرا عقیدہ یہ ہے تو میں کسی ایسی روایت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں جس کا راوی کوئی سبائی ہو۔خواہ اس سے بخاری روایت کرے یا مسلم۔کیونکہ میرے نزدیک یہ حضرات بھی انسان تھے اور انسان سے بھول چوک اور غلطی واقع ہوسکتی ہے۔ لہٰذا ان سے بھی غلطیاں واقع ہوسکتی ہیں۔اور ان کی ان تمام روایات کو چھانٹنا پڑے گا کہ ان کے کون کون سے راوی رافضی اور سبائی ہیں۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ میں نے بخاری ومسلم پر اس طرح کبھی ایمان نہیں رکھا کہ ان کی یہ کتب بھی قرآن کے برابر ہیں۔ بلکہ میرے نزدیک ان روایات پر اس طرح نظر ڈالنی ہوگی کہ کس روایت کا راوی رافضی ہے وہ روایت خبر واحد ہے یا نہیں اگر وہ خبر مشہور ہے تو راویوں کے الفاظ میں کیا کیا فرق ہے۔اور یہ ابتدائی دور کے علماء نے اس راوی کو قبول کیا یا نہیں۔الغرض اس پر بحث ہوگی۔ لیکن اگر خبر واحد ہے اور اس کا راوی کوئی رافضی ہے۔خواہ وہ حارث اعور ہو۔یا خالد بن مخلد یا عبدالرزاق بن ہمام یا اور کوئی شیعہ بچہ تو اس کی روایت سے تو گندہ نالہ بھی ناپاک ہوجائے گا۔ اور وہ بخاری ومسلم کے پاک کرنے سے ہرگز پاک نہ ہوگا۔اس لحاظ سے بخاری ومسلم کو ان خبیث راویوں کی روایت سے پاک کرنا ہوگا۔

دیگر قسم کے جو راویوں پر اعتراضات ہیں ان کی حیثیت ایک جداگانہ ہے۔لیکن پہلے بخاری ومسلم کو اس گندہ نالہ سے پاک کرکے نکالنا ہوگا۔

میں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ بخاری ومسلم کی ہر روایت قابل قبول ہے اور نہ کبھی یہ دعویٰ کیا کہ ان حضرات کی ہر روایت قابل رد ہے حاشا وکلا۔میں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا۔لیکن تب بھی بخاری ومسلم کی وہ تمام روایات جن کے راوی سبائی ہوں وہ تو ہرگز بھی قابل قبول نہیں ہوگی۔خواہ اہل علم مجھے

منکر حدیث ہی کہیں۔ یہ تو ان کا فتویٰ ہے۔ اور وہ اپنے فتوی کے خود جواب دہ ہیں۔ اور میں اپنی رائے کا اللہ کے سامنے جواب دہ ہوں۔

ان حضرات کے پروپیگنڈے سے یہ ضرور ہوا کہ لوگوں نے مجھے منکر حدیث سمجھ لیا۔ حالانکہ نہ میں ابتدا میں منکر حدیث تھا اور نہ اب آخر عمر میں منکر حدیث ہوں لیکن ہاں منکر شیعت ضرور ہوں۔ اور صرف سنی سنائی مقتیانہ باتوں پر نہیں۔ بلکہ ان کی کتابوں کا مطالعہ کر کے پھر یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو سنت نبیؐ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ابتدا میں ہمارا ارادہ یہ تھا کہ ہم روایت پر تمام محدثین کے نظریات پیش کریں گے۔ لیکن آخر میں ہماری ہمتیں جواب دے گئیں تو پھر جو کچھ ابتدا میں ابن الجوزی کی کتابوں سے نقل کیا تھا اس پر اکتفا کیا۔ بقیہ دیگر احباب کے مضامین ساتھ میں لگا دئے ہیں۔ لیکن یہ ذہن میں رہے کہ یہ میرے مضامین نہیں۔ اگر چہ مجھے ان سے کافی حد تک اتفاق ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ ان میں ترمیم ہوئی ہو لیکن اب ان روایات کو ملانا میرے بس سے باہر ہے۔ لہذا چند مضامین پیش کر رہا ہوں۔ اب اس کا فیصلہ آپ حضرات کو کرنا ہے۔ والسّلام

حبیب الرحمٰن کاندھلوی

۱۵ اکتوبر ۱۹۹۰ء

حضرت فاطمہؓ سے متعلق روایات

حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے متعلق روایات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب فاطمہؓ تھیں۔

حضرت بریدہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبت فاطمہؓ سے اور مردوں میں سب سے زیادہ محبت علیؓ سے تھی۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس سند کے علاوہ اس کی کوئی سند مروی نہیں۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۵۔ ابراہیم الجوہری کا بیان ہے کہ اس سے مقصود آپ کے اہل بیت تھے۔

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب قرار دیا لیکن ایک ایسی روایت کو جو اس کی عین ضد ہے اسے حسن صحیح قرار دیا۔ لہذا وہ روایت بھی ملاحظہ کریجئے۔

حضرت عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا۔ جب میں واپس آیا تو میں نے سوال کیا یا رسول اللہ آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے۔ فرمایا عائشہؓ۔ میں نے عرض کیا کہ مردوں کے معاملہ میں پوچھ رہا ہوں۔ فرمایا اس کا باپ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۰۱

ترمذی نے پہلی روایت کو غریب اور اسے صحیح قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ابراہیم بن سعید الجوہری کو اس تاویل کی ضرورت پیش آئی کہ یہاں سوال سے مراد صرف اہل بیت ہیں حالانکہ یہ ایک زبردستی کی تاویل ہے ورنہ الفاظ تو عام ہیں بلکہ اس تاویل کے ذریعہ اہل سنت کو بیہوشی کا ایک زہریلا انجکشن بھی لگا دیا گیا کہ اہل بیت تو یہ چہار تن علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ و حسینؓ ہیں۔ ازواج مطہرات نہیں۔

حالانکہ سب سے بہتر تاویل تو یہ ہے کہ عمرو بن عاصؓ کی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور روایت بریدہؓ میں حضرت بریدہؓ نے اپنا تخیل ظاہر فرمایا ہے اور فرمان رسول کے مقابلہ

میں ایک صحابی کے تخیل کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے ؟ بشرطیکہ ان کی جانب اس کی نسبت صحیح ہو۔ لیکن ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ حضرت بریدہ رض کی جانب اس کی نسبت قطعاً درست نہیں۔ اس لئے کہ بریدہ رض جب حضرت علی رض کے ساتھ یمن سے واپس تشریف لائے تھے اور حج سے واپسی کے وقت خم غدیر میں انھوں نے حضرت علی رض کی شکایت کی تھی تو صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا۔

ھل تبغض علیاً۔ قال نعم کیا تو علی سے بغض رکھتا ہے۔ انھوں نے کہا جی ہاں

گویا حجۃ الوداع کے خاتمہ تک تو انھیں حضرت علی رض کی اس خوبی کا علم نہ تھا بلکہ بریدہ رض ان سے بغض رکھتے تھے۔ اچانک انھیں اس خوبی کا کیسے احساس ہوا جس کا دس سال تک بھی احساس نہ ہو سکا تھا۔ ہمارے نزدیک حضرت بریدہ رض کی جانب اس روایت کی نسبت ہی جھوٹ ہے اور یہ جھوٹ جعفر بن الاحمر کا وضع کردہ ہے۔

جعفر بن زیاد الاحمر الکوفی حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں سچا ہے لیکن شیعہ ہے۔ تقریب ص ۵۵

امام احمد کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہے۔ یحیٰ بن معین نے اس کی حدیث کا انکار کیا۔ ابو داؤد کہتے ہیں سچا تو ہے لیکن شیعہ ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ راہِ حق سے ہٹا ہوا ہے۔

جعفر کے پوتے حسین بن علی بن جعفر کا بیان ہے کہ میرا دادا خراسان کے شیعوں کا سردار تھا۔ ابو جعفر یعنی باقر نے اسے خط لکھا جس کے بعد یہ شیعوں کو لے کر سابور پہنچا اور اعلان بغاوت کیا! منصور نے اس کے خلاف لشکر کشی کی جس کے نتیجہ میں یہ شکست سے دوچار ہوا۔ اور ایک مدت دراز تک قید خانہ میں بند رہا۔ ۱۶۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۳۰۲

عبداللہ بن عطار جعفر نے یہ روایت عبداللہ بن عطار سے نقل کی ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔ یہ عبداللہ بن عطا محمد بن اسحاق کا استاد ہے۔ یحیٰ بن معین کا بیان ہے۔ یہ کچھ نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۴۶۲

امام نسائی لکھتے ہیں یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۶۱

اس تمام تفسیر سے یہ امر ظاہر ہو کر سامنے آگیا کہ یہ روایت خالص سبائی فیکٹری کی تیار کردہ ہے سبائیوں نے اس کی تائید میں ایک اور بھی روایت وضع کی ہے جو جمیع بن عمیر التیمی سے مروی ہے۔ ذرا اس کا بھی جائزہ لے لیں۔

جمیع بن عمیر التیمی کا بیان ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہؓ کے پاس گیا میں نے ان سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا۔ انھوں نے فرمایا فاطمہؓ میں نے سوال کیا کہ مردوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا۔ فرمایا ان کے خاوند (علیؓ) میں تو یہ جانتی ہوں کہ علیؓ بہت قیام کرنے والے اور بہت روزہ رکھنے والے تھے۔ ترمذی کہتے ہیں یہ روایت حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ ص۲۲۵

اوّل تو اس کے جواب کے لئے حدیث بالا جو حضرت عمرو بن العاص سے مروی ہے کافی ہے لیکن اس کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت بھی شامل کر لی جائے جو عبداللہ بن شقیق نے نقل کی ہے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

عبداللہ بن شقیق کا بیان ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا۔ فرمایا ابوبکرؓ۔ میں نے عرض کیا ان کے بعد فرمایا عمرؓ میں نے عرض کیا ان کے بعد فرمایا ابوعبیدہؓ میں نے پھر سوال کیا تو ام المؤمنین نے سکوت اختیار کیا۔ ترمذی ج ۲ ص۲۲۴ ترمذی کے علاوہ یہ روایت مسلم میں بھی مروی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عبداللہ بن شقیق کا بیان تو یہ ہے کہ ام المؤمنین نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ابوبکرؓ تھے پھر عمرؓ اور جمیع نے ام المؤمنین سے یہ نقل کیا ہے کہ سب سے محبوب فاطمہؓ تھیں پھر حضرت علیؓ۔ ان دونوں میں سے کس کا قول قابل قبول ہے اور کس کا قابل رد۔

عبداللہ بن شقیق تمام محدثین کے نزدیک سچے ہیں۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں وہ بہترین مسلمانوں میں سے ہیں۔ ان کی روایت کو کیسے رد کیا جا سکتا ہے لیکن جہاں تک جمیع بن عمیر کا تعلق ہے تو اس کا

حال بہت ہی بدتر ہے۔

جمیع بن عمیر التیمی بخاری کہتے ہیں اس نے حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ سے احادیث سنی ہیں لیکن اس پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں رافضی ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ابن نمیر کا بیان ہے کہ وہ سب سے زیادہ جھوٹا انسان تھا کہا کرتا تھا کہ کرکی نامی پرندہ فضا میں بچے جنتا ہے اور اس کے بچے زمین پر گرنے نہیں پاتے (پرندے بچے نہیں جنتے انڈے دیتے ہیں) ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنھیں کوئی اور روایت نہیں کرتا۔ صرف ترمذی تنہا واحد محدث ہیں، جنھوں نے اس کی روایات کو حسن قرار دیا۔ میزان ج ۱ صـ ۴۲۲

اس کا ایک اور راوی حسین بن یزید الطحان الکوفی ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں ثقہ ہے لیکن ابو حاتم کہتے ہیں کمزور ہے۔ میزان ج ۲ صـ ۵۵

اس کی سند میں تیسرا راوی ابوالجحاف ہے جس کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔ احمد اور یحیٰی کہتے ہیں ثقہ ہے۔ ابو حاتم بھی اسے ثقہ قرار دیتے ہیں لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ میرے نزدیک قابل حجت نہیں یہ شیعہ ہے اور اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل میں ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں کسی شیعہ کی روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اور جمیع بن عمیر وضاع الحدیث اور کذاب ہے۔

جب حضرت فاطمہؓ رخصت کی گئیں تو جبرائیلؑ و میکائیلؑ ان کے دائیں اور بائیں چل رہے تھے

ابن عباسؓ سے نقل کیا جاتا ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ رخصت کی گئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آگے آگے چل رہے تھے۔ جبرائیلؑ ان کے داہنی جانب چل رہے تھے۔ میکائیلؑ بائیں جانب چل رہے تھے اور ان کے پیچھے ستر ہزار فرشتے تھے جو اللہ تعالٰی کی تسبیح و تقدیس کر رہے تھے اور وہ یہ تسبیح و تقدیس صبح صادق تک کرتے رہے۔ اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ ج ۱ صـ ۳۹۹ میزان ج ۱ صـ ۳۶۱

ابن جوزیؒ لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے کیونکہ عبدالرزاقؒ کا بھانجا کذاب ہے اور توبۃؒ بن علوان شعبہؒ اور اہل عراق کی جانب ایسی فرضی روایات منسوب کرتا ہے جو انھوں نے کبھی بیان نہیں کیں۔ ذہبیؒ میزان میں لکھتے ہیں یہ روایت کھلا جھوٹ ہے اور عبدالرحمانؒ کے حال میں لکھتے ہیں۔ اس نے حضرت فاطمہؓ کے ذکر میں ایک موضوع حدیث روایت کی ہے۔ اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ ج ۱ صـ ۳۹۹

انکیؒ کہتے ہیں توبۃؒ بن علوان متروک ہے۔ میزان ج ۱ صـ ۳۶۱

ذہبیؒ عبدالرحمانؒ بن محمد کے حال میں لکھتے ہیں۔ اس نے حضرت فاطمہؓ کی فضیلت میں توبۃؒ بن علوان سے ایک جھوٹی حدیث روایت کی ہے۔ میزان ج ۲ صـ ۵۸۶

گویا بلحاظ سند اس کے دو راوی کذاب ہیں اور اگر اس کے راوی ثقہ ہوتے تب بھی یہ روایت خلاف عقل ہوتی۔ اس لئے کہ :-

۱۔ حضرت عبداللہؓ بن عباس کو فرشتوں کی آمد کا کیسے علم ہوا ؟

۲۔ جب حضرت فاطمہؓ کی شادی ہوئی تو ابن عباسؓ اس وقت صرف پانچ سال کے بچے تھے اور اس وقت وہ مکہ میں تھے۔

۳۔ بفرض محال اگر مدینہ ہی میں تھے تو انھوں نے جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کو ان ناموں کے ساتھ کیسے شناخت کیا۔ کیا وہ پہلے سے ان کو جانتے تھے۔

۴۔ فرشتوں کی تسبیح وتقدیس کیا بہ آواز بلند تھی کہ وہ سن سکتے ؟

۵۔ اگر بہ آواز بلند تھی تو دوسروں کو بھی سننا چاہیئے تھا، جب کہ ایسا ہوا نہیں۔

۶۔ اتنی بڑی تعداد میں فرشتوں کا شمار کر لینا اور صحیح تعداد کا معلوم کر لینا کیا معجزہ نہ کہلائے گا ؟

حضرت فاطمہؓ کے چاہنے والوں پر آگ حرام ہے

خطیبؒ بغدادی نے اپنی تاریخ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ فاطمہؓ کا نام فاطمہؓ اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرنے والوں کو آگ سے محفوظ رکھے گا۔

ج ۱ صـ ۴۰۰

خطیب کہتے ہیں۔ یہ روایت محمد بن ذکریا الغلابی کی وضع کردہ ہے۔

غلابی یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو جعفر، نام محمد بن ذکریا ہے۔ ایک مورخ ہے۔ ذہبی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن مندہ کا بیان ہے کہ محدثین کو اس پر اعتراض ہے۔ دار قطنی لکھتے ہیں یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں۔ اس نے زین العابدین کی فضیلت میں بھی ایک روایت وضع کی ہے۔ میزان ج ص ۵۵

بشر بن ابراہیم اس غلابی نے یہ کہانی ابن عمیر کے واسطہ سے بشر بن ابراہیم الانصاری سے نقل کی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ امام اوزاعی کے نام سے جھوٹی احادیث وضع کرتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں۔ میرے نزدیک روایات وضع کیا کرتا تھا۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ روایات وضع کر کے انھیں ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے۔ میزان ج ص ۳۲۱

محمد بن اسحاق الاہوازی اس روایت میں صرف یہی دو کذاب نہیں بلکہ ایک اور کذاب بھی موجود ہے۔ اس کا نام محمد بن اسحاق بن ابراہیم الاہوازی ہے۔ ابو بکر بن عبداللہ الشیرازی کا بیان ہے کہ اس محمد بن اسحاق الاہوازی نے خود وضع حدیث کا اقرار کیا ہے۔ میزان ج ص ۲۶۸

اس طرح اس روایت کی سند میں پے در پے تین کذاب جمع ہیں اور مزید عیوب اسکے علاوہ ہیں۔

ابن عدی نے تقریباً اسی مضمون کی ایک اور روایت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کی ہے جس کا لب لباب یہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فاطمہؓ نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی۔ اللہ نے اس کے عوض فاطمہؓ اور اس کی اولاد کے لیے جہنم حرام کر دی ہے۔ اللالی ج ص ۴۰

گویا روئے زمین پر روز اول سے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ کسی عورت نے اپنی عصمت کی حفاظت نہ کی تھی اور چونکہ یہ ایک بے مثال کارنامہ ظہور پذیر ہوا تھا لہذا انھیں اس کا یہ اجر حاصل ہوا۔ اس طرح اس کہانی کو وضع کرنے والے نے دنیا جہاں کی تمام عورتوں پر الزام لگایا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ اور اپنی پیشاب گاہوں کی حفاظت کرنیوالے

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًاؕ

مرد اور عورتیں۔ اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد و عورت۔ ان کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

گویا تمام مسلمان مرد و عورت اس صفت سے متصف تھے اور سبھی کو اس صفت سے متصف ہونا چاہیئے اور بقول حضرت ہندؓ والدہ امیر معاویہؓ کوئی شریف عورت یہ کام نہیں کیا کرتی جس کا منطقی نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ ہر شریف عورت پاکدامن ہوتی ہے بلکہ قبل از اسلام بھی ایسا ہی ہوتا رہا اور جو عورتیں بدکاری میں مبتلا ہوئیں وہ سب غیر شریف عورتیں تھیں۔ اور ہر پاکدامن عورت کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا وعدہ فرمایا اور اس روایت کی رو سے اس کی اولاد کے لئے بھی آگ حرام ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہر پاک دامن عورت اور اس کی اولاد جنت میں جائے گی۔

غور طلب امر یہ ہے حضرت فاطمہؓ کی کیا خصوصیت ہے یا دوسرے الفاظ میں یہ روایت کن تخیلات کے تحت وضع کی گئی ہے تو ہماری نظر میں اس کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں۔

۱۔ سبائیوں نے جب قرآن میں حضرت مریم کی پاکدامنی کی صفت اور تعریف پڑھی تو ان کا حاسدانہ ذہن یہ گوارا نہ کر سکا کہ قرآن ان کی تعریف میں تو رطب اللسان ہو اور حضرت فاطمہؓ جنھیں یہ سیدۃ النساء کا خود ساختہ خطاب دیں تو قرآن و سنت اور تاریخ ان کی پاکدامنی کے ذکر سے خالی ہو۔ لہٰذا یہ داستانیں وضع کی گئیں۔ اور یہ نہ سوچا کہ حضرت مریمؑ پر تو ایک گروہ نے اتہام بازی کی تھی اور ان کے یہاں حکم الٰہی سے بغیر باپ کے بچہ پیدا ہوا تھا۔ اس لئے ان کی پاکدامنی کا ذکر کیا گیا اور حضرت فاطمہؓ کے ساتھ یہ صورتیں پیش نہیں آئیں۔ اس لئے ان کی اس خوبی کے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔

۲۔ دراصل یہ تبرا ہے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ پر کہ قرآن میں ان کی پاکدامنی نازل ہونے کے باوجود یہ طبقہ ان کے بارے میں وہی تصور اپنائے ہوئے ہے جو ان کے روحانی آباؤ اجداد یہودیوں نے حضرت مریمؑ کے بارے میں قائم کیا تھا۔

عمرو بن غیاث ۔ ابن عدیؒ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس روایت

کو عمرو بن غیاث کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور اسے دار قطنی نے ضعیف بلکہ شیعوں کا شیخ بیان کیا ہے۔

ایک ادعائی یہ ہے کہ عمرو بن غیاث کبھی تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسے عاصم نے زر بن حبیش سے روایت کیا ہے اور انھوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے۔ اور کبھی درمیان سے عبداللہ بن مسعودؓ کا نام گرا کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ زر نے یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔ حالانکہ زر صحابی نہیں۔

ابن حبانؒ کا بیان ہے کہ عمرو بن غیاث عاصم کی جانب جھوٹی باتیں منسوب کرتا ہے۔ اگر عاصم نے کوئی ایسی بات کہی بھی ہوگی تو اس وقت کہی ہوگی جب بڑھاپے میں ان کا دماغ مختل ہوگیا تھا اور اگر بالغرض ہم اس روایت کو درست بھی مان لیں تو محمد بن علی بن موسیٰ الرضا کا بیان ہے کہ ذریت فاطمہؓ سے صرف حسن اور حسین مراد ہیں۔ انکی قیامت تک نسل مراد نہیں۔ اللآلی ج ص ۴۰۲/۱

محمد بن عقبۃ السدوسی کا بیان ہے کہ عمرو بن غیاث کے علاوہ کوئی شخص یہ روایت بیان نہیں کرتا۔

امام حاکمؒ نے "مستدرک" میں یہ روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے لیکن امام ذہبی نے ان کی گرفت کی اور فرمایا عمرو بن غیاث بہت واہی ہے اور اس سے معاویہ بن ہشام کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور وہ بھی ضعف سے خالی نہیں۔ اللآلی ج ص ۴۰۱/۱

دار قطنی لکھتے ہیں عمرو بن غیاث ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۳۲ ابوحاتم اور بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ تاریخ کبیر بخاری ج ص ۱۸۵/۳۔ الجرح والتعدیل ج ص ۲۴۸/۳ میزان الاعتدال ج ص ۲۱۹/۳۔

سیوطی لکھتے ہیں کہ بن شاہین اور ابن عساکر نے دعویٰ کیا ہے کہ عمرو بن غیث کے علاوہ اسے تلید نے بھی روایت کیا ہے اور تلید کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں لیکن سیوطی خود لکھتے ہیں یہ تلید را ہے۔ اللآلی ج ص ۴۰۲/۱

تلید بن سلیمان۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ تلید بن سلیمان الکوفی

اول درجہ کا کذاب ہے۔ یہ حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ ایک روز اپنے کوٹھے پر چڑھا حضرت عثمانؓ کو گالیاں دے رہا تھا۔ اتفاق سے حضرت عثمانؓ کے کسی غلام کے لڑکے کا ادھر سے گذر ہوا اس نے اس کی ٹانگوں پر تیر مارا۔ یہ زخمی ہو کر چھت سے گرا اور اس کے دونوں ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے۔

ابو داؤد کا بیان ہے کہ یہ رافضی ہے۔ خبیث ہے۔ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ نسائی کہتے ہیں۔ ضعیف ہے۔ ج ۱ ص ۳۰۸

بھی ابن شاہین اور ابن عساکر نے اس روایت کے ثبوت کے لئے ایک ایسے شخص کی روایت پیش کی ہے جو اس سے بھی زیادہ خبیث تھا۔

سیوطی نے دعویٰ کیا ہے کہ اس روایت کا ایک اور بھی شاہد موجود ہے اور وہ کہ حفص بن عمر الابلی نے عبد الملک بن ولید بن معدان اور سلام بن سلیمان القاری کے ذریعہ تمام سے نقل کیا ہے اور وہ زر سے روایت کرتے ہیں اور وہ حذیفہ بن الیمان سے۔

حفص بن عمر الابلی ۔ جہاں تک حفص بن عمر الابلی کا تعلق ہے تو ابن عدی کہتے ہیں۔ یہ شخص جتنی بھی روایات بیان کرتا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں ہوتیں یا وہ روایات منکر ہوتی ہیں۔ یا ان کی سندات منکر ہوتی ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ شخص پکا جھوٹا ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ بڑے بڑے ائمہ کی جانب جھوٹی روایات منسوب کرتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۶۱

حفص نے یہ کہانی سلام بن سلیمان اور عبد الملک بن الولید سے نقل کی ہے اور یہ دونوں عاصم سے۔

سلام بن سلیمان بن سوار ۔ یہ شخص مدائن کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو العباس ہے قبیلہ بنو ثقیف سے تعلق رکھتا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ میزان۔ ج ۲ ص ۱۷۸

دار قطنی لکھتے ہیں۔ سلام بن سلیمان المدائنی متروک ہے۔ اسے ابن سلیمان اور ابن سالم الطویل بھی کہا جاتا ہے۔ الضعفاء والمتروکین ص ۱۰

عبدالملک بن ولید بن معدان ۔ بخاری کہتے ہیں۔ اس پر اعتراض ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن حبانؒ کا بیان ہے کہ یہ سندات تبدیل کر دیتا ہے۔ اس کی روایت دلیل میں پیش کرنا حلال نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۶۶۶

سیوطی نے یہ تمام حوالے اور سندات بیان کر کے اول تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اس کی متعدد سندات موجود ہیں اور اس آخری سند پر کوئی کلام نہیں کیا۔ تاکہ قارئین یہ سمجھیں کہ یہ سند صحیح ہے۔ اسی لیے میزان کے حوالے سے ہم نے اس پر جرح کی ہے۔

سیوطی نے صرف اس پہ اکتفا نہیں کیا بلکہ اس روایت کی صحت پر مہر ثبت کرنے کیلئے ایک اور روایت ابن عباسؓ کی پیش کی اور اس کے بارے میں بھی سکوت اختیار کیا اور اس طرح تشیع کی ان رام کہانیوں کو صحت کی سند عطا کی گئی۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالےٰ تجھے اور تیرے بیٹے کو عذاب نہ دے گا۔ اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ ج ۱ ص ۴۱۲

حالانکہ سابقہ روایات سے تو یہ ثابت ہوتا تھا کہ حضرت فاطمہؓ ان کی تمام اولاد اور تمام چاہنے والوں پر آگ حرام ہے اور اس روایت میں صرف حضرت فاطمہؓ اور انکے ایک لڑکے کیلئے آگ حرام کی گئی۔ ان ہر دو امور میں زمین و آسمان کا فرق ہے تو اس روایت ابن عباسؓ سے پہلی بات کیسے ثابت ہو گی۔

پھر کسی مخالف سے مخالف نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ عیاذاً باللہ حضرت فاطمہؓ جہنم میں جائیں گی کیونکہ ہم تو تمام صحابہ کے بارے میں جنتی ہونے کے مدعی ہیں کجا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے بارے میں کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن ہاں اتنی ضرور عرض ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ ان میں سے صرف فاطمہؓ کے لیے یہ بات فرمائی اور بقیہ تینوں کے ذکر سے خاموشی اختیار کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ اس کے پس پردہ اس طبقہ کا ہاتھ کارفرما ہے جو صرف آپؐ کی ایک صاحبزادی کے وجود کا قائل ہے۔ اسی لئے دیگر صاحبزادیوں کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ اگر ان کا ذکر کیا جاتا تو سبائیوں کو ان کی اولاد کو بھی تسلیم کرنا پڑتا۔ اور ان کی اولاد تسلیم کرنے کا مطلب

یہ ہے کہ نواسے اور نواسیوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ اور اس اضافہ کو اگر تسلیم کرلیا جائے پنج تن کا فارمولا باطل ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا آسان اور سہل طریقہ یہ ہے کہ ان کے ذکر کو ہی بھلا دیا جائے۔

ھمیں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ عربی میں لفظ ولد ایک بیٹے کے لئے آتا ہے جس سے یہ صاف واضح ہو رہا ہے کہ اس گروہ کے نزدیک نجات کا اہل صرف ایک ہی بیٹا ہے۔ دوسرا بیٹا یعنی حضرت حسنؓ وہ تو مذل وجوہ المؤمنین یعنی مومنوں کے چہروں کو ذلیل کرنیوالا ہے۔ اسی نے تو اس مجوسی برادری کے چہرے پر سیاہی ملی ہے۔ اسی لئے اس کی اولاد حق امامت سے محروم ہوئی اور چونکہ انھوں نے امیر معاویہؓ سے صلح کر کے یہودی اور مجوسی سازش پر پانی پھیرا ہے تو وہ جہنم کے عذاب سے کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ رہ گیا صاحبزادی امّ کلثوم کا مسئلہ تو وہ حضرت عمرؓ کے نکاح میں جانے اور ان کی اولاد کی ماں بننے کی قصوروار ہیں اور رہ گئیں زینبؓ تو انھوں نے آخری زندگی میں ایک ایسا کارنامہ انجام دیا جس نے سب کئے کرائے پر پانی پھیر دیا یعنی شہادت حضرت حسینؓ کے بعد دمشق پہنچے پر اپنے داماد یزید کے پاس رہنا پسند کیا۔ اسی لئے اولاد کے بجائے ولد کا لفظ لایا گیا تاکہ ان تمام جھنجٹوں سے نجات مل جائے۔

سبائیوں کا جو بھی مسلک ہو اور جس نظریہ کے تحت بھی یہ روایت وضع کی گئی ہو۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ ہمیں تو اس کا افسوس ہے کہ طبرانی جیسے محدث اس قسم کی روایات نقل کریں اور سیوطی جیسے لوگ اس قسم کی خرافات کی وکالت فرمائیں۔ شیعوں کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ انھوں نے اپنی وکالت کے لئے خصوصاً صوفیوں کو آگے کر دیا ہے۔ اب ہر درس گاہ اور ہر مسجد سے ہر وقت شیعہ وکالت کا گانا گایا جا رہا ہے۔

اب اس روایت کی سندی حیثیت پر بھی غور کر لیا جائے تاکہ یہ راز بھی طشت ازبام ہو جائے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

طبرانی نے ابن عباسؓ سے یہ روایت چھ راویوں کے واسطے سے نقل کی ہے یعنی عکرمہ مولیٰ ابن عباس، عبدالرحمٰن بن الفضیل، صیفی بن ربعی، اسماعیل بن موسیٰ بن عثمان الانصاری، محمد بن مرزوق اور احمد بن ابراہیم الابزاری جو طبرانی کے اس روایت میں استاد ہیں۔

عکرمہ مولی ابن عباس ۔ یہ ایک ایسی ذات شریف ہیں جن کے تذکرہ سے رجال کی تمام کتابیں معمور ہیں۔ ایک بہت بڑا گروہ اسے ثقہ بلکہ امام التفسیر سمجھتا ہے۔ اور ہر آیت کی تفسیر میں اس کا قول پیش کیا جاتا ہے۔ جبکہ امام مالک المتوفی ۱۷۹ھ محمد بن سیرین المتوفی ۱۱۰ھ سعید بن المسیب المتوفی ۱۰۲ھ ابن عون، حماد بن زید اور عبداللہ بن عباسؓ کے صاحبزادے علی نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔

اس پر تو تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ خارجی بن گیا تھا اور مسلمانوں کو واجب القتل سمجھتا تھا اور خارجیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علیؓ ان کی اولاد، امیر معاویہؓ اور انہیں مسلمان ماننے والے سب کافر ہیں۔ اس لحاظ سے یہ روایت عکرمہ ہرگز بیان نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ اس کے عقیدے کی رو سے حسین بن علیؓ ہمیشہ کے عذاب کے مستحق ہیں۔ اب دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ یا تو کسی نے یہ روایت وضع کر کے عکرمہ کی جانب منسوب کی یا اس نے صرف حضرت فاطمہؓ کا ذکر کیا ہو گا اور بعد میں عاشقانِ حسین نے اس میں اضافے کر لئے ہوں گے۔

عبدالرحمٰن بن الغسیل ۔ عکرمہ سے یہ داستان نقل کرنے والا عبدالرحمان بن الغسیل ہے۔ اس کا پورا نسب نامہ اس طرح ہے۔ عبدالرحمان بن سلیمان بن عبداللہ بن حنظلۃ الانصاری۔ یہ ابن غسیل کی کنیت سے مشہور ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ یہ سچا آدمی ہے لیکن اس میں کچھ کمزوری پائی جاتی ہے ۱۶۳ھ میں ایک سو چھ ۱۰۶ سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔ تقریب التہذیب ص ۲۰۳

اسماعیل بن ابی الوراق کا قول ہے کہ اس کی عمر ایک سو ساٹھ سال ہوئی لیکن حافظ ذہبی لکھتے ہیں یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اگر اس کی اتنی عمر ہوتی تو یہ حضرت عمرؓ اور بہت سے دیگر صحابہ کا زمانہ پاتا اور ان سے روایت کرتا۔ حالانکہ اس نے صحابہ میں سے صرف سہل بن سعدؓ کو دیکھا ہے۔ ابو زرعہ اور دارقطنی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں اس میں کوئی خاص برائی نہیں لیکن نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کا انتقال ۱۷۱ھ میں ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۵۶۸

اس لحاظ سے یہ اسماعیل غیر ثقہ تو نہیں لیکن مشکوک ضرور ہے۔

صیفی بن ربعی ۔ عبدالرحمان بن غسیل سے یہ روایت نقل کرنے والا صیفی بن ربعی ہے۔ امام

بخاری، امام نسائی، ابن عدی اور حافظ ذہبی نے اس کا کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ یعنی یہ کوئی معروف شخص نہیں۔ حافظ ابن حجر نے تقریب میں صرف اتنا لکھا ہے۔ اس کی کنیت ابوہشام ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے اس سے صرف ترمذی نے روایت لی ہے۔ اگرچہ سچا ہے لیکن وہم ہوتا تھا۔ تقریب صفحہ ۱۵۴

حافظ ابن حجر یہ جملہ اتنی کثرت سے استعمال کرتے ہیں کہ ہمیں یہ اشتباہ پیدا ہونے لگا کہ کہیں حافظ صاحب کو تو وہم نہیں ہو رہا ہے۔ ہم نے حافظ صاحب کے اس قسم کے جملوں کو جب تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے پس پردہ کوئی شیعہ ہے اور چونکہ صحاح ستہ میں سے کسی کتاب کا راوی ہے لہٰذا اس کے تشیع کو وہم کے پردے میں چھپایا جا رہا ہے۔ یہ ہمارا اپنا ایک ذاتی تخیل ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ بھی ہمارا وہم ہو۔

اسمٰعیل بن موسیٰ۔ ضیغمی سے یہ روایت نقل کرنے والا اسمٰعیل بن موسیٰ بن عثمان الانصاری ہے۔ بخاری، نسائی اور ابن حجر وغیرہ نے اس کا تذکرہ تک بھی نہیں کیا لیکن ذہبی لکھتے ہیں یہ مجہول ہے میزان ج ۱ صفحہ ۲۵۲

محمد بن مرزوق۔ اسمٰعیل سے یہ کہانی نقل کرنے والا محمد بن مرزوق ہے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔ بخاری اور نسائی نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں سچا ہے لیکن اسے وہم ہوتا ہے۔ تقریب صفحہ ۳۱۷

لیکن ابن عدی اور ذہبی نے لکھا ہے اس کا نام محمد بن محمد بن مرزوق الباہلی ہے۔ خطیب نے اسے ثقہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی ایک روایت منکر ہے اور ابن عدی کہتے ہیں یہ کمزور ہے اور اس کی دو روایات منکر ہیں۔ میزان ج ۴ صفحہ ۲۶

احمد بن ماہہرام۔ اس کا آخری راوی احمد بن ماہہرام ہے جو طبرانی کا شیخ ہے۔ مجھے تا حال اس کا اتا پتہ معلوم نہیں ہو سکا۔ اس لحاظ سے اس روایت میں دو مجہول اور بقیہ روات قابل اعتماد نہیں بلکہ پہلا راوی ایسا ہے جو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو کافر سمجھتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ روایت ان لوگوں نے وضع کی ہے جو مجہول ہیں اور جن کے بارے میں یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کس کھیت کی مولی تھے

اے فاطمہ میں نے تیرا نکاح دنیا کے سردار سے کیا ہے

حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جب فاطمہؓ شب عروس منا چکیں تو انہوں نے ایک کڑک سنی (یہ ترجمہ ہمارا بیان کردہ ہے ورنہ روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ انھیں ایک کڑک پہنچی یعنی تنہا انھوں نے سُنی اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا، اے فاطمہؓ میںؐ نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا جو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں نیک لوگوں میں سے ہوگا۔

اے فاطمہؓ میںؐ نے جب تجھے علیؓ کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرئیلؑ جو تھے آسمان میں کھڑے ہوئے پھر علیؓ سے تیرا نکاح کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جنتوں کے درختوں کو حکم دیا انھوں نے زیورات اور حلّے پہنے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا۔ انھوں نے وہ زیورات حلّے فرشتوں پر نثار کئے۔

پس جس نے بھی اُس روز کچھ حاصل کر لیا۔ اس نے اپنے دوسرے ساتھی سے زیادہ حاصل کیا۔ جس پر قیامت تک اُس کا ساتھی اس پر فخر کریگا۔ میزان ج ۴ صـ۸۳

ہمیں اس پر حیرت ہے کہ اس کڑک کی آواز فاطمہؓ کے علاوہ کسی نے جب نہیں سُنی تھی اور اس کا علم بجز فاطمہؓ کے کسی کو نہ ہوا تھا تو عبداللہؓ بن مسعود کو کیسے خبر ہو گئی۔

مخلد بن عمرو الحمصی الکلاعی اس کا راوی مخلّد بن عمرو الحمصی ہے۔ اس نے یہ روایت عبیداللہ بن موسیٰ العبسی سے نقل کی ہے۔ جو غالی شیعہ ہے اور عبیداللہ نے اسے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے یہ مخلد ناقابل قبول ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا اصل نام مخلّد نہیں جیسا کہ ابن حبان نے لکھا ہے۔ اس کا نام خالد بن عمرو ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ خالد ثقہ نہیں۔ بخاری کا بیان ہے۔ یہ منکر الحدیث ہے صالح جزرہ کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا تھا ابوزرعہ نے اس کی روایات باہر اٹھا کر پھینک

دیں۔ عقیلی کا بیان ہے کہ سفیان ثوری کی جتنی روایات یہ نقل کرتا ہے سب بے حقیقت ہوتی ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ امام لیث سے جتنی روایات نقل کرتا ہے۔ سب منکر ہوتی ہیں۔ بلکہ اس نے خود وضع کی ہیں۔ میزان ج ۱ صہ ۶۳۶۔ امام بخاری لکھتے ہیں کہ اس خالد بن عمرو کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ۔ نسائی لکھتے ہیں کہ یہ خالد بن عمرو الاموی ثقہ نہیں ہے۔ یہ عبد العزیز بن ابان کا چچازاد بھائی ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صہ ۳۶ دارقطنی لکھتے ہیں یہ کوفہ کا باشندہ ہے اور سعید بن العاص بن سعید بن العاص کی اولاد سے ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی صہ ۵۸

عبید اللہ بن موسیٰ العبسی

یہ عبید اللہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ بخاری کا شیخ ہے ۔ فی الذات تو ثقہ ہے۔ لیکن ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے

ابو حاتم رازی اور یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابو حاتم یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ابو نعیم اس سے زیادہ محتاط ہے۔ اور عبید اللہ اسرائیل کے معاملہ میں سب سے زیادہ ثابت ہے ۔

احمد بن عبد اللہ العجلی کا بیان ہے کہ یہ قرآن کا عالم تھا بلکہ علم قرآن میں سردار مانا جاتا تھا۔ اسے کبھی سر اُٹھائے دیکھا اور نہ ہنستے ہوئے دیکھا ۔

ابو داؤد کا بیان ہے کہ یہ ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے ۔

میمونی نے امام احمد سے نقل کیا ہے۔ کہ عبید اللہ احادیث میں خلط ملط کرتا۔ بہت بُری احادیث روایت کرتا۔ یہ بلائیں اسی کی نازل کردہ ہیں ۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا۔ لیکن میں نے اس کے سامنے احادیث پیش نہیں کیں ۔

ایک محدث نے امام احمد بن حنبل سے اس سے روایت لینے کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے اس سے منع فرما دیا۔ ۲۱۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت جبرئیلؑ نے پڑھا تھا

راوی نے عبداللہؓ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے۔ اے فاطمہؓ جب میں نے تجھے علیؓ کو دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو حکم دیا۔ انہوں نے فرشتوں کی صفیں قائم کیں۔ پھر ان کے روبرو خطبہ دیا اور علیؓ سے تیرا نکاح کیا۔ میزان ج ا ص ۶۴۳

خالد بن عمرو الحمصی:- اس کا راوی خالد بن عمرو الحمصی ہے۔ جس کی کنیت ابوالاخیل ہے۔ جعفر الفریابی کا قول ہے کہ وہ کذاب ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ایک واہی انسان ہے۔ یہ روایت اسی کی وضع کردہ ہے۔

عبیداللہ بن موسی العبسی:- خالد نے یہ روایت عبیداللہ بن موسی سے نقل کی ہے۔ یہ عبیداللہ بخاری کے استاد ہیں۔ تمام کتب ستہ میں ان کی روایات موجود ہیں۔ اگرچہ اکثر محدثین کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ ثقہ ہے لیکن ابوداؤد کہتے ہیں یہ ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں یہ احادیث میں خلط ملط کرتا۔ اور بہت بری قسم کی روایات بیان کرتا ہے۔ اور یہ تشیع والی روایات اسی کی پیدا کردہ ہیں۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا لیکن میں نے اس سے حدیث سننا پسند نہیں کیا۔ ایک شخص نے دریافت کیا۔ کیا یہ

اس سے حدیث سنوں، امام احمد نے اسے منع فرما دیا۔

ذہبی لکھتے ہیں اگرچہ ثقہ ہے لیکن شیعہ ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۳۶

ایسے بدترین قسم کے شیعہ سے یہ توقع رکھنا کہ وہ حضرت علیؓ اور ان کے گھر والوں کے سلسلہ میں کوئی صحیح بات کہہ سکتا ہے۔ یہ تقریباً ناممکن ہے اور جبکہ بقول امام احمد یہ تمام خرافات اسی کی وضع کردہ ہیں۔

گمان غالب یہ ہے کہ یہ روایت عبید اللہ بن موسیٰ اور خالد بن عمرو میں سے کسی ایک نے وضع کی ہے۔ کیونکہ اوپر کے بقیہ راوی کم از کم جھوٹ کے الزام سے پاک ہیں۔

روایت کے الفاظ یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو حضرت فاطمہؓ سے کسی وقت نکاح کے بعد غیروں کی عدم موجودگی میں اندرون خانہ بیان فرمایا ہوگا۔ ایسی صورت میں نبی کریمؐ اور فاطمہؓ کے درمیان عبد اللہ بن مسعودؓ کی موجودگی کیونکر ممکن ہو سکتی ہے۔ اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔

قیامت کے روز حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں میں خون آلود کپڑے ہوں گے

حاکم نے علی بن موسیٰ الرضا سے نقل کیا ہے! وہ اپنے باپ دادا کے واسطہ سے یعنی ائمہ کے ذریعہ حضرت علیؓ بن عبد مناف سے ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

" قیامت کے روز جب میری بیٹی کا حشر ہوگا تو اس کے ہاتھوں میں خون آلود کپڑے ہوں گے، وہ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ پکڑ کر لٹک جائے گی اور کہے گی۔ اے عدل کرنے والے میرے اور میرے بیٹے کے قاتل کے درمیان فیصلہ کر تو رب کعبہ کی قسم وہ میری بیٹی کے حق میں فیصلہ کرے گا۔"

سیوطی لکھتے ہیں ابن جوزی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ کیونکہ علی بن موسی الرضا سے ابن بسطام اور ابن مہدی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔

علی بن احمد بن مہدی:۔ صاحب میزان (ذہبی) نے ابن مہدی کے حال میں لکھا ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ اللآلی

ذہبی نے ابن بسطام کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ لیکن انہوں نے علی بن موسی الرضا پر بھی کلام کیا ہے۔ جس کا سیوطی نے ذکر تک نہیں کیا اور علی بن احمد بن مہدی کے متعلق ذہبی لکھتے ہیں کہ دارقطنی کا قول ہے یہ وضاع الحدیث ہے اور اس نے روایات کا ایک نسخہ وضع کر کے اسے علی بن موسی الرضا کی جانب منسوب کیا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۰۲

علی بن موسی الرضا:۔ ذہبی لکھتے ہیں ابن طاہر کا بیان ہے کہ یہ اپنے باپ دادا کے نام سے عجیب عجیب روایات بیان کرتا رہتا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ دراصل ان کے نام سے مختلف اشخاص نے مختلف نسخے وضع کر کے ان کی جانب منسوب کئے ہیں جن میں سے ایک نسخہ ابو الصلت الہروی، ایک نسخہ علی بن احمد بن مہدی القاضی۔ ایک ابو احمد عامر بن سلیمان الطائی اور ایک داؤد بن سلیمان القزوینی کا ہے۔ الخ علی بن موسی کی وفات ۲۰۳ھ میں ہوئی۔

دارقطنی نے ابن حبان سے نقل کیا ہے کہ اس علی الرضا سے عجیب عجیب روایات نقل کی جاتی ہیں۔ یہ روایات میں غلطیاں کرتا اور اسے وہم ہوتا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۰۸

ملا علی قاری نے جزری سے نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن الاشعث سے موسی بن اسماعیل اور علی رضا بن موسی بن جعفر کی روایات لکھیں جو انہوں نے اپنے باپ دادا سے نقل کی تھیں۔ اس نے مجھے ایک نسخہ دکھایا جس میں تقریباً ایک ہزار روایات

موسیٰ بن اسماعیل نے اپنے باپ دادا سے نقل کی تھیں اور سب منکر تھیں۔

دارقطنیؒ کا بیان ہے کہ یہ کتاب جو علویات کہلاتی تھی اللہ کے عذابوں میں سے ایک عذاب ہے۔ عسقلانی کہتے ہیں اس کتاب کا نام السنن رکھا ہے۔ اس میں سب روایات ایک سند سے مروی ہیں۔ اسی طرح ایک نسخہ علی الرضا کے نام سے ہے جو انہوں نے اپنے باپ دادا کے نام سے نقل کیا ہے۔ اور یہ سب موضوع ہے۔ اس کتاب میں ابو سعید کے واسطے حضرت علی کو کچھ وصیتیں مروی ہیں۔ جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو (معاذ اً باللہ) بیوی سے ہم بستری کے طریقے تعلیم دیئے ہیں۔ (یہ کوک شاستر علی رضا کی جانب منسوب ہے) موضوعات کبیر ص۱۵۰

موسیٰ کاظم:- جہاں تک موسیٰ کاظم کا تعلق ہے تو ابن ابی حاتم ابو حاتم رازی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن عقیلی کہتے ہیں ان کی جانب جتنی روایات منسوب ہیں وہ سب ابو الصلت الہری کی وضع کردہ ہیں۔ اس میں موسیٰ کا کوئی قصور نہیں۔ سنہ ۱۸۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ نہایت عابد اور متقی شخص تھے۔ ان سے بہت کم احادیث مروی ہیں۔ میزان ج ۴ ص۲۰۱

جہاں تک ان کے والد جعفر بن محمد کا تعلق ہے تو ان کا حال اور جگہ بیان کیا جا چکا ہے۔

ہمارے نزدیک یہ داستان وضع کرنے والا علی بن احمد بن مہدی القاضی ہے جس نے علی رضا کے نام سے پوری ایک کتاب تیار کی ہے۔

جہاں تک قتل حسینؓ کا تعلق ہے تو روز حشر حضرت فاطمہؓ کو عرش کے پایہ پکڑنے کی کوئی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ وہاں ہر قاتل و مقتول کا حساب ضرور ہو کر رہے گا۔ بلکہ ان لوگوں سے بھی حساب لیا جائے گا جنہوں نے حضرت حسینؓ کو سنہرے خواب دکھا کر مکہ سے بلایا تھا۔ اور پھر جن لوگوں نے انہیں نینوا لے جا کر قتل کیا اور دوسروں کو ملزم ثابت کرنے کے لئے کربلا کی داستانیں وضع کیں اور اس طرح غم حسینؓ کے پردے میں غم رستم اور کربلا کے پردے میں غم قادسیہ منایا گیا۔ اور اس طور پر عربوں سے اپنا پرانا کینہ نکالا گیا۔

حضرت فاطمہؓ کی تکفین و تدفین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ نہایت مغموم رہتیں۔ اور یہ چند ماہ انہوں نے نہایت صبر و سکون کے ساتھ پورے کئے، حقیقت یہ ہے کہ اس اٹھائیس انتیس سال کے عرصہ میں جتنے غم حضرت فاطمہؓ پر نازل ہوئے۔ شاید ہی اتنے غم کسی اور عورت پر نازل ہوئے ہوں۔

بچپن میں بھائیوں کی محبت سے محروم ہوئیں۔ جوانی میں قدم رکھا تو ماں کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ والد کو بعثت النبوت جو تکالیف پہنچائی گئیں وہ جُدا گانہ۔ گھر بار اور وطن چھوڑ کر مدینہ آئیں شادی ہوئی تو زندگی فقر و فاقہ میں بسر ہوئی۔ بہنیں بھی آنکھوں دیکھے رخصت ہو گئیں، لے دے کے ایک باپ کا سہارا تھا۔ جب بھی غم برداشت سے باہر ہوتے تو باپ کے پاس پہنچ کر دل کا غبار نکال لیتیں۔ اب وہ سایہ بھی سر سے اُٹھ چکا تھا۔ اور خود ان کے بقول وہ اس منزل سے دوچار تھیں

صبت علی مصائب لو انہا ۔ صبت علی الایام صرن لیالیا

مجھ پر مصائب کچھ اس طرح بہائے گئے کہ اگر وہ دن پر بہا دیئے جاتے تو وہ رات میں تبدیل ہو جاتے۔

یہ چند ماہ کی زندگی کوئی زندگی تھی، غم پیتے پیتے خود سراپا مریض بن گئیں۔ گویا وہ تو جانے کے لئے تیار بیٹھی تھیں صرف طلبی کا انتظار تھا۔ کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہ تھا۔ بچے کمسن تھے۔ حضرت علیؓ کہاں تک دیکھ بھال کرتے۔ وہ اس معاملہ میں خود سہارے کے محتاج تھے۔ یہ سہارا انہیں خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مہیا کیا۔ آپؓ کی زوجۂ محترمہ اسماءؓ بنت

عیس تشریف لاتیں اور اُن کی تیمارداری فرماتیں۔

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ بخاری و مسلم اور بیہقی وغیرہ میں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں "کہ فاطمہؓ نے ابوبکرؓ کو چھوڑ دیا اور وفات تک اس سلسلہ میں کوئی بات نہیں کی۔ پھر علیؓ نے انہیں راتوں رات دفن کر دیا۔ اور ابوبکرؓ کو اطلاع تک نہ دی۔"

یہ عبارت پڑھنے کے بعد ذہن میں جو تصور پیدا ہوتا ہے وہ کچھ اس قسم کا پیدا ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے مرتے دم تک حضرت ابوبکرؓ سے کوئی بات نہیں کی۔ اور ناراضگی کا عالم یہ تھا کہ حضرت علیؓ نے انہیں راتوں رات دفن کر دیا اور ابوبکرؓ کو مطلع تک نہیں کیا۔

آگے چل کر اسی روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے انتقال تک ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی۔ اور چھ ماہ بعد تلوار کے خوف سے بیعت کر لی۔ کچھ اسی قسم کا تاثر ہمارے اردو مؤرخین پیش کیا کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اسی بنیاد پر جماعت اسلامی تو برملا کہتی ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی حزب اختلاف حضرت علیؓ کی صورت میں وجود میں آئی۔ گویا خلافت راشدہ کے دور میں مدینہ میں انگلستان سے درآمد شدہ پارلیمانی نظام رائج تھا۔ اور اس کا سہرا حضرت علیؓ کے سر ہے۔ جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت اس لئے عمل میں آئی کہ حزب اختلاف اور حزب اقتدار میں ٹکراؤ شروع ہو گیا تھا اور اس ٹکراؤ میں حزب اختلاف کامیاب ہوئی۔ اور اس انقلاب کے لیڈر حضرت علیؓ تھے۔ گویا موجودہ دور کے نوزائیدہ خارجی جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ عیاذاً باللہ قاتل عثمانؓ ہیں۔ وہی دعویٰ حسین الفاظ میں جماعت اسلامی کرتی ہے۔ بعینہٖ یہی الفاظ آج سے تین سال پیشتر سنی کونسل کے اجلاس میں صلاح الدین صاحب نے فرمائے تھے جو اُس وقت جسارت کے ایڈیٹر تھے۔ کہ جب اُس حزب اختلاف کے خلاف حزب اقتدار نے حزب اختلاف کا روپ دھار لیا تو وہ ملوکیت کی بانی بن گئی۔ کیا خوب فلسفہ ہے۔ آپ چاہیں تو اس فلسفہ کو پیپلز پارٹی کے آئینہ میں ملاحظہ فرما لیں۔

یہ تو ضمناً بات زبان پر آ گئی۔ رہا یہ مسئلہ کہ حضرت علیؓ نے کب بیعت کی۔ اس موضوع

پھر ہم کسی اور وقت گفتگو کریں گے۔ اِس وقت تو ہمارے سامنے حضرت فاطمہؓ کا مسئلہ ہے۔

ہم بھی بخاری کی روایت کے پیشِ نظر ایک زمانہ تک برسرِ عام اس کا پرچار کرتے رہے اور یہ سوچ کر کہتے رہے کہ ام المومنین عائشہؓ کوئی غلط بات نہیں فرما سکتیں اس لئے یقیناً کچھ ایسا ہی وقوعہ پیش آیا ہوگا۔ لہٰذا ہم پر ایک زمانہ تک خارجیت کا اثر رہا۔ شیعیت و رافضیت کا کیڑا کسی وقت ہمارے ذہن میں نہیں کلبلایا۔ اس کیڑے سے تو ہم ہمیشہ محفوظ رہے۔ ہاں خارجیت نے کچھ اثر ہم پر بھی ڈالا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے ہمیں بچا لیا۔ لہٰذا ہم اللہ سے مغفرت کے خواستگار ہیں۔

جب ہمارے سامنے دیگر روایات آئیں تو ہمارے ذہن نے انہیں اس لئے قبول نہیں کیا کہ بخاری کے مقابلہ میں ان روایات کی کیا حیثیت ہے؟ لیکن جب بخاری کی روایت کو اس نقطہ نگاہ سے دوبارہ دیکھا تو اس جملہ پر آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔

قال فهجرته فاطمة فلم	راوی کہتا ہے کہ فاطمہؓ نے انہیں چھوڑ دیا اور پھر
تكلم في ذلك حتى ماتت	تا وفات اس سلسلہ میں کوئی کلام نہیں کیا حتیٰ کہ انکی
فدفنها علي ليلا ولم يؤذن	موت واقع ہو گئی۔ علیؓ نے انہیں راتوں رات دفن
بها ابا بكر۔	کیا اور ابوبکرؓ کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی۔

اس عبارت کا پہلا لفظ قَالَ اس کا کھلا ثبوت تھا کہ یہ الفاظ ام المومنین کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ ان کے الفاظ ہوتے تو قَالَ کی بجائے قَالَتْ ہوتا۔ یہ تو بعد کے کسی راوی نے اپنی جانب سے الفاظ بڑھائے ہیں۔ اصطلاحِ حدیث میں روایت میں الفاظ بڑھانے کو اِدْرَاج بولتے ہیں۔ اور وہ الفاظ جو راوی اپنی جانب سے حدیث میں داخل کرتا ہے انہیں مُدْرَج کہتے ہیں۔ یہ الفاظ تو واضح طور پر مدرج ہیں۔ امام نووی نے شرح مسلم میں ان الفاظ پہ بحث کرتے ہوئے قاضی عیاض کا قول نقل فرمایا ہے۔

واکثر ما جاء انہ من کلام الزہری	اس میں جو اکثر امور ہیں وہ زہری کا کلام ہیں

گویا یہ زہری کا اپنا ایک تخیل تھا جو اس نے روایت بیان کرتے ہوئے پیش کر دیا۔ یہ غنیمت سمجھئے کہ لفظ "قال" نے ساری پول کھول دی۔ ہمارے ذہن نے خارجیت کی جو عمارت تعمیر کی تھی وہ دھڑام سے زمین پر آگئی۔ کیونکہ زہری کی رائے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ لہٰذا بخاری کی اس روایت کو اس معاملہ میں سند نہیں بنایا جا سکتا۔ اور دیگر روایات اور شواہد کو دیکھنا ہوگا کہ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

فرقہ سبائیہ کے ارشادات

شیخ محمد بن حسن طوسی نے اپنی کتاب "الامالی" میں تحریر کیا ہے۔

کہ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کی تیمار داری کرتے۔ اور پھر انہوں نے اس کام کے لئے اسماءؓ بنت عمیس کو متعین فرمایا جو وفات تک یہ خدمات انجام دیتی رہیں۔

و تعینه على ذلك اسماء بنت عميس رحمها الله على استمرار بذلك۔	اور اس کام پر اسماء بنت عمیس رحمہا اللہ کو مامور کیا جو مستقل یہ خدمات انجام دیتی رہیں۔
الامالی ج ۱ ص ۱۰۷	

غور کیجئے اور سوچئے کہ یہ تیمار داری چند منٹ کی نہیں بلکہ متواتر اور لگاتار رہے۔ اور یہ صورت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک اسماءؓ اپنے خاوند ابوبکرؓ سے اس کی اجازت نہ لیں۔ کیونکہ گھر سے لگاتار غیر حاضری بلا اجازت ممکن نہیں۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ ام المؤمنین کو اس امر کی اطلاع نہ ہو۔ ایسی صورت میں یہ الفاظ ام المؤمنین کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔

ملا باقر مجلسی نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

پس حضرت بوصیت او عمل نمودہ خود متوجہ تیمار داری او بود، اسماء بنت عمیس آں حضرت را در ایں امور معاونت می کرد۔ جلاء العیون ص ۱۷۳	پس حضرت علیؓ ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے ان کی تیمار داری کی جانب متوجہ ہوگئے۔ اسماءؓ بنت عمیس اس معاملہ میں آپ کی مدد کرتی رہیں

ان عبارات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت اسماءؓ پورا پورا دن حضرت فاطمہؓ کے پاس گزارتیں۔ اور ان کی خدمت میں لگی رہتیں۔

حاکم نے زین العابدین سے نقل کیا ہے وہ ابن عباسؓ سے ناقل ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب فاطمہؓ کی بیماری میں شدت پیدا ہوئی تو انہوں نے اسماءؓ سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اب میرا آخری وقت آ پہنچا ہے۔ کیا میرا جنازہ بھی اسی طرح بے پردہ اٹھایا جائے گا۔ اسماءؓ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ میں آپ کے لئے ایک باپردہ چارپائی تیار کرتی ہوں جو میں نے حبشہ میں دیکھی تھی۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا مجھے تیار کر کے دکھاؤ۔

اسماءؓ نے کھجور کی تازہ چھڑیاں کٹوا کر منگوائیں۔ اور چارپائی پر چھپر کھٹ کی طرح لگا دیں۔ مدینہ میں اس قسم کی چارپائی پہلی بار تیار ہوئی تھی۔ حضرت فاطمہؓ اسے دیکھ کر مسکرائیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے انہیں کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔

"ان کی وفات کے بعد ہم نے انہیں اسی طرح باپردہ اٹھایا اور انہیں رات کو دفن کیا۔"

المستدرک للحاکم ج ۳ ص۱۶۲۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص۱۸۔ جلاء العیون ج ۱ ص۱۷۰

گویا رات کو دفن کرنے میں اصل حکمت یہ تھی کہ حضرت فاطمہؓ دفن ہونے تک پردے میں رہیں۔ یہ حکمت نہ تھی کہ ابوبکرؓ کو پتہ نہ چلے۔ چوری چھپے دفنا دیا جائے جیسا کہ زہری دبے دبے الفاظ میں دعویٰ کر رہے ہیں اور نہ یہ بات تھی کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کا گلا گھونٹ کر ختم کر دیا۔ استغفر اللہ۔ اور اس قتل پر پردہ ڈالنے کے لئے راتوں رات دفنا دیا۔ جیسا کہ خارجیوں کا گمان ہے

اس کے بعد ملا باقر مجلسی نے عین وفات کے وقت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ جس میں جنت سے کافور کا آنا اور اس کا تین حصوں پر تقسیم ہونا درج ہے۔ اس روایت میں اسماءؓ بنت عمیس کے ساتھ آخری کلام کرنا اور وصیت کرنا مذکور ہے۔ پھر اس وصیت پر عمل درآمد کرنا۔ حسنین کا گھر آنا اور اسماءؓ کا انہیں فاطمہؓ کی وفات سے مطلع کرنا۔ اور پھر اہل مدینہ کا بین کرنا۔ یہ تمام واقعات آخر وقت میں اسماءؓ کے سامنے پیش آئے۔ کشف الغمہ ج ۲ ص۱۲۶

ہم بہتر یہ سمجھتے ہیں کہ جلاء العیون سے اس رام لیلائی داستان کا کچھ حصہ قارئین کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ تاکہ قارئین کرام کے کام و دہن کا کچھ مزا تبدیل ہو جائے۔

"کشف الغمہ" میں روایت ہے کہ جب وفات جناب فاطمہؓ قریب آئی۔ اسماءؓ بنت عمیس سے کہا پانی لاؤ میں وضو کروں گی۔ بعد وضو کرنے کے بروایت دیگر بعد غسل کرنے کے خوشبو لگائی اور نئے کپڑے پہنے اور فرمایا۔ اسماءؓ جبرئیل وقت وفات پدر بزرگوار چالیس درہم کافور بہشت سے لائے تھے۔ اور آنحضرت نے اس کے تین حصے کئے تھے۔ ایک حصہ اپنے لئے ایک حصہ علیؓ کے لئے اور ایک میرے لئے رکھا تھا۔ وہ کافور لے آؤ کہ مجھے اس سے حنوط کریں۔

جب اسماءؓ کافور لائیں تو فرمایا میرے سرہانے رکھ دو۔ سیہ فرما کر پاؤں قبلہ کی جانب پھیلا دیئے اور کپڑا اوڑھ کر آرام کیا اور مجھ سے فرمایا اے اسماءؓ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز دینا۔ اگر میں جواب نہ دوں تو علیؓ کو بلانا اور جاننا میں اپنے پدر بزرگوار سے ملحق ہوئی۔ اسماءؓ نے تھوڑی دیر انتظار کر کے پکارا۔ جواب نہ پایا۔ جلاء العیون ج ۱ صفحہ ۲۲۶

یہ کافی طویل رام لیلائی داستان ہے۔ ہمیں تو صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ اسماءؓ بنت عمیس جو حضرت ابوبکرؓ کی زوجہ تھیں وہ وفات کے وقت تک حضرت فاطمہؓ کے پاس موجود تھیں اور وہی ساری خدمت کر رہی تھیں۔ اور پھر انہی کے خاوند سے چھپانے کے لئے حضرت فاطمہؓ کو راتوں رات دفن کر دیا۔ اسے کہتے ہیں۔ آنکھوں میں دھول جھونکنا۔

حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد غسل کا مرحلہ درپیش آیا جیسا کہ شریعت اسلامیہ کا حکم ہے کہ پہلے میت کو غسل دیا جائے۔ پھر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اور اس کے بعد اسے دفن کیا جائے۔ اس غسل کے مرحلہ میں بھی حضرت اسماءؓ بنت عمیس برابر کی شریک تھیں۔ جبھی تو ان کے ذریعہ کافورِ جنت طلب کیا گیا۔ اور جبھی انہیں وصیتیں کی گئی تھیں، اور غسل میں ہمیشہ اہل خاندان یا مخصوص افراد شریک ہوتے ہیں۔ لہذا حضرت اسماءؓ تو اس میں ضرور شریکِ کار تھیں کوئی اور ہو یا نہ ہو۔ اسی لئے کسی روایت میں آتا ہے کہ اسماءؓ نے غسل دیا

اور کسی میں حضرت علیؓ کا نام آتا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ میت کو ایک ہی شخص غسل نہیں دیتا۔ کم از کم دو افراد اس میں ضرور شریک ہوتے ہیں۔ ایک غسل کراتا ہے اور ایک پانی ڈالتا ہے، اس لئے بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو تین اشخاص نے غسل دیا۔ حضرت علیؓ، حضرت اسماءؓ بنت عمیس اور حضرت سلمیٰؓ جو حضرت ابورافعؓ کی زوجہ تھیں اور ابورافعؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۳۳ ۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۷۸ ۔ مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۴۱۰ ۔ رحماء بینہم ج ۱ ص ۱۴۰ بنات اربعہ ص ۲۹۰ ۔

اس پر شیعہ اور سنی ہر دو متفق ہیں کہ حضرت اسماءؓ نے تیمارداری فرمائی اور غسل میں شریک ہوئیں۔ ایسی صورت میں یہ دعویٰ تو جہل ہے کہ ابوبکرؓ کو اطلاع بھی نہیں دی گئی۔ کیونکہ اگر حضرت علیؓ اور خاندان بنی ہاشم اطلاع بھی نہ دیتا تو حضرت اسماءؓ بنت عمیس موجود تھیں جو کم از کم اپنے خاوند کو تو اطلاع دیتیں۔ اور اگر بالفرض والمحال وہ اطلاع بھی نہ دیتیں تو جب وہ رات کو گھر اپنے وقت پر نہ پہنچی ہوں گی تو دریافت حال کے لئے کوئی نہ کوئی ضرور آیا ہوگا۔ اور بہرحال ابوبکرؓ کے گھر تک اس سانحہ کی اطلاع پہنچی ہوگی۔ ذرا عقل سے سوچنے کی دیر ہے۔

سطور بالا میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے۔ اس سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ حضرت فاطمہؓ کی خواہش پر باپردہ چارپائی بنانا۔ یہ رسم حبشہ میں جاری تھی اور مسلمانوں میں اس رسم کی بانی حضرت اسماءؓ بنت عمیس ہیں جنہوں نے حضرت فاطمہؓ کی خواہش پر یہ کام انجام دیا جس پر آج تک عمل ہو رہا ہے۔

۲۔ حضرت فاطمہؓ کی وصیتوں کی تکمیل حضرت اسماءؓ کے ذریعہ ہوئی۔

۳۔ حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کی خدمات حضرت اسماءؓ نے انجام دیں۔

۴۔ حضرت فاطمہؓ کے غسل میں حضرت اسماءؓ شریک تھیں۔ بلکہ یہ کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا۔ کہ حضرت اسماءؓ غسل دے رہی تھیں اور حضرت علیؓ پانی ڈال رہے تھے۔

(۵) ان تمام امور سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان ہر دو خاندان کے درمیان کوئی کشیدگی نہ تھی، بلکہ باہمی الفت و محبت کے رشتے قائم تھے۔ اختلاف کی روایات سبائی طبقہ نے اپنی تخریب کاری کے لئے پھیلائیں۔ حتیٰ کہ وہ اہل سنت میں اس طرح پھیل گئیں گویا یہی روایات سنی عقیدہ ہیں۔

۶۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ حضرت فاطمہؓ کی صورت حال سے ابوبکرؓ کو اطلاع نہ ہو۔ اور وہ جنازے میں شریک نہ ہوں۔

۷۔ زہری نے بخاری و مسلم کی روایت میں جو یہ اضافہ کیا ہے کہ علیؓ نے ابوبکرؓ کو اطلاع نہیں دی۔ یہ زہری کا خود ساختہ تخیل ہے جو بلا سند ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود براہ راست حضرت علیؓ نے اطلاع نہ دی ہو یا انہیں اتنا موقع نہ ملا ہو۔

خود شیعہ مصنفین اس امر کے مدعی ہیں کہ حضرت علیؓ نمازیں پانچوں وقت مسجد میں پڑھتے۔ جب حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہر نماز کے وقت ان سے حضرت فاطمہؓ کا حال معلوم کرتے۔

چنانچہ حضرت علیؓ کے شاگرد خاص سُلیمؒ بن قیس الہلالی العامری نے یہ تمام واقعات اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں۔ سُلیمؒ بن قیس کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وکان علی یصلی الصلوات الخمس فلما صلی قال لہ ابوبکر و عمر کیف کان بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ان ثقلت فسالا عنہا۔	علیؓ پانچوں نمازیں ادا کرتے ایک روز جب وہ نماز پڑھ چکے تو ابوبکرؓ و عمرؓ نے ان سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا کیا حال ہے۔ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ پر بار ہو گئی تھیں لہٰذا ان دونوں نے ان سے سوال کیا۔
کتاب سلیم بن قیس مطبوعہ نجف ص ۲۲۴	

اس سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آگئی کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کو ہر بات کا علم تھا۔ وہ روزانہ ہر نماز کے بعد حال دریافت کرتے۔

حتیٰ کہ ان شیعہ علماء نے اس امر کی بھی نشاندہی کی ہے کہ انتقال کے فوراً بعد ابوبکرؓ و عمرؓ تعزیت کے لئے آتے اور وقت جنازہ اٹھائے جانے کا بھی ذکر آیا۔ سلیم بن قیس نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔

قال ابن عباس قبضت فاطمة من	ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ اسی روز فاطمہؓ کا انتقال
يومها فارتجت المدينة بالبكاء من	ہوگیا۔ اور مرد و عورت کے رونے سے مدینہ
الرجال والنساء ودهش الناس كيوم قبض فيه	اسطرح کانپ اٹھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رسول الله فاقبل ابوبكر وعمر يعزيان	کی وفات کے دن کانپ اٹھا تھا تو ابوبکرؓ و عمرؓ
عليا ويقولون له يا ابا الحسن لا تسبقنا	بھی علیؓ کی تعزیت کے لئے آئے اور علیؓ سے کہنے
بالصلوة على ابنة رسول الله۔ کتاب	لگے اے ابوالحسنؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
سليم بن قيس ص۲۲۶	صاحبزادی کی نماز جنازہ ہمارے بغیر نہ پڑھانا۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت فاطمہؓ کی انتقال کی خبر تمام اہل مدینہ میں پھیل گئی اور بقول ملت سبائیہ تمام مرد و عورت رونے میں مشغول ہوگئے حتیٰ کہ رونے کی آواز سے مدینہ کانپ اٹھا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ تعزیت کے لئے آئے اور انہوں نے حضرت علیؓ سے یہ بھی فرمایا کہ نماز میں جلدی نہ کرنا کہ ہمارے بغیر نہ پڑھ لینا۔

قارئین کرام آپ نے سنا ہوگا۔ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور، یہ ہم نے آپ کو کھانے والے دانت دکھائے ہیں دکھانے کے دانت اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم ملا باقر مجلسی کے ذریعہ ان کی جھلک بھی دکھا دیتے ہیں۔ لبشرطیکہ ہمارے قارئین گھبرا نہ اٹھیں۔ ملا باقر مجلسی نے حضرت فاطمہؓ کی زبان سے حضرت علیؓ کو جو وصیتیں کیں ہیں۔ ان میں سے آخری وصیت ملاحظہ فرمائیں۔

پھر فرمایا "میرے لئے نعش (تابوت) بناؤ۔ اس لئے کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ انہوں نے میرے لئے نعش بنائی ہے۔ اور پہلے جو نعش زمین پر بنائی گئی تھی وہ

یہی نقش تھی۔ بعد ازاں فرمایا میں تم کو وصیت کرتی ہوں کہ میرے جنازے پر ان میں سے ایک بھی نہ آئے جنہوں نے مجھ پر ظلم و ستم کئے اور میرا حق غصب کیا۔ اس لئے وہ لوگ میرے اور رسول خدا کے دشمن ہیں، اور ان میں سے اور ان کے ہوا خواہوں میں سے کسی کو میرے جنازے پر نماز نہ پڑھنے دینا۔ اور مجھے رات کو جس وقت لوگ سوتے ہوں دفن کر دینا"۔ جلاء العیون ج ا ص ۲۲۶۔ مترجمہ سید عبد الحسین۔

ملا باقر آگے رقمطراز ہیں۔

اور جب یہ خبر مدینہ میں نشر ہوئی سب مرد و عورت رونے لگے، اور آوازہائے شیون و بکا خانہ ہائے مدینہ سے بلند ہوئیں اور سب مرد و عورت خانۂ امیر المومنین کی طرف دوڑے۔ زنان بنی ہاشم جناب فاطمہؓ کے گھر جمع ہوئیں (آخر کتنا بڑا محل تھا)۔ نزدیک تھا کہ کثرت ہائے صدائے شیون سے مدینہ میں زلزلہ آجائے۔ تمام لوگ تعزیت کے لئے آئے تھے۔ جناب امام حسنؓ و امام حسینؓ سامنے بیٹھے حضرت کے رو رہے تھے۔ تمام لوگ ان کا رونا دیکھ کر روتے تھے (جیسا کہ مجلسوں میں ہوتا ہے)۔ ام کلثومؓ قبر رسول خدا پر آئیں اور کہا یا ابتاہ یا رسول اللہ آج آپ کی مصیبت مفارقت ہم پر تازہ ہوئی۔ (بقول انہیں ابھی پیدا ہوئے چند ہی ماہ ہوئے تھے لیکن وہ اتنی سمجھ داری کی باتیں کرنے لگیں۔ لازماً ان کی عمر اس وقت آٹھ نو سال ضرور ہو گی) اور گویا آج آپ ہم سے جدا ہوئے اور اپنی دختر کو بھی لیتے گئے۔ لوگ جمع تھے اور منتظر تھے کہ جنازہ باہر آئے۔

پس ابوذر رضی اللہ تعالیٰ باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ جنازے کے باہر آنے میں توقف ہے۔ یہ سن کر لوگ متفرق ہو کر چلے گئے (ابوذرؓ عورتوں میں کس لئے بیٹھے تھے اور کیا وہ تمام زنانِ بنی ہاشم کے محرم تھے۔ چلو قبیلہ غفار سے بنی ہاشم کا ایک ہی رشتہ کوئی ثابت کر دے) جب پہر رات آئی اور سب لوگ سو گئے جنازے کو باہر لائے۔ اور جناب امیرؓ و حسنینؓ و عمارؓ و مقدادؓ و عقیلؓ و زبیرؓ و ابوذرؓ و سلمانؓ و بریدہؓ اور ایک گروہ بنی ہاشم اور خواص آنحضرت نے

نمازِ جنازہ ادا کی اور اسی رات دفن کر دیا۔"

ملا باقر مجلسی نے اس فہرست میں چند دشمنوں کے نام بھی شامل کر دیئے ہیں۔ مثلاً حضرت زبیرؓ، حضرت عقیلؓ اور خصوصاً حضرت بریدہؓ۔ اس کی کوئی خصوصی وجہ ہے یا غلطی سے یہ نام اس فہرست میں شامل ہو گئے ہیں۔ یہ فیصلہ خود قارئین کریں۔

ملا باقر مجلسی آگے لکھتے ہیں۔

جناب امیرؑ نے گرد قبر جناب فاطمہؓ سات قبریں اور بنائیں۔ اس لئے کہ نہ جانیں کہ قبر فاطمہؓ کون سی ہے ؟ اور بروایت دیگر چالیس قبروں پر پانی چھڑکا۔ اس لئے کہ قبر جناب فاطمہؓ مشتبہ ہو جائے اور بروایت دیگر قبر جناب فاطمہؓ کو زمین کے ہموار کر دیا۔ کہ علامت قبر نہ معلوم ہو۔

اور یہ اس لئے تھا کہ منافقین واشقیائے امت قبر آنحضرت کو جان نہ سکیں اور قبر پہ جا کر نماز جنازہ نہ پڑھ سکیں اور خیال قبر کھودنے کا دل میں نہ لائیں۔ اس وجہ سے مقام قبر جناب فاطمہؓ میں اختلاف ہے۔ بعضے کہتے ہیں بقیع میں نزدیک قبور ائمہ ہے۔ بعضے کہتے ہیں درمیان قبر رسول خدا اور منبر آنحضرت جناب سیدہ دفن ہیں۔ اس لئے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ میری قبر اور منبر کے بیچ ایک باغ ہے باغہائے بہشت سے اور میرا منبر ایک دروازہ ہے دروازہائے بہشت سے اور صحیح یہ ہے کہ جناب فاطمہؓ کو گھر میں ہی دفن کیا جیسا کہ روایات صحیحہ دلالت کرتی ہیں۔ ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی ہے جب چاہا جناب سیدہ کو قبر میں اتاریں۔ دو ہاتھ قبر کے اندر سے مشابہ بدستہائے جناب رسولِ خدا پیدا ہوئے اور جناب فاطمہؓ کو لے کر قبر میں رکھا۔ جلاء العیون مترجم ج ا ص ۲۲۸

قارئین کرام آپ حضرات کو اب بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہوتے ہیں اور کھانے کے اور۔ لہٰذا ہم ان امور کو نظر انداز کرتے ہوئے اصل موضوع پہ آتے ہیں۔

نمازجنازہ

یہ بھی آپ نے جلاء العیون کے حوالہ سے سطور بالا میں پڑھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے جنازے میں فلاں فلاں اشخاص شریک تھے۔ لیکن مُلّا جیؒ اس بات کو گول کر گئے کہ نماز کس نے پڑھائی تھی، اور سنی بیچاروں کو اس الجھن میں مبتلا کر دیا کہ جب پوشیدہ طور پر نماز جنازہ ہوئی تو پڑھانے والا بھی کوئی پس پردہ کا شخص ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ کے علاوہ کوئی اور شخص نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ امام وقت ہیں اور اصل وارث بھی وہی ہیں لہذا یہ نماز انہوں نے ہی پڑھائی ہوگی۔ اور اسی لئے راتوں رات دفن کی گئیں۔ لیکن مسئلہ اسی وقت واضح ہو سکتا ہے کہ جب پہلے تین امور واضح ہو جائیں۔

۱۔ نماز جنازہ پڑھانا کس کا حق ہے ؟

۲۔ کیا کوئی شخص رات کو دفن نہیں ہوا۔ اگر رات کو کوئی اور بھی شخص دفن کیا گیا تو اس کی وجہ کیا تھی ؟

۳۔ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی ؟

نماز جنازہ پڑھانا شرعاً کس کا حق ہے ؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے سلسلہ میں اگر پہلے اسلامی قانون معلوم کر لیا جائے تو مسئلہ بغیر کسی دشواری کے سمجھ میں آجائے گا۔

• اسلامی قانون میں پنجگانہ نماز ہو یا نماز جنازہ ان کے متعلق اصول یہ ہے کہ مسلمانوں کا امیر اور خلیفۂ وقت نماز کی امامت کا اصل حق دار ہوتا ہے۔ اگر وہ خود موجود نہ ہو یا اسے کوئی عذر درپیش ہو تو امیر المؤمنین کی جانب سے جو آدمی متعین ہو وہ امامت کا زیادہ حق دار ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ مجھے اطلاع دیئے بغیر کسی کو نہ دفنایا جائے بلکہ ایک بار صحابہ نے

اطلاع دیئے بغیر ایک شخص کو دفن کر دیا۔ آپؐ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا

فہلا اٰذنتمونی — تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔

ہر دور کے تمام مسلمان بالاتفاق اسے تسلیم کرتے رہے اور تمام مذہبی کتابیں اور اسلامی تاریخ اس پر شاہد ہے۔ بلکہ اگر امیر کو اطلاع نہ دی گئی تو شرعاً وہ اس کا حق رکھتا ہے کہ وہ دفن ہونے کے بعد مسلمانوں کے ساتھ قبر پر نماز جنازہ ادا کرے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی نماز جنازہ قبر پر پڑھی۔ اسی لئے تو ملا باقر نے اپنی جانب سے پورا انتظام کیا کہ سات قبریں کھدوائیں اور چالیس قبروں پر پانی چھڑکوایا تاکہ ابوبکرؓ کو قبر کا پتہ نہ چل سکے اور وہ امیر المسلمین ہونے کی حیثیت سے نماز جنازہ ادا نہ کر سکیں۔ ہاں ملا جی سے یہ غلطیؓ ضرور سرزد ہوئی کہ انہوں نے روضہ الجنہ میں ایک قبر تیار کرا دی۔ اور وہ صرف ایک نہ چالیس اور نہ سات، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ساری پول کھل گئی۔

اسلام کے اس مسلمہ اصول کے لئے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں۔ علمائے اہل سنت فقہ کی کتابوں میں باب الامامۃ کا مطالعہ فرمالیں، ان کی تسلی ہو جائے گی۔ لیکن ہم اپنے قارئین کے اطمینان کے لئے شیعہ کتب سے چند حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ دل سیر ہو جائے گا۔

ا۔ لوگوں نے جناب جعفر سے امامت کے مسئلہ کے سلسلہ میں سوال کیا۔ انہوں نے جو جواب دیا وہ فروع کافی باب من الحق ان یؤم القوم میں ان الفاظ میں مروی ہے۔

فقال: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فیتقدم القوم اقراھم للقرآن فان کانوا فی القراءۃ سواء فاقدمھم ھجرۃ فان کانوا فی الھجرۃ سواء فاکبرھم سنا۔ فروع کافی ج ۱ ص ۲۲۵۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو قرآن کا سب سے بڑا قاری ہو وہ لوگوں کی امامت کرے۔ اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو جو ہجرت میں مقدم ہو وہ امامت کرے۔ اور اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو جو بلحاظ سن زیادہ ہو وہ امامت کرے

۲۔ شیخ صدوق اپنی "امالی" میں فرماتے ہیں۔

واولی الناس بالتقدم فی جماعت اقرأهم للقرآن فان کانوا فی القرآة سواء فاقدمهم هجرة فان کانوا فی الهجرة سواء فاسنهم
الامالی ص۳۸۲

اور جماعت میں مقدم ہونے کا وہ شخص زیادہ حقدار ہے جو سب سے بڑا قاری ہو اور اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو مقدم ہونے کا وہ زیادہ حقدار ہے جس نے اول ہجرت کی ہو اور اگر ہجرت میں برابر ہوں تو وہ زیادہ حقدار ہے جس کی عمر زیادہ ہو۔

یہ تو وہ صورتیں ہیں کہ جب امام المسلمین یا اُن کا کوئی نمائندہ موجود نہ ہو۔ لیکن ہر دو صورتوں میں سبائیہ کے نزدیک مفتی بہ فتویٰ یہ ہے۔

۳۔ فان تساووا فی الفقه والقراءة فالا قدم هجرة من دار الحرب الی دار الاسلام ...... فان تساووا فی ذلک فالاسن مطلقا ....
والامام الراتب فی مسجد مخصوص اولی من الجمیع وکذا صاحب المنزل اولی منهم ومن الراتب وصاحب الامارة فی امارته اولی من جمیع من ذکر الیضا
شرح لمعہ ج ا ص۱۰۱

اگر تمام لوگ فقہ اور قرأت میں مساوی ہوں تو وہ حقدار ہے جس نے دار الحرب سے دار الاسلام کی جانب پہلے ہجرت کی ہو ...... اگر اس میں برابر ہوں تو جو عمر میں زیادہ ہو۔
اور وہ امام جو کسی متعینہ مسجد کے لئے مخصوص ہو وہ ان سب سے اولیٰ ہے۔ اسی طرح گھر کا مالک اوروں سے اولیٰ ہے۔ اور جو شخص کسی عہدہ پر مامور ہو وہ اپنے عہدوں پر رہتے ہوئے اوروں سے اولیٰ ہے۔

۴۔ اصول کافی میں جناب جعفر کا قول ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔

عن ابی عبد الله علیه السلام قال اذا حضر الامام الجنازة فهو احق الناس بالصلوة علیها۔ فروع کافی۔ کتاب الجنائز ج ا ص۹۳

ابو عبد اللہ فرماتے ہیں جب جنازے میں امام موجود ہو تو وہ اوروں سے زیادہ نماز کا حق دار ہے۔

۵۔ سبائیہ نے اس مسئلہ میں حضرت علیؓ کا ارشاد ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

قال علی علیہ السلام الوالی احق بالصلوٰۃ علی الجنازۃ من ولیہا۔ قرب الاسناد حمیری ص ۲۱۰	حضرت علیؓ فرماتے ہیں جنازہ پڑھانے کا والی، ولی سے زیادہ حقدار ہے۔

اِن تمام روایات کا لُبِّ لباب یہ ظاہر ہوا کہ امامت کا اصل حق دار خلیفۃ المسلمین ہے خواہ نماز پنجگانہ ہو یا نماز جنازہ۔ خلیفہ کی موجودگی میں کوئی اور شخص نماز پڑھانے کا حق نہیں رکھتا۔

ائمہ کے فرمودات معلوم ہونے کے بعد آپ حضرات خود سوچ کر فیصلہ فرمائیں کہ امامت کی شرائط کس میں پائی جاتی ہیں۔ سبائیہ کے ائمہ کا فرمان ہے کہ اگر تمام لوگ قرأت اور فقہ میں مساوی ہوں تو اس شخص کو امام بنایا جائے جو ہجرت میں مقدم ہو۔ اور دنیا جانتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو امانتیں سپرد کر کے آئے تھے کہ یہ امانتیں لوگوں کو پہنچا کر ہجرت کر کے مدینہ آجانا۔ اس لحاظ سے حضرت ابوبکرؓ ہجرت میں حضرت علیؓ پر مقدم ہوئے لہٰذا حضرت علیؓ کو امامت کا حق حاصل نہ تھا۔

گر ہجرت میں سب برابر ہوں تو پھر عمر میں جو زیادہ ہو۔ حضرت ابوبکرؓ اس وقت ساٹھ اکسٹھ سال کے بوڑھے ہیں اور حضرت علیؓ تیس سالہ جوان ہیں۔ ملت سبائیہ نے جو اصول بیان کیا ہے۔ سے سامنے رکھتے ہوئے تو حضرت علیؓ کو نماز جنازہ پڑھانے کا کوئی حق نہ تھا۔

مسجد محلہ کا امام ولی و وارث سے زیادہ حق رکھتا ہے۔ لہٰذا مسجد نبوی کے امام ہونے کی حیثیت سے حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ سے زیادہ نماز جنازہ پڑھانے کے حق دار تھے۔

ور سب سے آخری فیصلہ جو خود حضرت علیؓ نے دیا تھا اور جسے ہم قرب الاسناد کے حوالہ سے پیش کر چکے ہیں۔ حیثیت وقت ہر ولی سے زیادہ حق دار ہے۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت علیؓ نے خاموشی سے خود جنازہ پڑھا دیا ہو۔ اسی لئے ملا باقر نے امام کا نام غائب کر دیا تاکہ کوئی ان پر یہ اعتراض نہ کرے کہ حضرت علیؓ تو خود یہ فرماتے ہیں۔ پھر یہ حرکت کیسے ظہور میں

آئی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے فرشتوں کو بھی اس کی خبر نہ ہوگی کہ ان کے معتقدین خود اُن کی ذات کو کس طرح بازیچۂ اطفال بناتے ہیں۔

تاریخی شواہد

شریعت اسلامیہ کے اس قانون پر کہ نماز جنازہ پڑھانے کا اصل حق دار خلیفہ یا اس کا نائب ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ خاندان بنی ہاشم کا اس اصول پر کہاں تک عمل رہا ہے؟ اور ہاشمیوں نے اسے قابل عمل تصور کیا یا نہیں ہے؟ یہ ایک تاریخی مسئلہ ہے۔ لہٰذا ہم اس کا حل تاریخ میں تلاش کرتے ہیں۔

پہلا جنازہ نوفل بن الحارثؓ

ہاشمی خاندان کے ایک بزرگ نوفلؓ بن الحارث بن عبدالمطلب ہیں۔ یہ عبدالمطلب کے سب سے بڑے صاحبزادے حارث کے بیٹے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی ہیں۔ ۱۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت عمرؓ خلیفۂ وقت تھے۔ اسی لئے انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

دوسرا جنازہ ابوسفیان بن الحارثؓ

دوسرے ہاشمی بزرگ ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب ہیں یہ نوفلؓ بن حارث کے بھائی ہیں۔ غزوہ حنین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے۔

ابن اثیر لکھتے ہیں۔

وتوفي ابوسفيان سنة عشرين وصلى عليه عمر بن الخطاب وقيل مات بالمدينة بعد	ابوسفیانؓ نے ۲۰ھ میں انتقال کیا۔ اور ان کی نماز جنازہ عمرؓ نے پڑھائی۔ ایک قول یہ ہے کہ

بعد نوفل بن الحارث باربعۃ اشہر
اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۴

ان کا انتقال مدینہ میں ان کے بھائی نوفلؓ بن
حارث کے چار ماہ بعد ہوا۔

تیسرا جنازہ عباسؓ بن عبدالمطلب

تیسرا موقعہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ ان کا انتقال مدینہ میں بروز جمعہ ۱۲ رجب المرجب ۳۲ھ میں ہوا۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور بقیع میں دفن ہوئے۔ الاستیعاب ج ۳ ص ۱۰۱ البدایۃ والنہایہ ج ۷ ص ۱۶۲

چوتھا جنازہ حسنؓ بن علیؓ

چوتھا جنازہ حضرت حسنؓ کا ہے ان کا ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں مدینہ میں انتقال ہوا۔ اس وقت خلیفۂ وقت امیر معاویہؓ تھے جو دمشق میں تھے ان کی جانب سے مدینہ کے گورنر سعیدؓ بن العاص اموی تھے۔ حضرت حسینؓ نے سعیدؓ کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا

وقدم الحسین علیہ الصلاۃ والسلام سعید
بن العاص وھو یومئذ امیر المدینۃ وقال
تقدم فلولا انہا السنۃ لما قدمتک۔ تاریخ
منیر بخاری ص ۵۵۔ شرح نہج البلاغۃ لابن
ابی الحدید ج ۴ ص ۲۵۔

حضرت حسینؓ نے سعیدؓ بن العاصؓ کو آگے بڑھایا۔
اور وہ اس روز مدینہ کے امیر تھے۔ ان سے
حسینؓ نے فرمایا آگے بڑھیے نماز پڑھایئے۔
اور اگر یہ طریقہ سنت نہ ہوتا تو میں آپ کو
آگے نہ کرتا۔

پانچواں جنازہ عبداللہؓ بن جعفرؓ

عبداللہ بن جعفرؓ یہ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے اور اسلام میں سب سے اول پیدا ہونے والے بچے ہیں مسلمانوں میں ان سے زیادہ کوئی سخی نہ تھا۔ ۸۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ اس

وقت عبدالملک بن مروان کی جانب سے ابان بن عثمانؓ بن عفان امیر مدینہ تھے۔ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کتاب نسب قریش ص۸۳۔ اسد الغابہ ج ۳ ص۱۳۵

چھٹا جنازہ محمد بن الحنفیہ

محمد بن الحنفیہ حضرت علیؓ کے صاحبزادے ہیں۔ اُن کا انتقال ۸۱ھ میں ہوا۔ جب ان کا جنازہ لایا گیا تو ان کے بیٹوں نے ابان بن عثمانؓ سے جو عبدالملک کی جانب سے مدینہ کے گورنر تھے کہا۔

نحن نعلم ان الامام اولی	ہم خوب جانتے ہیں کہ امام نماز کا سب سے زیادہ
بالصلوٰۃ ولولا ذلک ماقدمناک	حقدار ہے۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم آپ کو
فتقدم فصلی علیہ۔	آگے نہ کرتے۔ ابان بن عثمانؓ آگے بڑھے اور
ابن سعد ج ۵ ص۸۶	انہوں نے نماز پڑھائی۔

ساتواں جنازہ ام کلثومؓ بنت علیؓ

شیعہ عالم ابوعلی محمد بن محمد بن الاشعث الکوفی نے جناب جعفر سے نقل کیا ہے کہ جب کلثومؓ بنت علیؓ کا انتقال ہوا تو اس وقت مدینہ کا امیر مروان بن الحکم تھا۔ جب وہ جنازہ پڑھانے کے لئے آیا تو حضرت حسینؓ نے ان سے فرمایا

لولا السنۃ ماترکتہ یصلی	اگر یہ طریقہ سنت نہ ہوتا تو میں تمہیں نماز نہ
علیہا۔ کتاب الجعفریات ص۲۱۰	پڑھانے کی اجازت نہ دیتا۔

حتیٰ کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کا جب قسطنطنیہ میں انتقال ہوا تو ان کی نماز جنازہ امیر المومنین یزید نے پڑھائی۔

ان حوالوں سے یہ امر تو ثابت ہوگیا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ امیر وقت یا اس کا

کوئی نائب نماز جنازہ پڑھائے گا۔ لہٰذا یہ ہرگز ممکن نہیں کہ حضرت علیؓ نے شریعت کے اس اصول کو پامال کیا ہو۔ اور خلیفۃ المسلمین کے ہوتے ہوئے انہیں اطلاع تک نہ کی ہو اور خود نماز پڑھا دی ہو۔

رات میں دفن کرنا

رہا یہ سوال کہ حضرت فاطمہؓ کو راتوں رات دفن کر دیا گیا۔ تو رات کو دفن کرنا کوئی خلافِ شریعت نہیں۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں دفن کیا گیا۔ حتیٰ کہ امام بخاری نے کتاب الجنائز میں ایک باب قائم کیا باب الدفن باللیل اور ساتھ ہی ساتھ یہ الفاظ بھی لائے

ودفن ابو بکر لیلاً — اور ابو بکرؓ رات میں دفن کئے گئے

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں متعدد افراد رات کو دفن کئے گئے۔ اور بخاری نے ایک حدیث پیش کی کہ ایک شخص کو راتوں رات دفن کر دیا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں دی گئی۔ آپؐ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انتقال مغرب و عشاء کے مابین ہوا اور ان کو رات کو دفن کیا گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا سترہ رمضان گزار کر شروع شب میں انتقال ہوا۔ اور انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے رات میں دفنا دیا جائے۔

وامرت ان تدفن لیلاً فدفنت بالبقیع ۔ اکمال فی اسماء الرجال — اور ام المومنین نے اس بات کا حکم دیا کہ انہیں راتوں رات دفن کر دیا جائے۔ اور وہ بقیع میں دفن کی گئیں

سبائی منطق کو اگر ہم پیشِ نظر رکھیں تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ ام المومنین کو بنی ہاشم سے خطرہ تھا۔ لہٰذا اس لئے ایسا کیا گیا۔ ان امور سے یہ امر واضح ہوا کہ حضرت فاطمہؓ کو رات میں کسی

سوچی سمجھی اسکیم کے تحت دفن نہیں کیا گیا تھا اور نہ وہاں کوئی ایرانی ذہن کارفرما تھا جو سازش مقصود ہو۔ اور اگر اس کے پس پردہ کوئی سازش ہوتی تو حضرت اسماءؓ کو تیمارداری کی ذمہ داری سپرد نہ کی جاتی۔ کیونکہ جن کے خلاف سازش کی جاتی ہے انہی کے مخصوص افراد کو سازش میں شامل نہیں کیا جاتا۔

حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

اب آیئے اس امر کی جانب کہ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی تو شرعی اور عقلی طور پر تو یہ بات واضح ہو چکی کہ لازماً یہ نماز حضرت ابوبکرؓ نے پڑھائی ہوگی جو ان کا قانونی حق تھا۔ اور اس امر کی کوئی شہادت موجود نہیں کہ ابوبکرؓ نے یہ نماز نہیں پڑھائی اور اصول یہ ہے کہ جب کسی شے کا کوئی اصول معین ہو تو اس وقت تک کوئی شے اس اصول سے خارج نہیں ہوتی جب تک اس شے کے خروج کا کوئی ثبوت موجود نہ ہو۔ اور لطف یہ ہے کہ یہاں استثناء کا کوئی ثبوت موجود نہیں بلکہ اس امر کا تاریخی ثبوت موجود ہے کہ واقعتاً یہ نماز جنازہ ابوبکرؓ نے پڑھائی۔

ابن سعد نے طبقات میں اپنی مکمل سند کے ساتھ روایت کیا ہے

عن حماد عن ابراھیم النخعی قال صلی ابوبکر الصدیق علی فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبر اربعا۔ طبقات ج ۸ ص۱۶	حماد نے ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھائی۔ اور چار تکبیریں کہیں۔

اگرچہ یہ روایت مرسل ہے لیکن ابراہیم نخعی کی مرسلات محدثین کے نزدیک قابل قبول ہیں۔ امام بخاری کا قول ہے۔

احب المرسلات الی مرسلات ابراھیم النخعی	مجھے سب سے زیادہ محبوب مرسلات میں ابراہیم نخعی کی مرسلات ہیں۔

لیکن ابن سعد نے اس روایت کو شعبی سے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکرؓ نے پڑھائی۔ اس روایت کو بیہقی نے شعبی سے بالسند ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

ان فاطمة رضی اللہ عنہا لما ماتت دفنها علی لیلا واخذ بضبعی ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ فقدمه یعنی فی الصلوۃ علیها

حضرت فاطمہؓ کا جب انتقال ہوا تو انہیں راتوں رات دفن کیا۔ اور ابوبکرؓ کے دونوں بازو پکڑ کے نماز میں آگے کیا۔

بیہقی مع الجوھر النقی ج ۴ ص ۲۹ کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۴

کنز العمال کے مصنف علی المتقی الہندی نے خطیب کے حوالہ سے جناب باقر سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

ماتت فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاء ابوبکر وعمر یصلوا فقال ابوبکر لعلی بن ابی طالب تقدم فقال ما کنت لاتقدم وانت خلیفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتقدم ابوبکر وصلی علیها۔

فاطمہؓ بنت رسول اللہ کا انتقال ہوا تو ابوبکرؓ و عمرؓ نماز پڑھنے کے لئے آئے۔ ابوبکرؓ نے علیؓ سے کہا آگے بڑھئے۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں آگے بڑھ سکتا ہوں حالانکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ آگے بڑھے اور انہوں نے نماز پڑھائی۔

کنز العمال ج ۲ ص ۳۱۸

محب الطبری نے "ریاض النضرۃ" میں امام مالک کی سند سے ایک روایت نقل کی ہے

مالك عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جده علی ابن الحسین قال ماتت فاطمة بین المغرب والعشاء فحضرها ابو بكر وعمر وعثمان والزبیر وعبد الرحمن بن عوف فلما وضعت لیصلی علیها

مالک نے جعفر بن محمد سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اپنے والد باقر سے اور باقر نے اپنے والد علی بن الحسین سے کہ جب حضرت فاطمہؓ کا مغرب وعشاء کے مابین انتقال ہوا تو ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ وزبیرؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف آئے جب نماز کے لئے فاطمہؓ کا جنازہ رکھا گیا تو

قال علی تقدم یا ابا بکر قال
و انت شاهد یا ابا الحسن
قال نعم تقدم فو اللہ لا یصلی علیہا غیرک
فصلی علیہا ابوبکر رضی اللہ عنہما اجمعین
ودفنت لیلاً اخرجہ المہدی وخرجہ ابن
السمان فی الموافقۃ - ریاض النضرہ ج ا صـ ۱۰۶

حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ سے فرمایا اے ابوبکرؓ آگے
بڑھئے اس پر ابوبکرؓ نے فرمایا۔ اے ابوالحسنؓ تمہاری
موجودگی میں میں آگے بڑھوں ۔ اس پر حضرت علیؓ
نے فرمایا۔ آگے بڑھئے اس لئے کہ آپ کے علاوہ کوئی نماز نہیں
پڑھا سکتا۔ نتیجۃً ابوبکرؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی
اور رات کو وہ دفن کی گئیں ۔

شاہ عبدالعزیزؒ نے "تحفہ اثنا عشریہ" طعن ۱۲ کے آخر میں "فصل الخطاب" سے نقل کیا ہے۔

در فصل الخطاب آوردہ کہ ابوبکر صدیق و
عثمان و عبدالرحمٰن بن عوف و زبیر بن العوام
وقت نماز عشاء حاضر شدند و رحلت حضرت
فاطمہ درمیان مغرب و عشاء شب سہ شنبہ
سوم ماہ رمضان ۱۱ھ بعد از ششماہ از واقعہ
سرور جہاں بوقوع آمدہ و بیست و شش
بیست و ہشت بود و ابوبکر بموجب علی
مرتضیٰ پیش امام شد و نماز بروے گزاشت
و چہار تکبیر بروے آورد صـ ۲۲۵

فصل الخطاب میں آیا ہے کہ ابوبکرؓ صدیق،
عثمانؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور زبیرؓ نماز
عشاء میں حاضر تھے۔ اور فاطمہؓ کا انتقال مغرب و
عشاء کے درمیان منگل کی رات گیارہ رمضان
کو ہوا۔ چھ ماہ حضورؐ کی وفات بعد گزر چکے
تھے اور فاطمہؓ کی عمر اس وقت ۲۸ رسال
تھی۔ ابوبکرؓ علیؓ کے حکم کے مطابق امام
ہوئے اور انہوں نے نماز پڑھائی اور چار
تکبیرات کہیں۔

حافظ ابو نعیم اصفہانی نے "حلیۃ الاولیاء" میں اپنی مکمل سند کے ساتھ ابن عباسؓ
سے نقل کیا ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بجنازۃ
فصلی علیہا وکبر علیہا اربعا وقال کبرت
الملائکۃ علی آدم اربع تکبیرات وکبر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایک جنازہ
لایا گیا۔ آپ نے اس کی نماز پڑھائی اور
چار تکبیریں کہیں اور فرمایا فرشتوں نے آدم

ابوبكر على فاطمة اربعا وكبر عمر على ابى بكر اربعا وكبر صهيب على عمر اربعا

حلية الاولياء ج ۴ ص ۹۶

کی چار تکبیریں کہیں تھیں اور ابوبکرؓ نے فاطمہؓ پر چار تکبیریں کہیں اور عمرؓ نے ابوبکرؓ پر چار تکبیریں کہیں اور صہیبؓ نے عمرؓ پر چار تکبیریں کہیں۔

کیا حضرت فاطمہؓ نے خود غسل فرمالیا تھا ؟

حضرت فاطمہؓ سے متعلق تقریباً تمام مسائل کی وضاحت مکمل ہو چکی لیکن تاہنوز ایک مسئلہ زیر بحث باقی ہے۔ اور وہ یہ کہ عام طور پر اخبارات میں ہمارے مضمون نگار اکثر لکھتے رہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے وفات سے قبل خود ہی غسل فرمالیا تھا۔ اور خود ہی نئے کپڑے پہن کر لیٹ گئی تھیں۔ یہی اُن کا کفن تھا۔

لیکن اس سے بھی زیادہ پُرلطف اور حیران کن لطیفہ ہم سنائے دیتے ہیں۔ واقعہ کچھ اس طرح پیش آیا کہ ہمارے محلہ کے ایک عمر رسیدہ بزرگ جو تبلیغی جماعت کے ایک سرگرم رکن ہیں۔ ایک روز راہ میں اچانک میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر سرگوشیانہ انداز میں استفسار فرمانے لگے کہ مولوی جی ایک صاحب نے بڑے وثوق سے یہ بات فرمائی ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی نماز جنازہ خود پڑھلی تھی اور جب میں نے انکار کیا تو فرمانے لگے اچھا تمہی بتا دو کہ ان کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی تھی؟

میں نے جواب میں عرض کیا کہ ان صاحب کے لئے تو میرا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؓ خود ہی دفن ہو گئے تھے ؟۔ وہ میرا منہ تکنے لگے، میں نے عرض کیا کہ حضرت حسنؓ نے نماز پڑھائی تھی۔ اور میں اس پر حیران تھا کہ جس شخص نے تبلیغی جماعت میں اپنی زندگی گزار دی اس کی علمیت کا یہ عالم ہے تو عوام الناس کا کیا حال ہوگا۔

اسی قسم کا یہ واقعہ ہے کہ ذرا سی عقل بھی استعمال کرلی جائے تو یہ مسئلہ چٹکی بجاتے بغیر کسی تحقیق کے حل ہو جاتا ہے۔

۱۔ غسل میت انسان کے مرنے کے بعد واجب ہوتا ہے جب تک انسان مرتا نہیں تو یہ غسل واجب نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر حضرت فاطمہؓ اپنے غسل میں پورا بحیرۂ عرب بھی صرف کر دیتیں تو یہ غسل ادا نہ ہوتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ خلیج فارس سے پانی بہم پہنچایا گیا ہو اور اسے گنگا جل کی طرح متبرک تصور کر لیا گیا ہو۔

۲۔ یہ غسل مردے پر ہرگز واجب نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ غسل اس کے زندہ ورثاء پر واجب ہوتا ہے۔ یعنی اگر مرنے کے بعد کسی کو غسل نہ دیا گیا تو اس کا جرم مرنے والے پر عائد نہ ہوگا بلکہ اس کے مجرم وہ افراد قرار پائیں گے جنہوں نے اسے غسل نہیں دیا۔

امام احمد نے سلمیٰؓ زوجہ ابورافعؓ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ کے مرض نے شدت اختیار کر لی تو مجھ سے فرمایا۔ اے میری ماں میرے لئے غسل کا پانی تیار کرو۔ میں نے پانی رکھا اور وہ اٹھیں اور جیسے عمدہ طریقہ پر وہ ہمیشہ غسل کرتی تھیں اسی طرح غسل کیا۔ پھر مجھ سے فرمایا میرے لئے نئے کپڑے لاؤ۔ میں نے نئے کپڑے پیش کئے اور وہ انہوں نے پہنے۔ پھر اس کمرے میں آئیں جہاں ان کا قیام تھا اور فرمایا درمیان کمرے میں میرے لئے بستر لگا دو پھر وہ لیٹ گئیں اور ایک ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھا اور قبلہ رُخ ہوگئیں۔ پھر فرمایا اے میری ماں میں آج مر جاؤں گی میں نے غسل کر لیا ہے لہٰذا میرا جسم نہ کھولا جائے۔

حضرت سلمیٰؓ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ اسی جگہ انتقال کر گئیں۔ جب علیؓ آئے تو میں نے ان سے واقعہ بیان کیا انہوں نے یہ سُن کر فرمایا واللہ ان کا جسم کوئی نہ کھولے گا پھر حضرت علیؓ نے انہیں بغیر غسل کے دفن کر دیا۔ (نہ صرف بغیر غسل کے بلکہ بغیر کفن کے بھی)

امام ابن الجوزی حنبلی فرماتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جسے امام مالکؒ اور ہشام بن عروہ نے کذاب قرار دیا ہے۔

اس کا ایک اور راوی عاصم بن علی ہے۔ اس کے بارے میں یزید بن ہارون کہتے ہیں۔ ہم تو اسے ہمیشہ جھوٹا ہی سمجھتے رہے۔ امام احمد اس کے بارے میں بُری رائے رکھتے تھے۔ کبھی کہتے ہیں یہ

کچھ نہیں۔ اور نسائی کا قول ہے متروک الحدیث ہے

ابن جوزی فرماتے ہیں، روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ یہ غسل موت واقع ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ وہ پہلے کیسے ادا ہو جائے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو اس مسئلہ کا علم نہ ہو تو یہ بات حضرت علیؓ سے کیسے مخفی رہی۔ پھر امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے یہ جائز سمجھا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا

العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۷۱

ہم سطور بالا میں متعدد روایات سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کو تین شخصوں نے غسل دیا۔ حضرت علیؓ۔ حضرت اسماءؓ بنت عمیس اور حضرت سلمیٰؓ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ابورافعؓ کی زوجہ ہیں اور خود بھی حضور کی خادمہ رہیں۔

ہم بارہا یہ اصول تحریر کر چکے ہیں کہ جو روایت بداہۃً عقل کے خلاف ہو۔ یا اصول شرعیہ کے مخالف ہو۔ یا سنت صحیحہ اور اجماع صحابہ کے خلاف ہو وہ روایت یقیناً منکر ہے۔ خواہ اس کے راوی فرشتہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اسلام نے ہمیں یہ کہیں حکم نہیں دیا کہ ہم بلا سوچے سمجھے ہر شخص کی بکواس پر ایمان لے آئیں۔ اور اس روایت کی سند میں ایک زہریلا ناگ مورخ محمد بن اسحاق شیعی کی صورت میں موجود ہے۔ ہم نے محمد بن اسحاق کا تفصیلی جائزہ اپنی کتاب "ایصال ثواب قرآن کی نظر میں" اور مذہبی داستان حصہ اول میں پیش کر دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت فاطمہ کی شب عروسی میں ساری رات ستر ہزار فرشتے تسبیح کرتے رہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب فاطمہؓ علیؓ کے پاس رخصت کی گئیں تو نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہؓ کے آگے چل رہے تھے۔ جبرئیلؑ ان کے دائیں تھے۔ بائیں جانب میکائیل تھے۔ اور ستر ہزار فرشتے ان کے پیچھے اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ طلوع فجر تک یہ معاملہ جاری رہا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ توبہ بن علوان شعبہ سے اور اہل عراق سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو انہوں نے بیان نہیں کی۔

رہ گیا عبدالرزاق کا بھانجا ہم اس کا نام نہیں جانتے۔ لیکن

احمد بن عبداللہ تو اس کے سلسلہ میں یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ کذاب ہے ثقہ نہیں۔ رہ گیا۔

احمد بن محمد بن ربیح ابو نعیم اصفہانی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۲۰۔

روایت پر کچھ تو ابن جوزی نے بحث کر دی ہے اور انشاء اللہ ہم بھی کچھ نہ کچھ کلام کریں گے۔ لیکن ہمارے قارئین یہ ہمہ وقت ذہن میں رکھیں کہ عبداللہ بن عباسؓ ہجرت رسول سے ڈھائی تین سال قبل پیدا ہوئے اور فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے تو جس وقت حضرت فاطمہؓ کی شادی ہوئی وہ مکہ کی گلیوں میں گلی ڈنڈا کھیلتے پھرتے ہوں گے انہیں مدینہ کی ان باتوں کی کیسے خبر ہوئی۔ اس کا جواب تبرائیوں کے ذمے!

توبہ بن علوان ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ شعبہ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے صرف نسائی نے روایات لی ہیں۔ ازدی کا بیان ہے یہ متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ توبہ بصری ہے۔ شعبہ اور اہل عراق سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو انہوں نے روایت نہیں کیں۔ اور یہ اہل یمن سے بھی روایات نقل کرتا ہے۔

اس کے بعد ذہبی نے حدیث بالا بیان کی اور اس کو بیان کرنے کے بعد لکھا۔ یہ کھلا جھوٹ ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۶۱۔

اس توبہ سے عبدالرحمان بن محمد نے روایات نقل کی ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ

عبدالرحمان بن محمد یہ تو بۃ بن علوان سے اس نے روایت نقل کی ہے اور حضرت فاطمہؓ کے ذکر میں ایک باطل روایت بیان کی ہے۔ میزان ج ۲ ص۵۸۶۔

فاطمہؓ کیلئے پیغام سرمایہ داروں نے بھی دیا تھا

حضرت اسماءؓ بنت عمیس کا بیان ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کو فاطمہؓ کے لئے پیغام عمر رسیدہ اور قریش کے مالداروں نے دیا تھا۔ آپ نے ان سے نکاح نہیں فرمایا۔ بلکہ اس لڑکے سے نکاح کر دیا۔

پس جب وہ رات ہوئی کہ جس رات فاطمہؓ کو رخصت کیا گیا آپ نے ایک شخص سلمانؓ فارسی کو بلانے بھیجا۔ اور ان سے فرمایا میری شہبا اونٹنی لاؤ۔ جب وہ اونٹنی آگئی تو آپ نے اس پر فاطمہؓ کو سوار کرایا۔ سلمانؓ اس اونٹنی کو کھینچ رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہانک رہے تھے۔ اچانک آپؐ نے پیچھے سے ایک آواز سنی۔ آپؐ نے گردن پھیر کر دیکھا تو جبریلؑ و میکائیلؑ۔ اسرافیلؑ اور بے پناہ فرشتے نظر آئے۔ آپؐ نے سوال کیا اے جبریلؑ تم کیوں نازل ہوئے ہو۔ ان فرشتوں نے جواب دیا ہم اس لئے نازل ہوئے ہیں تاکہ فاطمہؓ کو ان کے خاوند کے پاس رخصت کر دیں (اس لئے کہ ان کا شمار اہل بیت میں نہ ہو) اس پر جبریلؑ نے تکبیر کہی پھر میکائیلؑ نے تکبیر کہی پھر اسرافیلؑ نے تکبیر کہی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی پھر سلمانؓ نے تکبیر کہی بس سے یہ کام سنت ہو گیا کہ دلہنوں کے سامنے پیچھے تکبیر کہی جاتی ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں لے کر آئے اور انہیں علیؓ کے بازو میں بٹھایا پھر فرمایا اے علیؓ یہ تحفہ میری جانب سے ہے جس نے اس کی عزت کی اس نے میری عزت کی۔ اور جس نے اس کی توہین کی اس نے میری توہین کی اے اللہ اس پر برکت نازل فرما۔ اور انھیں پاک اولاد عطا فرما۔ آپ یقیناً بہت دعا سننے والے ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے جس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور جس شخص نے اسے وضع کیا اس نے عجیب باتیں بنائیں ہیں۔

راوی کا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری ہانک رہے تھے اور سلمانؓ سواری کو کھینچ رہے تھے یہ واقعہ گھڑنے والے نے شان رسالت میں گستاخی کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سواری کو چلا رہے ہوں گے۔ سلمانؓ تو اس وقت یہودیوں کی غلامی میں مصروف تھے اور اس وقت تک اپنی کتابت زرِ فدیہ سے بھی فارغ نہ ہوئے تھے۔ اور کوئی بعید بات نہیں کہ یہ محمد بن انس القرملی نے یا معبد بن عمرو البصری نے وضع کی ہو۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۲۱۔

ہماری سب سے اول عرض یہ ہے کہ اس واقعہ کو اسماءؓ بنت عمیس نے پیش کیا جو اس وقت جعفرؓ کے نکاح میں تھیں اور حبشہ میں وقت گزار رہی تھیں ان کا مدینہ میں وجود ہی نہ تھا۔ وہ تو محرم ۷ھ میں مدینہ پہنچیں۔ آخر انہوں نے یہ کہانی کس سے سنی؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اور فاطمہؓ کے گھر میں کوئی زیادہ فاصلہ نہ تھا جو حضور کو سواری کی ضرورت پیش آئی اور اگر ضرورت پیش آئی تھی تو بلالؓ کہاں چلے گئے تھے جو سلمانؓ کو بلوایا گیا؟

دراصل ہم کہانیوں کے دلدادہ ہیں اور اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں کہ کوئی شخص وہاں موجود تھا یا نہیں، اور چونکہ ہم سُنّی ہیں، سُنی سُنائی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں خواہ ایسی روایتوں کا نہ کوئی سر ہو نہ پیر۔ ایمان لانے سے غرض ہوتی ہے لہذا ہم اس کہانی پر بھی ایمان لے آئے۔

یہ روایت جناب جعفرؒ نے اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے نقل کی ہے اور ان سے نقل کرنے والا معبد بن عمرو البصری ہے۔ جس سے کوئی ماہر رجال واقف نہیں۔ حتیٰ کہ ہمیں یہ بھی خبر نہیں کہ یہ پیدا بھی ہوا تھا یا نہیں۔

اسی طرح معبد سے نقل کرنے والا ابوالحسن احمد بن محمد بن انس بن القرملی ہے۔ یہ بھی کوئی ہما کی قسم کا پرندہ تھا جو امامیوں کے کان میں یہ بات پھونک کر چلا گیا۔

فاطمہؓ عرش کے پائے پکڑ کر کھڑی ہوں گی

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری بیٹی جب حشر میں اٹھائی

جائے گی تو اس کے ہاتھ میں خون کے رنگے کپڑے ہوں گے اور وہ عرش کا پایہ پکڑ کر کھڑی ہوں گی اور فرمائیں گی اے منصف میرے بیٹے اور میرے بیٹے کے قاتل کے درمیان فیصلہ کر دے تو رب کعبہ کی قسم میری بیٹی کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت بلاشک موضوع ہے اور یہ ابن مہدی اور ابن بسطام سے آگے نہیں بڑھتی۔

احمد بن علی الرقی ذہبی لکھتے ہیں کہ اس نے علی رضا سے ایک باطل روایت نقل کی ہے۔ یہ اصل میں احمد بن علی بن مہدی بن صدقہ ہے۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ واقعتاً اس نے علی رضا سے کوئی روایت سنی ہے اور وہ روایت صحیح طور پر ثابت ہو۔ میزان ج ۱ ص ۱۲۰

حضرت فاطمہؓ کے مہر میں پوری زمین دی گئی

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا بیان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ اللہ نے تیرا نکاح فاطمہؓ سے کیا ہے۔ اور اس کے مہر میں پوری زمین دی ہے۔ پس جو شخص زمین پر غضب ناک حالت میں چلے گا وہ شام حرام حالت میں گزارے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے متعدد راویوں پر جرح کی گئی ہے لیکن اصل متہم اس میں ذارع ہے۔

ذارع اس کا نام احمد بن نصر ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ ذارع کذاب ہے۔ وضاع ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۱۶۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ بغداد کا باشندہ ہے۔ حارث بن ابی اسامہ اور ان کے طبقہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اور منکر روایات بیان کرتا ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔

دارقطنی کا بیان ہے یہ دجال ہے۔ اس کی کنیت ابوبکر ہے۔ اس سے یہ روایت مروی ہے

کہ ایک کھجور کے درخت نے دوسرے درخت کو آواز دی کہ یہ نبی مصطفیٰ اور علی مرتضیٰ جا رہے ہیں۔ اور کھجور کو اسی لیے صیحانی کہا جاتا ہے (اس کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے) میزان ج ا ص ۱۶۲

اس روایت میں اور بھی متعدد کذاب موجود ہیں۔ میں نے ان کی تفصیل پیش نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے فاطمہؓ کیلئے موتیوں کا ایک محل تیار کیا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ تبوک میں فرماتے سنا اور اس وقت ہم آپ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا کہ میں فاطمہؓ کی شادی علیؓ سے کر دوں۔ اور اس کے بعد جبرئیلؑ نے مجھ سے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جنت میں موتیوں کا ایک محل تیار کیا ہے اور اس کے ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک موتیوں کی ایک لڑی ہے جو یاقوت سے تیار کی گئی ہے۔ اور یہ یاقوت سونے سے جڑے گئے ہیں ان کمروں کی چھتیں سبز زبرجد سے تیار گئی ہیں۔ اور اس میں موتیوں کے طاق بنائے گئے ہیں جو یاقوت سے جڑے ہوئے ہیں۔

اس روایت کا ایک راوی عبدالنور ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس نے ایک طویل حدیث بیان کی۔ عقیلی نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور عقیلی کا بیان ہے کہ عبدالنور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ ہم سے یہ روایت محمد بن ناصر نے بھی بیان کی ہے اور اس نے اپنی سند سے عبدالنور سے یہ الفاظ بھی بیان کئے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہؓ کیلئے اس محل میں کھڑکیاں بھی بنائی ہیں جن کی ایک اینٹ چاندی کی ایک اینٹ سونے کی۔ ایک اینٹ موتیوں کی ایک اینٹ یاقوت کی اور ایک اینٹ زبرجد کی ہے۔ پھر اس محل میں چشمے تیار کئے۔ جن کے کناروں میں سبزہ اُگا ہوا ہے اور انہیں نہروں نے گھیر رکھا ہے۔ اور نہروں پر موتیوں کے قبے بنے ہیں جو سونے کی لڑیوں سے جڑے

گئے ہیں۔ اور مختلف قسم کے درختوں سے انہیں گھیرا گیا ہے۔ ان درختوں کی ہر شاخ میں ایک گھر ہوگا۔ ہر گھر میں ایک سپید موتیوں کا بستر لگا ہوگا (جس پر لیٹنا آرام دہ نہ ہوگا) جس کے پردے سندس اور استبرق کے ہونگے۔ اس کمرے میں نیچے جو فرش بچھا ہوگا وہ زعفران، عنبر اور مشک کا ہوگا۔ ہر قبہ میں ایک حور ہوگی۔ قبہ کے سو دروازے ہوں گے، ہر دروازے پر دو باندیاں حاضر ہوں گی اور وہاں دو درخت لگے ہوں گے۔ ہر قبہ میں فرش ہوگا اور کچھ لکھا ہوگا۔ کپڑوں کے چاروں کونوں پر آیت الکرسی لکھی ہوگی۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ اللہ نے یہ جنّت کس کیلئے بنائی۔ وہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جنّت فاطمہؓ اور علیؓ کے لئے بنائی ہے۔ اس باغ کے علاوہ ان کے لئے اور بھی تحفہ ہے جو اللہ نے انھیں دیا ہے اور یا رسولؐ اللہ آپ کی نگاہیں ٹھنڈی کی ہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ عبد النور بن عبداللہ امام شعبہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ کذاب ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ اس سے یہ روایت منسوب کی گئی ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں اس روایت کو اسماعیل نے بھی نقل کیا ہے اور یہ اسماعیل سدی کا نواسہ ہے اس نے بشر بن الولید الہاشمی سے نقل کیا ہے اور اس نے اس عبد النور سے میرا خیال یہ ہے کہ شیعہ خواہ کچھ بھی بکواس کریں لیکن جنگ تبوک کے سفر میں جب کہ فاطمہؓ کی شادی کو آٹھ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا یہ کیسے خیال آیا۔ اور پھر لطف یہ ہے جنگ تبوک میں حضرت علیؓ شریک بھی نہ تھے تو بات کہی کس سے گئی؟

ایک عجیب و غریب تاج

حضرت جابرؓ بن عبداللہ کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو حوا جنّت میں اترا کر اٹھلاتی پھرتیں۔ یہ دونوں میاں بیوی کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے بہتر کوئی مخلوق پیدا نہیں فرمائی۔ یہ دونوں میاں بیوی اسی حال میں مست تھے کہ اچانک ایک لڑکی ان

کے سامنے آئی۔ اور آج تک انہوں نے ایسی لڑکی نہیں دیکھی تھی۔ اس لڑکی سے نور چمک رہا تھا جس سے ایسی شعاعیں نکل رہی تھیں جو قریب تھا کہ ان کی نگاہیں اچک لے۔ اس کے سر پر تاج تھا۔ اس کے دونوں کانوں میں دو بالیاں پڑی تھیں۔ آدم و حوا نے عرض کیا اے پروردگار یہ لڑکی کون ہے۔ جواب ملا یہ فاطمہؓ بنت محمد کی تصویر ہے جو تیری اولاد کی سردار ہوں گی۔ ان دونوں حضرات نے پوچھا یہ ان کے سر پر کیسا تاج ہے۔ جواب ملا یہ اس کے خاوند علیؓ بن ابی طالب ہیں۔ عرض کیا یہ دونوں مینڈھیاں کیسی ہیں۔ فرمایا یہ ان کے دونوں بیٹے حسن اور حسین ہیں۔ ان کا علم تیری پیدائش سے دو ہزار سال قبل تھا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اور حسن بن علی جو صاحب العسکر کہلاتے ہیں شیعہ ان کے بارے میں امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ انہوں نے یہ روایت اپنے باپ دادا سے نقل کی ہے۔ یہ کچھ نہیں ہیں

یہ حسن بن علی جو صاحب العسکر کہلاتے ہیں ہماری زبان میں انہیں حسن عسکری کہا جاتا ہے یہ شیعوں کے گیارہویں امام ہیں۔ انہوں نے یہ داستان اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے نقل کی ہے۔

یہ ایک گھریلو داستان ہے جو حسن عسکری نے بیان کی ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔

موضوعات ج ۱ ص ۴۱۵۔

اہل بیت کو لازم پکڑو

حضرت ابو شعبہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک کتاب اللہ اور ایک اپنی عترت۔ اور یہ دونوں چیزیں اس وقت تک ایک جگہ رہیں گی جب تک تم مجھ سے حوض پر نہ ملو۔ پھر سوچو کہ میں تمہیں ان دو چیزوں میں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔

عطیہ امام احمد اور امام یحییٰ وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

عبداللہ بن عبدالقدوس۔ یحییٰ کا بیان ہے یہ کوئی شے نہیں۔ یہ رافضی ہے خبیث ہے۔

عبداللہ بن داھر احمد اور یحییٰ کا بیان ہے یہ کوئی شے نہیں۔ اس سے روایت تو وہی انسان لکھ سکتا ہے کہ جس میں کوئی خیر نہ ہو۔ العلل المتناہیہ ج ۱ صلـ۲۶۹

ہم پہلے ایک جگہ تحریر کر چکے ہیں کہ عطیہ العوفی کلبی کذاب رافضی سے روایات نقل کرتا ہے اور اس نے کلبی کی کنیت ابو سعید رکھ لی تھی تو جب وہ یہ کہتا ہے کہ یہ روایت ابو سعید سے مروی ہے تو اس سے مراد کلبی کذاب ہوتی ہے حضرت ابو سعید خدری نہیں گویا یہ حدیث نہیں بلکہ کلبی کذاب کا قول ہے

ہم اس پر بھی کلام کر چکے ہیں کہ یہ عبداللہ بن داھر کون ذات شریف ہیں۔ اب رہ گئے عبداللہ بن عبد القدوس تو ان کے بارے میں نسائی لکھتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین صـ۹۱ دار قطنی رقم طراز ہیں۔

عبداللہ بن عبد القدوس کوفی ہے۔ رَے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اعمش سے روایات کرتا ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین صـ۱۱۱

ذہبی میزان میں رقم طراز ہیں۔

عبداللہ بن عبد القدوس کوفہ کا باشندہ ہے رافضی ہے۔ رَے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اعمش وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل میں ہوتی ہیں۔ یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ کوئی شے نہیں۔ رافضی ہے خبیث ہے۔ نسائی کا قول ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ دار قطنی کا کہنا ہے کہ ضعیف ہے ابو معمر کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن عبد القدوس نے بیان کیا اور وہ خشبی تھا میزان ج ۲ صـ۴۵۵

اہل بیت کی محبت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ سے اس لیے محبت کرو کہ اس نے تمہیں غذا فراہم کی ہے۔ اور مجھ سے اللہ کی محبت کے باعث محبت کرو

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ

احمد بن رزقویہ - ہمارے نزدیک معروف نہیں۔ اور

ذارع - اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہو سکتی۔

خطیب اسی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کی روایت میں نکارت پائی جاتی ہے جو اس کا ثبوت ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۶۷۔

ہو سکتا ہے کہ اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہوں۔ نہ کہ وہ معنی مراد لئے جائیں جو شیعہ اس لفظ کے مراد لیتے ہیں۔ رہ گیا جناب ذارعؓ کا حال تو ہم پہلے تفصیلاً بیان کر چکے ہیں۔

آل محمدؐ کون ہیں؟

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آل محمدؐ کون ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہر مؤمن متقی۔

ابن جوزیؒ کہتے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں۔ کیونکہ نافع ابو ہرمز کی روایت پر وہم غالب ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے یحییٰ اور احمد بن حنبل نے اسے ضعیف کہا ہے اور یحییٰ نے ایک بار فرمایا یہ کذاب ہے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۶۷۔

امام ذہبی رقم طراز ہیں۔

نافع بن ہرمز اس کی کنیت ابو ہرمز ہے۔ عقیلی نے اس کا نام عبدالواحد بیان کیا ہے۔ حسن بصری اور انس بن مالک سے روایت کرتا ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔

امام احمد اور ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن معین نے ایک بار اسے کذاب کہا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے یہ متروک ہے۔ ضعیف الحدیث ہے۔ نسائی کا بیان ہے یہ ثقہ نہیں۔

میزان ج ۴ ص ۲۴۳

نافع ابوہرمز متروک ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ عطاءؒ اور حضرت انسؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص۱۰۱۔ بیہقی کا بیان ہے کہ اس جیسے آدمی کو حجت میں پیش کرنا جائز نہیں حاشیہ العلل ص۲۶۷۔

اہل بیت سے محبت کرنیوالے میرے درخت کے پتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں ایک درخت ہوں، فاطمہؓ اس کا تنا ہیں۔ علیؓ اس کی شاخ ہیں۔ حسنؓ و حسینؓ اس کے پھل ہیں اور اہل بیت سے محبت کرنے والے جنت کے حتمی اور یقینی طور پر پتے ہیں۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور موسیٰ بن نعمان سے کوئی واقف نہیں ہے۔ موضوعات ج ۲ ص۵۔

موسیٰ بن نعمان ذہبی لکھتے ہیں اس شخص سے کوئی واقف نہیں۔ اس نے لیث بن سعد سے ایک باطل روایت نقل کی ہے۔ میزان ج ۴ ص۲۲۵

نصر بن شعیب اس نے یہ روایت موسیٰ سے نقل کی ہے۔ یہ اپنے باپ کے واسطے سے جعفر بن سلیمان سے روایات نقل کرتا ہے۔ اسے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ میزان ج ۴ ص۲۵۱۔

محمد بن السری۔ یہ تمار کے لقب سے موسوم ہے یہ غلام خلیل وغیرہ سے روایت کرتا ہے منکرات اور بلاؤں کا ناقل ہے۔ یہ کچھ نہیں۔ میزان ج ۳ ص۵۵۹

الغرض اس روایت کے تین راوی بے کار اور ردی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ پنج تن کے وسیلہ سے قبول کی

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کلمات کے بارے میں سوال کیا جو اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو تلقین کئے اور اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کلمات تعلیم فرمائے۔ کہ

تجھے محمدؐ، علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ اور حسینؓ کا واسطہ جو میری توبہ قبول نہ کرے۔

الغرض آدمؑ و حواؑ نے یہ دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کلمات کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۔

اے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ اگر آپ ہماری مغفرت نہ فرمائیں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو ہم ٹوٹے میں پڑ جائیں گے

اس کی موجودگی میں کسی اور کلمہ کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہتا۔ ہاں اہل سنت والجماعتؒ کے کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضور کے وسیلہ کے بغیر کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس لئے آدمؑ نے عرش پر حضور کا نام لکھا دیکھا تو انہوں نے اس نام کا وسیلہ مانگا تو ان کی دعا قبول ہوئی۔ یہ سب قرآن کے مقابلہ میں کہانیوں پر ایمان لانے کی باتیں ہیں اور کچھ نہیں۔

ابن جوزیؒ کا بیان ہے کہ دارقطنی کا کہنا ہے کہ یہ روایت عمرؔ بن ثابت نے اپنے والد سے نقل کی ہے۔ لیکن یہ بات حسین الاشعر کے سوا کوئی نقل نہیں کرتا۔

عمر بن ثابت یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ عمر بن ثابت ثقہ اور مامون نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ لوگوں سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔

موضوعات ج ۲ ص ۳

حسین بن الحسن الاشقر کوفہ کا باشندہ ہے۔ حسن بن صالح اور زہیر وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے احمد بن حنبل اور کدیمی وغیرہ نے روایت نقل کی ہے۔

بخاری کا بیان ہے اس پر اعتراض ہے۔ ابوزرعہ کا قول ہے کہ یہ شخص منکر الحدیث ہے۔

ابوحاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔

جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ غالی قسم کا رافضی ہے۔ نیک لوگوں کو (یعنی صحابہ کبار کو) گالیاں دیتا تھا

ابن عدی کا کہنا ہے کہ ضعیف راویوں کی ایک جماعت حسین الاشقر کی روایات کو حیلہ بناتی ہے کیونکہ اس کی روایات میں اس کا کچھ حصہ موجود ہوتا ہے۔ پھر ابن عدی نے اس کی کچھ منکرات ذکر کیں اور ایک مقام پر صاف طور پر لکھا کہ اس میں تمام بلا اشقر کی نازل کردہ ہے۔

ابومعمر الہندی کہتے ہیں یہ کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی کا کہنا ہے یہ قوی نہیں۔ ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ۲۰۸ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

ابن عدی ایک روایت کے آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے۔ اور ایک روایت کے آخر میں کہتے ہیں کہ یہ تمام اشقر کی نازل کردہ ہے۔ نسائی لکھتے ہیں حسین الاشقر قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص۳۳۔

اس سے یہ داستان نقل کرنے والا محمد بن علی بن خلف العطار ہے۔

محمد بن علی بن خلف العطار۔ یہ حسین الاشقر وغیرہ سے روایات نقل کرتا ہے۔

خطیب نے اس کا اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اور اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابن عدی نے اسے متہم قرار دیا اور کہا یہ عجیب وغریب روایات نقل کرتا ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ ابن عدی کہتے ہیں میرے نزدیک اس حدیث میں تمام بلا اس عطار کی نازل کردہ ہے۔ میزان ج ۳ ص۶۵۱۔

پنج تن حظیرۃ القدس میں ہوں گے

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں فاطمہؓ، علیؓ، اور حسن وحسین حظیرۃ القدس میں ایک سپید قبے میں ہوں گے۔ جس کی چھت عرش معلا ہوگا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ ہم نے پہلے ذکر کیا تھا کہ اس کا ایک راوی **یونانی** کذاب ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ روایات وضع کرتا تھا۔

موضوعات ج ۲ ص ۳

اے فاطمہؓ! اللہ تیری رضا سے خوش ہوتا ہے

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا۔ اللہ تیرے غضب سے ناراض ہوتا اور تیری رضامندی سے راضی ہوتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۳۵

یہ خاص گھریلو حدیث ہے۔ اس کے تمام راوی حضرت حسینؓ کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں بیت حسینؓ سے باہر اس روایت کو کوئی نہیں جانتا۔ اس کے آخری راوی حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب العلوی الکوفی ہے۔

حسین بن زید بن علی علی بن المدینی جو بخاری ومسلم وغیرہ کے فن رجال وحدیث میں استاد ہیں فرماتے ہیں یہ ضعیف ہے۔ ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ اس کی بعض روایات درست اور بعض منکر ہوتی ہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی بعض روایات منکر ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۲۳۵

عبداللہ بن محمد بن سالم القزاز

حسینؓ بن زید سے اس روایت کو عبداللہ بن محمد بن سالم القزاز نے نقل کیا ہے۔ ابن عدیؒ کہتے ہیں ـــــــ کہ یہ عبداللہ بن محمد غیر معروف روایات نقل کرتا ہے۔

یہ روایت طبرانیؒ کے زمانے تک خبر واحد رہی اور طبرانیؒ کے علاوہ اسے کسی نے نقل نہیں کیا۔ اور ان کے یہاں ہر قسم کا رطب ویابس جمع ہے۔ ان کی کتاب چوتھے درجے کی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ ان کی کتابوں کو معجم کہتے ہیں۔ اور معجم ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جو راویوں کے نام سے منسوب ہوں۔ خواہ وہ راوی ثقہ ہوں یا غیر ثقہ۔ ہم نے جلاء العیون وغیرہ میں یہ بھی پڑھا ہے کہ فاطمہؓ حضرت حسینؓ سے ناراض تھیں حتیٰ کہ انہوں نے اپنا معصوم بلانا پسند نہیں کیا تھا۔ حسینؓ سے محبت وہی شخص رکھ سکتا ہے جو فاطمہؓ کا دشمن ہو۔

حسن وحسین نوجوانان جنت کے سردار ہیں

حضرت حذیفہؓ بن الیمانؓ فرماتے ہیں مجھ سے میری والدہ نے سوال کیا کہ تم حضورؐ سے کب سے نہیں ملے۔ میں نے عرض کیا مجھے ملاقات کئے ہوئے اتنے دن ہوگئے۔ انہوں نے مجھے بُرا بھلا کہا۔ میں نے عرض کیا اب تو مجھے چھوڑ دیجئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں گا۔ اور آپؐ سے اپنی اور آپ کی مغفرت کا سوال کروں گا۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی لیکن آپؐ بعد المغرب عشا تک نفلیں پڑھتے رہے۔ جب آپؐ لوٹے تو میں آپ کے ساتھ چلا تو آپ نے میری آواز سن کر فرمایا کہ حذیفہؓ ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اللہ تیری اور تیری ماں کی مغفرت فرمائے کیا حاجت ہے؟

میرے پاس ابھی ایک فرشتہ آیا ہے جو آج کی رات سے پہلے کبھی نہ آیا تھا اس نے پروردگار سے مجھے سلام کرنے کی اجازت طلب کی اور اس بات کی اجازت طلب کی کہ مجھے یہ خوشخبری سنائے کہ فاطمہؓ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی اور حسنؑ و حسینؑ اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے۔ ترمذیؒ کہتے ہیں یہ روایت اس سند سے غریب ہے اور ہم اسے اسرائیل کے علاوہ کسی اور طریقہ سے نہیں جانتے۔ ترمذی ج ۲ ص۲۴۲

اس طویل روایت میں چند امور خاص طور پر قابل غور ہیں۔ آپ بھی ان پر غور فرمائیں۔

۱۔ حضرت حذیفہؓ مدینہ میں مقیم ہیں لیکن ایک عرصہ دراز تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکے حتیٰ کہ والدہ نے مجبور کر کے انہیں حضور کی خدمت میں روانہ کیا۔

۲۔ اگر اس کی کوئی خاص وجہ تھی تو پھر حضرت حذیفہؓ پنج وقتہ نماز کس جگہ پڑھتے تھے۔

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سنن ونوافل مسجد میں ادا نہ فرماتے تھے۔ بلکہ مستقل طور پر گھر میں ادا کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حدیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ یہ خلاف اصول عمل کیوں اور کس وجہ سے ظہور پذیر ہوا۔؟

۴۔ حضور بعد المغرب گھر جا کر صرف دو سنتیں ادا فرماتے۔ مغرب تا عشا نوافل ادا کرنا اور وہ بھی مسجد میں کیا اس فرضی فرشتے کی آمد کے لئے تو نہ تھا۔؟

۵۔ اس بشارت کے لئے کیا کسی خاص فرشتے کا نزول ضروری تھا۔؟

ہمارے نزدیک جہاں یہ روایت خلاف عقل ہے وہاں سنداً بھی کمزور ہے۔ کیونکہ اس کا ایک راوی منہال بن عمرو الکوفی ہے۔ اس سے مسلم کے علاوہ تمام مصنفین صحاح نے روایات لی ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ منہال ثقہ ہے احمد العجلی نے بھی اسے ثقہ قرار دیا ہے لیکن امام احمد فرماتے ہیں میرے نزدیک ابوبشر منہال سے زیادہ ثقہ اور معتبر ہے۔

شعبہ ابتدا میں تو اس کی روایات لیتے لیکن ایک روز اس کے گھر سے گانے کی آواز سن کر شعبہ نے اس کی روایت ترک کر دی۔

حاکم کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید القطان نے اس پر نکتہ چینی کی ہے۔ جوزجانی اپنی کتاب الضعفاء میں فرماتے ہیں یہ بدترین مذہب (کٹر شیعہ) رکھتا تھا جس کا ثبوت خود یہ روایت ہے۔ ابن حزم نے اس کی ایک روایت پر کلام کر کے اسے ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۹۲

محدثین کا ایک اصول یہ ہے کہ اگر راوی شیعہ ہے۔ لیکن اس سے جھوٹ بولنا ثابت نہیں تو اس کی وہ روایات قبول کی جائیں گی جو مناقب اہل بیت اور مثالب صحابہ سے متعلق نہ ہوں۔ اور جو روایات اس موضوع سے متعلق ہوں گی وہ قبول نہ ہوں گی۔

پھر یہ روایت پانچ زمانوں تک خبر واحد رہی۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے حضرت

حذیفہؓ کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ حضرت حذیفہؓ سے زر بن حبیش کے علاوہ اس کا کوئی روای نہیں۔ زر سے اس کا منہال کے علاوہ کوئی راوی نہیں۔ منہال سے میسرہ بن حبیب کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور میسرہ سے اسرائیل کے علاوہ کوئی اور راوی نہیں۔ امام ترمذی نے آخری جملہ میں اسی جانب اشارہ فرمایا ہے۔

اس اسرائیل کے معاملہ میں بھی اختلاف ہے۔ یہ اسرائیل ابو اسحاق السبیعی کا بیٹا ہے مشہور عالم تصور کیا جاتا ہے تمام صحاح ستہ میں اس کی روایات موجود ہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ ثقہ ہے بلکہ انہیں اس کے حافظہ پر حیرت تھی۔ لیکن امام احمد یہ بھی فرماتے ہیں کہ امام یحیٰی بن سعید القطان اس پر معترض تھے اور وہ اسے ناپسند کرتے تھے۔

ابوحاتم کہتے ہیں سچا ہے۔ اپنے والد کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ان کی احادیث کو یاد رکھتا ہے (لیکن یہ روایت انہوں نے اپنے والد سے نقل نہیں کی)

یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے ان کی حدیث کچھ کمزور ہوتی ہے۔ علی المدینی فرماتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ اسے بعض حضرات نے ضعیف کہا ہے۔ ابن حزم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس میں کوئی خاص برائی نہیں۔

بخاری و مسلم نے اس سے صرف وہ احادیث لی ہیں جن کا تعلق اصولِ شریعت سے ہے۔ فضائل کی روایات نقل نہیں کیں۔ عبدالرحمان بن مہدی ان سے روایت لیتے لیکن یحیٰی بن سعید القطان اس سے روایت نہ لیتے۔

محدثین نے اس کی ان متعدد احادیث کو غریب قرار دیا ہے جو وہ اپنے باپ کے علاوہ دوسروں سے روایت کرتا ہے۔ اپنے باپ کی روایت میں اگرچہ اسے ثقہ مانا جاتا ہے لیکن تب بھی یہ شعبہ اور سفیان ثوری کے ہم پلہ نہیں۔ میزان ج ۱ ص ۲۰۸

اسرائیل نے یہ روایت اپنے باپ سے نقل نہیں کی۔ لہٰذا اس روایت میں وہ قابل قبول نہیں جو اپنے باپ سے نقل نہ کرے۔ اس طرح اس روایت میں کئی راویوں پر اعتراض وارد ہوتا ہے

اول منہال شیعہ ہے فضائل میں اس کی روایات ناقابل قبول ہیں۔ اور اسرائیل صرف اپنے باپ کی روایت میں معتبر ہیں۔ کسی اور کی روایت میں معتبر نہیں۔

اس کا ایک اور راوی میسرۃ بن حبیب ہے وہ بھی صرف کام چلاؤ ہے۔ لہٰذا یہ روایت قطعاً قابل قبول نہیں۔ اسی لئے ترمذی نے اس روایت کو غریب قرار دیا اور اسرائیل پر عدم اعتماد کا اظہار کیا۔

اے اللہ میں حسنؓ و حسینؓ سے محبت رکھتا ہوں

حضرت براءؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ و حسینؓ کو دیکھا تو فرمایا اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۳

ہمیں امام ترمذی پر حیرت ہے کہ انہوں نے متضاد روایات کو حسن صحیح قرار دیا۔ کیونکہ امام ترمذی نے چند سطروں کے بعد حضرت براءؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ کے کاندھے پر حسن بن علیؓ سوار تھے۔ اور آپؐ فرما رہے تھے۔ اے اللہ میں حسنؓ سے محبت رکھتا ہوں تو بھی حسنؓ سے محبت رکھ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۴۲ مطبوعہ قرآن محل

پہلی روایت میں حضرات حسنؓ و حسینؓ ہر دو کا ذکر ہے۔ اور اس روایت میں صرف حضرت حسنؓ کا۔ پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے حسنؓ و حسینؓ ہر دو کو دیکھ کر یہ دعا فرمائی۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے یہ دعا حضرت حسنؓ کے لئے اس وقت فرمائی جب آپ حضرت حسنؓ کو کاندھے پر اٹھائے ہوئے تھے۔ تب آپؐ نے یہ دعا فرمائی اور یہ آخری واقعہ صحیح مسلم میں موجود ہے

ظاہر ہے کہ ہر دو روایات ایک دوسرے کی مخالف ہیں، اور ان میں سے ایک ضرور ضعیف ہے۔ ہمارے نزدیک پہلی روایت ہر صورت میں ضعیف ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت براءؓ سے

اس روایت کو نقل کرنے والا عدی بن ثابت ہے اور عدی سے اس واقعہ کو دو شخص نقل کر رہے ہیں۔ ایک شعبہ اور ایک فضیل بن مرزوق۔

شعبہ نے عدی سے وہ الفاظ نقل کئے جو دوسری روایت میں پائے جاتے ہیں اور فضیل نے پہلے الفاظ نقل کئے ہیں۔ گویا یہ ایک روایت ہے جسے دو راویوں نے اپنے استاد سے سن کر اپنے اپنے ذہن کے مطابق اسے تیار کیا ہے۔ اس طرح اس روایت کی صحت وعدم صحت کا دارومدار اس پر موقوف ہے کہ شعبہ اور فضیل بن مرزوق میں کس کو کون سا مقام حاصل ہے۔ شعبہ کے تعارف کے لئے حافظ ابن حجر کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔ فرماتے ہیں۔

شعبہ ثقہ ہیں حافظ ہیں۔ متقن ہیں۔ سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے یہ حدیث میں مسلمانوں کا امیر ہے۔ اور یہ عراق میں سب سے پہلا وہ شخص ہے جس نے عراق میں رجال کی چھان بین کی۔ اور سنت کی حفاظت کی۔ یہ بہت عبادت گذار شخص تھا۔ تقریب التہذیب ص ۱۴۵

ان الفاظ پر غور کریں اور پھر حافظ ابن حجر کے فضیل بن مرزوق کے بارے میں جو ارشادات ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

فضیل بن مرزوق الاغر کوفی ہے۔ سچا ہے لیکن اسے وہم ہوتا ہے۔ تشیع کا اس پر الزام ہے۔ تقریب ص ۲۷۷

یعنی بقول حافظ ابن حجر اسے جھوٹا تو نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اسے حدیث میں وہم بھی ہوتا ہے۔ اور اس پر تشیع کا الزام بھی ہے۔ گویا یہ سب کچھ اسی تشیع کا نتیجہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ زبردستی حضرت حسین کو جوڑ کر ایک نئی روایت تیار کر دی گئی۔ اور امام ترمذی نے اس فضیل کے نام سے اتنا بڑا دھوکہ کھایا کہ وہ بھی روایت کو حسن صحیح فرما گئے۔ اور یہی وجہ ہے حافظ صاحب اسی قسم کی روایات کو بطور حسن ظن فضیل کا وہم تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہم نہیں بلکہ یہ خالص تشیع ہے۔ جو عمداً اختیار کیا جا رہا ہے۔ اس کا اصل فیصلہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ دیگر محدثین کے اقوال بھی سامنے موجود ہوں۔ حافظ ذہبی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس فضیل کو سفیان بن عیینہ اور یحییٰ بن معین نے ثقہ قرار دیا ہے۔

نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ عثمان بن سعید کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ امام ذہبی اپنی رائے پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یہ مشہور شیعہ تھا لیکن صحابہ کو برا نہ کہتا تھا (یعنی تقیہ باز تھا)

ابو عبداللہ الحاکم کا بیان ہے کہ فضیل بن مرزوق صحیح کی شرائط میں داخل نہیں۔ یعنی اس کی روایت صحیح تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ اسی لئے محدثین نے امام مسلم پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے اپنی صحیح میں اس کی روایات کیوں نقل کیں۔

ابن حبان کا فیصلہ یہ ہے کہ انتہائی درجہ کا منکر الحدیث ہے۔ غلط روایات ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے اور عطیۃ العوفی سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔

ابن عدی کا فیصلہ ہے کہ اگر اس کی روایت دوسروں کے مطابق ہو تو قبول کی جائے گی ورنہ نہیں۔ میزان الاعتدال ص۳

جہاں تک یحییٰ بن معین کے قول کا تعلق ہے کہ یہ فضیل ثقہ ہے تو احمد بن ابی خیثمہ نے یحییٰ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ گویا اس فضیل کو سفیان بن عیینہ کے علاوہ کوئی ثقہ قرار نہیں دیتا۔ ممکن ہے کہ سفیان کو اس کے صحیح حالات کا علم نہ ہو کیونکہ سفیان مکہ آ کر مقیم ہو گئے تھے۔ اور یہ کوفہ میں براجمان رہا۔

عبدالرحمان بن ابی حاتم نے اپنے والد ابو حاتم کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے والد ابو حاتم سے سنا ہے کہ یہ فضیل سچا ہے اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے لیکن اسے وہم بہت ہوتا ہے۔ اس کی روایت لکھ لی جائے۔ میں نے عرض کیا، کیا اس کی روایت حجت سمجھی جائے۔ فرمایا نہیں۔ الجرح والتعدیل ج۳ ص۷۵

اس فضیل بن مرزوق نے ابو اسحاق کے واسطے سے حضرت علیؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ کہ اگر تم ابوبکرؓ کو امیر بناؤ گے تو اسے امین، مسلم، دنیا میں زاہد۔ اور آخرت کا راغب پاؤ گے اور اگر عمرؓ کو امیر بناؤ گے تو اسے قوی امین پاؤ گے وہ اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرے گا۔ اور اگر تم علیؓ کو امیر بناؤ گے۔ اور میرا خیال ہے کہ تم ایسا نہ کرو گے تو علیؓ کو ہادی مہدی پاؤ گے

وہ تمہیں طریقت کی راہ پر چلائے گا۔

یہ عقدہ تو حل ہوگیا کہ یہ طریقت کہاں سے چلی ہے اور کون اس کا بانی ہے۔ آئندہ سے ہم ہر ایک کو بتا سکیں گے کہ طریقت کی راہ سب سے پہلے فضیل بن مرزوق نے بتائی تھی۔

الغرض اس بحث کا حاصل یہ نکلا کہ وہ روایت جس میں حضرت حسینؓ کا ذکر ہے وہ فضیل بن مرزوق کی اختراع ہے۔ نہ معلوم امام ترمذیؒ اسے کس رو میں صحیح قرار دے گئے۔ ممکن ہے وہ بھی حافظ ابن حجر کی طرح حسن ظن کا شکار ہوں

پنج تنی فارمولا

حضرت زیدؓ بن ارقم کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ۔ فاطمہؓ، حسنؓ وحسینؓ کو دیکھ کر فرمایا تم چاروں جس سے صلح کرو گے میں بھی اس سے صلح کروں گا اور تم جس سے جنگ کرو گے میں بھی اس سے جنگ کروں گا۔ ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص۸۳

اگر فی الواقع یہ روایت درست ہے تو رافضیوں کو چاہئیے کہ حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ علیہم السلام کی شان میں گستاخیوں سے باز آجائیں۔ کیونکہ ان حضرات نے ان خلفاء اربعہ سے بیعت کی تھی۔

یہ روایت کیا درجہ رکھتی ہے ؟ اس کے متعدد راوی قابل اعتراض ہیں۔

سب سے پہلا راوی صُبیح ہے حضرت ام سلمہؓ کا غلام بیان کیا جاتا ہے۔ ترمذیؒ کا بیان ہے کہ یہ صُبیح غیر معروف ہے۔ میزان ج ۲ ص۳۰۷۔ اس سے ابوداؤدؒ۔ ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے روایات نقل کی ہیں۔

صُبیح سے یہ روایت نقل کرنے والا سُدّیؒ ہے۔ یہ کون سا سُدّی ہے یہ معلوم نہیں۔ اس لئے کہ سُدّی کے لقب سے دو شخص مشہور ہیں۔

۱۔ اوّل اسماعیلؒ بن عبدالرحمان السُّدّی۔ یہ سُدّی کبیر کے لقب سے مشہور ہے۔

۲۔ محمد بن مروان السدی۔ یہ سدی صغیر کے لقب سے مشہور ہے۔ اب ہر دو کا تفصیلی حال امام ذہبی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

سُدی کبیر یعنی اسماعیل بن عبدالرحمان کے بارے میں یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں۔ اس میں کوئی برائی نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں ثقہ ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں سچا ہے۔

لیکن امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں اس کی حدیث کمزور ہوتی ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں حجت نہیں

مسلم بن عبدالرحمان کا بیان ہے کہ ایک بار یہ قرآن کی تفسیر بیان کر رہا تھا۔ اتفاق سے ادھر سے ابراہیم نخعی کا گزر ہوا۔ انہوں نے فرمایا یہ شخص تفسیر قوم بیان کر رہا ہے۔ یعنی ایسی تفسیر بیان کر رہا ہے جس سے لوگ خوش ہوں۔ بلکہ ایک بار کسی نے ان کے سامنے کہا کہ اُسدی کو قرآن کا بہت بڑا علم دیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا قرآن کا علم نہیں دیا گیا بلکہ اسے جہالت کا وافر حصہ ملا ہے

عبدالرحمان بن مہدی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ جوزجانی نے لیث سے روایت کیا ہے کہ کوفہ میں دو ہی شخص تو اصل جھوٹے ہیں ایک سُدی کبیر اور ایک کلبی۔

حسین بن واقد المروزی کا بیان ہے کہ میں اس سے احادیث سننے کے لئے گیا۔ ابھی میں اس کی مجلس سے اٹھا بھی نہ تھا کہ اس نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو گالیاں دینی شروع کر دیں اس کے بعد میں اس کے پاس نہیں گیا۔ میزان ج ا ص۲۳۶

یہ تو سُدی کبیر کا حال تھا۔ اب ذرا السدی صغیر کا چہرہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اس ذات شریف کا نام محمد بن مروان ہے۔ ذہبی کہتے ہیں محدثین نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے حتیٰ کہ بعض محدثین نے اسے کذاب کہا ہے۔ بخاری کہتے ہیں کہ اس کی روایت قطعاً نہ لکھی جائے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ ثقہ نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں میں اس سے بڑھاپے میں ملا تھا۔ لیکن میں نے اس کے بڑھاپے کی وجہ سے اس سے روایت نہیں لی۔ میزان ج ۴ ص۳۲

السید صبحی البدری محشی کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

کہ سدی صغیر کے بارے میں بخاری کا قول ہے کہ محدثین نے اس سے سکوت اختیار کیا ہے۔ اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو ثقہ راویوں سے موضوع کہانیاں نقل کرتے ہیں۔

میزان ج ۴ ص ۳۳ الضعفاء الصغیر ۳۴۰۔ الضعفاء والمتروکین ص ۵۳۸ المجروحین ج ۲ ص ۲۸۶ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۵۲۔

اس روایت کا تیسرا راوی اسباط بن نصر الہمدانی ہے۔ اس کی روایات بخاری کے علاوہ تمام صحاح میں پائی جاتی ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ امام احمد نے اس کے معاملہ میں توقف فرمایا ہے۔ لیکن ابونعیم کا قول ہے کہ ضعیف ہے۔

ابن عدی لکھتے ہیں اس کی یہ روایت منکر ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۷۵

اس اسباط سے نقل کرنے والا ابوغسان ہے ہم اس کے حالات سے اس لئے بحث کرنا نہیں چاہتے کہ کچھ مزید صفحات ضائع ہوں گے۔ کیونکہ ابوغسان چھ اشخاص کی کنیت ہے۔ اور اس روایت کے منکر و مردود ہونے کے لئے صرف سدی اور اسباط کا وجود بہت کافی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کا لعاب چوستے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کا لعاب اسی طرح چوستے دیکھا جیسے کوئی خشک کھجور کو چوستا ہے۔

اسرائیل بن موسیٰ البصری

اس روایت کا راوی اسرائیل ہے جو بعد میں ہندوستان جا کر آباد ہو گیا تھا۔ ابوحاتم رازی اور یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا تھا۔ لیکن ازدی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت انتہائی غریب ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۰۸

میرے نزدیک اس کے دو راوی محمد بن ہارون بن حمید اور حسن بن حماد مجہول ہیں۔ اس کا ایک راوی یحییٰ بن یعلیٰ ہے اگر اس سے مراد یحییٰ بن یعلیٰ القطوانی ہے تو وہ قابل قبول نہیں۔

ہم حصہ اوّل میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ۳ھ کے شروع میں پیدا ہوئے۔ گویا وفاتِ رسولؐ کے وقت ان کی عمر دو سال تین ماہ تھی اور اس عمر میں بچہ کی زبان نہیں چوسی جا سکتی۔

حضرات حسنینؓ کے تعویذ بندھے ہوتے تھے

حضرات عبداللہؓ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرات حسنینؓ کے دو تعویذ بندھے ہوئے تھے۔ جن میں جبرئیل علیہ السلام کے پر کے ریشے تھے۔ میزان ج ۱ صـ۳

ابراہیم بن سلیمان ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت ابن الاعرابی نے اپنی معجم میں ابراہیم بن سلیمان سے نقل کی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اس ابراہیم نے اسے وضع کیا ہے۔ میزان ج ۱ صـ۳

حافظ ابن حجر یہ روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ روایت اسی ابراہیم بن سلیمان نے وضع کی ہے۔ اسے ابن الاعرابی نے اپنی معجم میں اور صاحب اغانی نے نقل کیا ہے۔ اور ابن حبان نے اس ابراہیم کا کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ لسان المیزان ج ۱ صـ۴

ابراہیم بن سلیمان کے بارے میں ہمیں کوئی تفصیلی حال معلوم نہیں ہو سکا۔ اس لحاظ سے یہ راوی مجہول الحال ہے۔ اسے ثقہ یا ضعیف کہنا بے کار ہے۔ اسے مجہول کہنا زیادہ موزوں ہے۔

خلاد بن عیسیٰ ابراہیم نے یہ روایت خلاد بن عیسیٰ سے نقل کی ہے۔ اس کی روایات ابوداؤد اور ابن ماجہ میں موجود ہیں۔ یہ حکم اور ثابت سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے سماک اور حسین جعفی وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

ابن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ اسکی روایت صحت کے قریب ہوتی ہے۔ عقیلی کہتے ہیں یہ نقل حدیث میں مجہول ہے۔ میزان ج ۱ صـ۶۵۶

قیس بن الربیع

یہ شخص قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ بذاتِ خود تو سچا ہے۔ لیکن اس کا حافظہ خراب تھا۔ اس سے ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔

امام شعبہ اور چند دیگر حضرات اس قیس کی بہت حمد و ثنا کرتے لیکن قوی نہیں۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں۔ ضعیف ہے اور ایک بار فرمایا کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام احمد سے سوال کیا گیا کہ لوگوں نے اس کی روایت کیوں ترک کر دی۔ انھوں نے فرمایا یہ شیعہ تھا۔ غلطیاں بہت کرتا اور اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ وکیع بن الجراح اور علی بن المدینی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ متروک ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔

امام بخاری الضعفا الصغیر میں لکھتے ہیں۔ اس قیس بن الربیع کی کنیت ابومحمد ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ اور قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ وکیع بن الجراح اسے ضعیف کہتے۔ ابونعیم کا بیان ہے کہ اس قیس کی موت ۱۶۷ھ میں ہوئی۔ الضعفا الصغیر ص ۹۵

لیکن لکھتے ہیں۔ قیس بن الربیع کوفہ کا باشندہ ہے۔ متروک الحدیث ہے۔ الضعفا والمتروکین للنسائی ص ۸۹۔ اس کا تفصیلی حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ الغرض اس روایت کے اکثر راوی ماشاءاللہ ہیں۔

جنّت الفردوس کو حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ زینت دی گئی ہے

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جب جنّت الفردوس پیدا فرمائی تو اس نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے کچھ زینت دیجئے۔ ارشاد ہوا کہ میں نے تجھے حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ زینت دی ہے۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۹۶

یعنی جب تک حسنؓ و حسینؓ دنیا سے تشریف لے جا کر جنّت الفردوس کو زینت نہ بخشیں گے

وہ بے زیب و زینت کھڑی رہے گی۔ حتیٰ کہ ہزار ہا سال اس پر اسی طرح گزر جائیں گے۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ کھنڈر میں تبدیل ہوجائے۔

اس روایت کو فضلؒ بن یوسف القصبانی نے حسنؒ بن صابر الکسائی کے ذریعے نقل کیا ہے۔ ابن حبانؒ کا بیان ہے کہ حسنؒ الکسائی منکر الحدیث ہے۔ پھر ابن حبانؒ نے یہ روایت بیان کی اور اس کی اوپر کی سند بیان کی۔ یعنی وکیعؒ، ہشامؒ، عروہؒ، حضرت عائشہؓ، میزان ج ۱ ص ۲۹۶

ہم نے اپنی عمر عائشہؓ نامی کتاب میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ جب تک ہشام مدینہ میں رہے ہر قسم کی آفتوں سے محفوظ رہے۔ لیکن عراق میں قدم رکھتے ہی لوگوں نے ان کی جانب سے جھوٹ ٹھونا شروع کردیا۔ حتیٰ کہ ہمیں ہر اس روایت پر شک ہونے لگا جسے اہل عراق ہشام سے نقل کریں۔ اور اتفاق سے اس کے راوی بھی عراقی ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ لکھنے پر ہمیں ڈر محسوس ہوتا ہے۔

یہ روایت حضرت عقبہؓ بن عامر سے بھی مروی ہے اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جنت نے عرض کیا اے میرے پروردگار آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھے دو ستونوں سے زینت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا کیا میں نے تجھے حسنؓ و حسینؓ کے ذریعے زینت نہیں دی؟ جنت یہ سنکر اسی طرح ناچنے لگی جس طرح کوئی دلہن خوشی میں ناچتی ہے۔ اس روایت کا راوی

احمد بن محمد بن الحجاج بن رشدین بن سعد ابو جعفر المصری ہے۔ ابن عدیؒ لکھتے ہیں۔ محدثین نے اسے کذاب کہا ہے۔ اور اس کی روایات منکر قرار دیا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۳۳

حمید بن علی اس احمد بن محمد بن الحجاج نے یہ روایت حمیدؒ بن علی العجلی سے نقل کی ہے۔ ذہبیؒ لکھتے ہیں یہ کوفہ کا باشندہ تھا اور انتہائی واہی انسان تھا۔ میزان ج ۱ ص ۱۴۴

ابن لہیعہ اس حمیدؒ نے یہ کہانی ابن لہیعہؒ سے نقل کی ہے۔ اس کا تفصیل حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ گویا یہ روایت پہلی روایت سے بھی زیادہ ردی ہے۔

مجھے سب سے زیادہ محبوب حسنؓ حسینؓ ہیں

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے گھر والوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب حسنؓ و حسینؓ ہیں۔ میزان ج ۴ ص ۴۶۱

اس کا راوی یوسف بن ابراہیم اللاّلی ہے جو یہ کہانی حضرت انسؓ سے نقل کر رہا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے یہ حضرت انسؓ کی جانب جھوٹی داستانیں منسوب کرتا ہے۔ جو انہوں نے کبھی بیان نہیں کیں ایسی روایات کو بیان کرنا بھی حلال نہیں۔

بخاری کا بیان ہے کہ اس کی کنیت ابو شیبہ ہے۔ یہ عجیب و غریب کہانیاں بیان کرتا ہے۔ ابو حاتم رازی فرماتے ہیں یوسف بن ابراہیم ضعیف ہے۔ یہ عجیب و غریب روایات بیان کرتا ہے۔ ابو احمد حاکم کا بیان ہے کہ یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ ابن عدی نے اس کی روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ میزان جلد ۴ ص ۴۶۱

جنّت کو حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ خوبصورت بنایا گیا

بزلیغ الازدی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنّت نے عرض کیا اے میرے پروردگار آپ نے مجھے بہت زیب و زینت دی تو میرے ستون بھی خوبصورت بنا دیجئے۔ ارشاد ہوا میں نے تیرے ستونوں کو حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ زینت بخشی ہے۔

جنت جیسی بڑی جگہ جہاں اربہا ارب انسان ہوں گے۔ اس کے لئے صرف دو ستون قطعاً ناکافی ہوں گے۔ لہٰذا اس میں بارہ اماموں اور دیگر صحابہ کا بھی اضافہ ہونا چاہئے تاکہ کچھ حصوں کا کام چل جائے ورنہ دو ستونوں سے تو وہ حصہ بھی مزیّن نہ ہوگا جو حسنؓ و حسینؓ کو ملے گا۔

اس روایت کو عبدان نے معرفۃ علوم الصحابہ میں یحییٰ بن احمد سے نقل کیا ہے۔ ذہبی کا بیان

ہے کہ یہ ایک مجہول شخص ہے۔ اور اسکی روایت باطل ہے۔ اس روایت کی سند میں کئی راوی مجہول ہیں۔

اسمٰعیل بن عیاش اس روایت کو یحیٰی نے اسمٰعیل بن عیاش سے نقل کیا ہے۔ اس کا حال سابقہ صفحات میں گذر چکا ہے۔ کہ اس اسمٰعیل کی وہ روایات قطعاً ناقابل قبول ہیں جو اہل شام کے علاوہ وہ کسی اور جگہ کے راوی سے راویت کریں۔ اور وہ یہ روایت ہانیؑ بن متوکل الاسکندرانی سے نقل کر رہا ہے۔

ہانیؑ بن متوکل الاسکندرانی یہ ہانی ناقابل قبول ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی اکثر روایات منکر ہوتی ہیں۔ اس سے احتجاج جائز نہیں۔ میزان ج ۴ ص۲۹۱

محمد بن عیاض ہانی بن متوکل نے یہ روایت محمد بن عیاض سے نقل کی ہے اور وہ اپنے والد سے اور یہ دونوں افراد مجہول ہیں۔ اسی طرح عباس بن بزیغ بھی مجہول ہے۔ اور بزیغ نامی کسی صحابی کا تذکرہ آج تک ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ ایران کے کسی آتشکدے کی یادگار ہو۔

ویسے بھی یہ روایت خلاف عقل ہے کیونکہ جنت کوئی چھوٹی سی کوٹھری نہیں جس کیلئے صرف دو ستون کافی ہوں۔ ویسے جنت ایک باغ ہے وہ باغ پر چھت نہیں ڈالی جاتی کہ اس کو ستونوں کی ضرورت لاحق ہو۔

جسے کسی جنتی بچہ کو دیکھنا ہو وہ حسینؑ کو دیکھ لے

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جسے کسی جنتی انسان کو دیکھنا ہو وہ حسینؑ کی جانب دیکھ لے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات فرماتے سنا ہے۔ میزان ج ۲ ص۳

ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت مسند ابی یعلیٰ میں پائی جاتی ہے۔ اس کا راوی ربیع بن سعد الجعفی الکوفی ہے۔ جو مجہول ہے۔ ابن حبان نے بھی اس روایت کو اپنی الانواع میں نقل کیا ہے۔ لیکن انھوں

نے بھی ربیع بن سعد سے نقل کیا ہے۔

ربیع بن سعد تک یہ روایت خبر واحد رہی ہے۔ یعنی سو سال تک بجز ایک فرد کے اسے کوئی نہ جانتا تھا۔ اور یکایک رافضیوں کی مہربانی سے یہ چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ حالانکہ حضرت جابرؓ ان لوگوں میں داخل ہیں جنھوں نے حضرت حسینؓ کو خروج سے منع کیا۔

اگر جنتی ہونے کا سوال ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اعلان کیا ہے۔

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ	اور مہاجرین و انصار سے پہلے لوگ اور وہ لوگ
وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ	جنھوں نے ان کی اتباع کی اللہ ان سے راضی
رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَ	ہوا۔ اور یہ اللہ سے راضی ہیں۔ اور ان کے لئے
اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا	ایسی جنتیں تیار کیں جن کے نیچے نہریں بہتی
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ط	ہوں گی جن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ
ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○	ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت کی رو سے تمام مہاجرین و انصار جنتی ہیں اور ان سے اللہ راضی ہو چکا ہے۔ اور مہاجر و انصار کی اولاد متبعین مہاجرین و انصار میں داخل ہو کر تو جنتی بن سکتی ہے۔ لیکن اصلاً تو جنتی مہاجرین و انصار ہیں۔ اور مہاجرین و انصار کے علاوہ کسی اور شخص کے لئے جنتی ہونے کا دعویٰ ظنی تو ہو سکتا ہے لیکن قطعی اور یقینی نہیں۔

جو حسین سے محبت کریگا اللہ اس سے محبت کریگا

یعلیٰ بن مرہ کا بیان ہے کہ وہ ایک دعوت میں شرکت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ راہ میں حسینؓ کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے آگئے اور انہیں پکڑنے کے لئے اپنے ہاتھ پھیلائے۔ لڑکا ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے

ہنسانے لگے۔ حتیٰ کہ آپ نے اسے پکڑ لیا۔ اور آپ نے اپنا ایک ہاتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور دوسرا اس کے سر کی کھوپڑی پر۔ اور فرمایا، حسینؓ مجھ سے ہیں اور میں حسینؓ سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت فرمائے جو حسین سے محبت کرے۔ حسین اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔ ابن ماجہ مترجم ج ا صہ۸۳

اس روایت کے دو راوی قابل اعتراض ہیں۔ ایک عبداللہؒ بن عثمان بن خثیم اور دوسرا یعقوبؒ بن حمید بن کاسب۔

عبداللہ بن عثمان خثیم المکی

اس سے بخاریؒ کے علاوہ اور سب صحاح کے مصنفینؒ نے روایات لی ہیں۔ ابن الدروقی نے یحیٰؒ بن معین سے نقل کیا ہے کہ اس کی احادیث قوی نہیں اور احمدؒ بن ابی مریم نے یحییٰ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ یہ ثقہ ہے۔ حجّت ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ایک بار فرمایا اس کی حدیث حجّت نہیں۔ نسائی نے اس کی یہ حدیث نقل کر کے "اثمد سرمہ کو لازم پکڑو" بیان کر کے کہا ہے۔ اس کی حدیث کمزور ہوتی ہے میزان جلد ۲ صہ۴۵۹

یعقوب بن حمید الکاسب المدنی

اس سے ابنؒ ماجہ نے روایات لی ہیں اگرچہ امامؒ ذہبی نے ایک جگہ یہ دعویٰ کیا کہ اس کی دو روایات صحیح بخاری میں پائی جاتی ہیں لیکن خود ہی یہ فرماتے ہیں کہ بخاری میں جہاں یعقوبؒ بن حمید کی روایت آئی ہے۔ اس سے مراد یعقوبؒ بن حمید الدروقی ہیں۔ یعقوب بن حمید الکاسب المدنی نہیں۔

بخاریؒ کہتے ہیں یہ سچا انسان ہے۔ میں نے اس میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔ لیکن یحییٰؒ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ ان سے جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو انھوں نے فرمایا اس پر تو حد جاری ہوئی تھی۔

ابوزرعہ سے جب اس کی روایت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے انکار میں سر ہلا دیا۔ ابوحاتم کا قول ہے ضعیف ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا شمار علمائے حدیث میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کی عام روایات منکر اور غریب ہوتی ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس سے بہت سی احادیث مروی ہیں لیکن بہت سی غریب ہیں۔ ابوداؤد کا بیان ہے جب ہم نے اس کی روایات کو دیکھا تو ان میں سے بہت سی منکر پائیں۔ میزان ج ۴ ص ۱۵۴
نسائی کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ کتاب الضعفا للنسائی ص ۱۰۶

یہ تو اس روایت پر سندی بحث ہے۔ لیکن جہاں تک معنوی معاملات کا تعلق ہے تو ہم یہ کسی مقام پر عرض کر چکے ہیں کہ اسباط سبط کی جمع ہے اور عربی زبان میں یہ لفظ عبرانی زبان سے آیا ہے اور عبرانی زبان میں سبط بمعنی پوتا ہے۔ چونکہ حضرت یعقوبؑ کے بارہ ۱۲ صاحبزادے ہوئے۔ لہذا ہر صاحبزادے کی اولاد سبط کہلائی، جس کی جمع اسباط آتی ہے۔ قرآن میں یہ لفظ ہر جگہ پوتے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لیکن تشیع کی فریب کاریاں ہیں کہ انہوں نے حسنؓ و حسینؓ کو سبط کے نام سے مشہور کر دیا حالانکہ اگر سبط بمعنی نواسہ آتا ہے تو اور نواسوں نے کونسا قصور کیا تھا جو ان کو اولاد ہونے سے خارج کیا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ ان میں سے ہر لڑکی کے اولاد ہوئی جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

حضرت زینبؓ:۔ ان کے ایک لڑکے کا نام علی ہے۔ اور یہ وہی علی ہیں جنہیں حضور نے فتح مکہ کے دن اپنے کاندھوں پر چڑھایا اور انہوں نے کعبہ کا بت توڑ کر پھینکا۔ ان کے والد کا نام ابوالعاصؓ ہے۔ جو اموی خاندان کے ایک فرد ہیں۔ یہ وہی ابوالعاصؓ ہیں جنہیں حضور نے حضرت علیؓ پر اس وقت فوقیت دی جب حضرت علیؓ نے فتح مکہ کے وقت ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا تھا تو حضور نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ ابوالعاصؓ نے مجھ سے جو وعدہ کیا وہ پورا کیا۔ لیکن اے علیؓ اگر تم ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو فاطمہؓ کو طلاق دیدو۔

ان ابوالعاصؓ کی ایک صاحبزادی امامہ ہیں۔ جن سے حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق نکاح فرمایا۔

دوسری صاحبزادی رقیہؓ تھیں ۔ کا انتقال جنگ بدر کے وقت ہوا۔ اور ان سے عثمانؓ کے ایک صاحبزادے عبداللہ نامی ہوئے۔

تیسری صاحبزادی ام کلثومؓ ہیں۔ ان سے ایک صاحبزادے عبدالرحمٰن نامی پیدا ہوئے۔ آپ کے یہ تمام نواسے اور نواسیاں اموی باپ سے پیدا ہوئیں۔ اور چونکہ ایرانی مذہب میں نسب نامہ باپ اور ماں دونوں سے چلتا ہے ۔ اس اصول کو اسلام میں پھیلانے کے لئے پنج تن کی کہانیاں وضع کی گئیں۔ اور برصغیر ہندو پاکستان میں شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہوگا۔ جو شیعوں کے اس بنیادی مسئلے کا قائل نہ ہو۔

جس نے حضرت حسن و حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے حسنؓ و حسینؓ سے محبت کی اس نے مجھؐ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھؐ سے بغض رکھا۔ ابن ماجہ مترجم ج ا صـ۸۳

اگر ان ہر دو حضرات کے تخیلات میں فرق ہو تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ شیعوں کی طرح کوئی فیصلہ نہ کریں کہ نام تو حضرت حسنؓ کا لیتے رہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے رہیں کہ حسنؓ مذل وجوہ المومنین اور مسود وجوہ المومنین ہیں اور اس طرح حسینیت کی یاد تازہ کرتے رہیں۔ بلکہ اپنی جگہ دونوں کو درست کہتے رہیں۔ اور کسی کے جھگڑے میں کوئی فیصلہ نہ کریں۔ زیادہ سے زیادہ اس روایت پہ ای طرح عمل ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی ہمارا ہم خیال بننا چاہے تو اس کے لئے عرض یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کی صلح کی فضیلت بیان کی ہے۔ لہذا جو مسلمانوں میں صلح کرائے گا وہ حضورؐ کی نظروں میں ممدوح ہوگا۔ اور جو مسلمانوں میں باہم اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کریگا

وہ رسول اللہؐ کی نظروں میں مذموم ہوگا۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ اور علی الخصوص جب دیگر صحابہ اور امت بھی اس کے خلاف ہوں۔ خیر یہ باتیں مضمون سے باہر کی ہیں اس لئے ہم اصل مضمون کی جانب آتے ہیں۔

اس روایت کا ایک راوی داؤد بن ابی عوف ہے جس کی کینت ابوالجاف ہے۔ ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ میں اس کی روایت پائی جاتی ہیں۔

ابن ماجہ فرماتے ہیں وہ پسندیدہ انسان تھا۔ نسائی کہتے ہیں اس شخص میں کوئی خرابی نہیں۔

امام احمد اور یحیٰی بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔

ابن عدی لکھتے ہیں میرے نزدیک اس کی حدیث حجت نہیں یہ شیعہ ہے اور اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل کے سلسلہ میں ہوتی ہیں۔ پھر ابن عدی نے اس کی کچھ ایسی منکرات پیش کیں جن کو اکثر محدثین نے موضوع قرار دیا۔ میزان ج ۲ ص۱۸

ایسی صورت میں اس کی وہ روایات جو فضائل علیؓ و حسینؓ سے متعلق ہوں کیسے قبول کی جاسکتی ہیں۔

حسینؓ اسباط میں سے ایک سبط ہیں

حضرت یعلیٰؓ بن مرہ کا بیان ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت میں گئے۔ اچانک حضرت حسینؓ ایک گلی میں کھیل رہے تھے۔ یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔ اور اپنے ہاتھ پھیلا دیئے۔ بچہ ادھر اُدھر بھاگنے لگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہنسانے لگے۔ حتیٰ کہ آپ نے بچہ کو پکڑ لیا۔ ایک ہاتھ اس کے سر پہ رکھا اور ایک ٹھوڑی کے نیچے۔ اور اُس کا پیار لیا۔ اور فرمایا حسینؓ مجھ سے ہیں اور میں حسینؓ سے ہوں۔ جو شخص حسینؓ سے محبت رکھتا ہے۔ اللہ بھی اس سے محبت رکھتا ہے۔ حسینؓ اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔ ابن ماجہ مترجم ج۱ ص۸۳

اس روایت کی سند حسب ذیل ہے۔

یعقوب بن حمید بن کاسب۔ یحیٰی بن سلیم۔ عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔ سعید بن ابی راشد

یعقوب بن حمید الکاسب المدنی: اس کی روایت ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔ ابراہیم بن سعد، ابن وہب اور ایک جماعت نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ ابن ماجہ، بخاری، اور عبداللہ بن احمد بن حنبل وغیرہ نے اس سے روایت لی ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں ہم نے اس میں صرف بھلائی دیکھی ہے۔ یہ فی الواقع سچا آدمی ہے۔ مضر بن محمد الاسدی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ لیکن یحییٰ کے مشہور شاگرد عباس دوری نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ ان سے کسی نے اس کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے فرمایا اس پر حد جاری ہوئی تھی۔ عباس دوری کہتے ہیں میں نے سوال کیا کہ کیا وہ اپنے سماع میں ثقہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں۔

امام ابوزرعہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ انہوں نے اپنا انکار میں سر ہلادیا نسائی کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ یہی قول یحییٰ بن معین کا ہے۔ اور ابوحاتم کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ علماء حدیث میں سے ہے لیکن اس کی غریب اور منکر روایات کافی ہیں۔ امام بخاری نے دو موقعوں پر اس کی روایت لی ہے۔ ایک کتاب الصلح میں اور ایک حاضرین بدر میں۔ لیکن بعض حضرات کا دعویٰ ہے کہ اس سے یعقوب بن ابراہیم الدورقی مراد ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ بخاری کی مراد یعقوب بن حمید نہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے۔ اس یعقوب کی روایت میں کوئی خرابی نہیں۔ اس لئے کہ یہ بہت سی احادیث کا راوی ہے۔ غریب روایات بھی بہت نقل کرتا ہے۔ میں نے اس کی مسند قاسم بن مہدی سے لکھی تھی۔ اس نے اس کی روایات کو ابواب پر تقسیم کیا تھا۔ اس میں غریب، منسوخ۔ اور ان اہل مدینہ کی روایات بھی تھیں جن سے کوئی روایت نہیں کرتا۔

زکریا بن یحییٰ العلوانی کا بیان ہے کہ میں نے ابوداؤد سجستانی کو دیکھا کہ انہوں نے اس کا

روایات اپنی تحریرات کی پشت پر نوٹ کر رکھی تھیں۔ میں نے ان سے سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا ہم نے ان کی مسند کو دیکھا تو اس میں بہت سی منکر روایات پائیں۔ ہم نے اس کی اصولی روایات کو دیکھا لیکن اس میں تبدیلی کی گئی تھی۔ اور مرسل میں اضافہ کر کے اسے مُسند بنایا گیا تھا۔ اس کا انتقال ۲۴۱ھ میں ہوا۔ میزان ج ۴ ص ۲۵۴

الغرض یہ یعقوب بن حمید محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

یحییٰ بن سُلیم: اسے ابن ابی سُلیم بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت ابوبلج ہے۔ قبیلہ بنی فزارہ سے تعلق رکھتا ہے۔ واسط کا باشندہ ہے۔ عمرو بن میمون الاودی سے حدیث روایت کرتا ہے۔

اسے یحییٰ بن معین، ابن سعد، نسائی اور دارقطنی نے ثقہ کہا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس نے ایک منکر حدیث روایت کی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ غلطیاں کرتا ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں ثقہ نہیں۔

اگر یحییٰ بن سلیم سے مراد واسطی ہے تب تو یہ ہے لیکن اگر یحییٰ بن سلیم سے مراد طائفی الحزاء ہے تو اس کا حال درج ذیل ہے۔

یحییٰ بن سُلیم الطائفی: اس نے حذار (مقابل) مکہ میں اقامت اختیار کی تھی یہ عبداللہ بن عثمان بن خثیم اور موسیٰ بن عقبہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے شافعی اور حسن الزعفرانی نے حدیث روایت کی ہے۔ صحاح ستہ کے مصنفین نے اس سے روایات لی ہیں۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے بہت سی احادیث نقل کرتا ہے۔ شافعی اور حسن الزعفرانی کا بیان ہے کہ یہ بہت فاضل تھا۔ ہم اسے ابدال میں شمار کرتے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ امام احمد کا بیان ہے کہ میں نے اس کی احادیث کو دیکھا تو اس میں بہت خلط ملط پایا لہذا میں نے اس کی روایات چھوڑ دیں۔ عبداللہ بن احمد نے اپنے والد سے

نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ ایسا اور ویسا تھا ۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۸۴
نسائی لکھتے ہیں یہ قوی نہیں ص ۱۰۹ کتاب الضعفاء المتروکین

عبداللہ بن عثمان بن خثیم :۔ یہ شخص مکہ کا باشندہ ہے ۔ بخاری کے علاوہ بقیہ محدثین نے اس سے روایات لی ہیں

ابن الدورقی نے یحیٰی بن معین سے نقل کیا ہے کہ اس کی احادیث قوی نہیں ۔ احمد بن ابی مریم نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ ہے ۔ حجت ہے ۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ ابن خثیم میں کوئی حرج نہیں ۔ یہ حدیث میں نیک ہے ۔ اور کبھی فرمایا اس کی حدیث حجت نہیں ۔ نسائی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں یہ عبداللہ بن عثمان بن خثیم حدیث میں کمزور ہے ۔ میزان ج ۲ ص ۴۵۹

سعید بن راشد :۔ اسے ابن ابی راشد بھی کہتے ہیں یعلی بن مرہ سے حدیث روایت کرتا ہے اور اس سے عبداللہ بن عثمان بن خثیم کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی ۔

ترمذی نے فضائل میں اس کی روایت حسین منی وانا من حسین کو حسن قرار دیا ہے ۔ میزان ج ۲ ص ۱۳۵

خود ذہبی نے میزان میں دوسرے مقام پر لکھا ہے لا تغتر بتحسین الترمذی ۔ ترمذی جس حدیث کو حسن کہیں ہرگز دھوکہ نہ کھانا ۔ گویا کہ ترمذی کی تحسین کوئی مقام نہیں رکھتی ۔

یہ سب کچھ اس وقت ہے جب کہ ہم یہ تسلیم کر لیں کہ سعید بن راشد جو یعلی بن مرہ سے نقل کر رہا ہے وہ سعید بن راشد المازنی السماک نہیں ہے ۔ جبکہ اس کی کوئی دلیل اور کوئی ثبوت موجود نہیں ۔ اگر یہ مازنی ہے تو بخاری کا بیان ہے کہ یہ سعید بن راشد منکر الحدیث ہے ۔ یحیٰی کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں ۔ اور نسائی کہتے ہیں متروک ہے ۔ میزان ج ۲ ص ۱۳۵ ۔ کتاب الصغیر ص ۵ ۔ الضعفاء الصغیر ص ۵ ۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۹۴ ۔ الضعفاء المتروکین

للدار قطنی ص۲۰۱

اس روایت میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن میں اسباط کا لفظ متعدد مقام پر

آیا ہے جیسے

كما اوحينا الى ابراهيم و اسمٰعيل و اسحٰق و يعقوب و الاسباط — جیسے ہم نے ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اسباط کی جانب وحی کی۔

ہم جب قرآن پر غور کرتے اور سبط کے معنی پر غور کرتے ہیں۔ تو کسی مقام پر بھی سبط نواسے کے معنی میں نہیں آیا بلکہ ہر مقام پر پوتے کے معنی میں آیا ہے۔ گویا اس روایت میں تشیع کارفرما ہے چونکہ شیعوں نے اس لفظ کو حضرت حسینؓ کے ساتھ لگا کر مشہور کیا ہے۔ حالانکہ اس لفظ کا وجود خود روایت کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن نے اس لفظ کو پوتے کے لئے استعمال کیا تھا لیکن روایات کے بل بوتے پر یہ ثابت کیا گیا کہ قرآن غلط لفظ استعمال کر رہا ہے۔ گویا یہ قرآن غلط ہے مفسر قرطبی اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اسباط یعقوب علیہم السلام کے بیٹوں کو کہا جاتا ہے جو بارہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو سبط بولا جاتا ہے۔ گویا سبط بمعنی قبیلہ ہے۔ تفسیر قرطبی ج ۱ ص۵۲۵

گویا وہ ہر روایت جس میں لفظ سبط کو نواسے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہو۔ وہ شیعوں کی اختراع ہے۔ اسی لئے یہ لفظ ہر جگہ حضرت حسینؓ کے ساتھ ملتا ہے۔ کیونکہ ایرانیوں میں نسب نامہ خواہ باپ سے چلے یا ماں سے لسے نسب میں شمار کیا جاتا ہے۔ جبکہ اہل عرب عورت کو نسب میں داخل ہی نہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے لڑکی خواہ کسی خاندان کی ہو۔ اولاد باپ کی جانب منسوب ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی صاحبزادیوں کی اولاد چونکہ ہاشمی نہ تھی۔ اس لئے شیعہ ذہن اسے قبول نہیں کرتا۔ اور اسی باعث سکینہ بنت حسین جن کی عمر پچاسی سال ہوئی انہیں قبل از موت کربلا میں دفن کر دیتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اکثر نکاح امویوں سے کئے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیاں امویوں کے نکاح میں گئیں۔ اور ان سے اولاد ہوئی جو عربی قبائل کے لحاظ سے اموی کہلائے گی۔

ہم نے امویوں کو ہاشمیوں کا دشمن ظاہر کیا تاکہ اس دشمنی کے بل بوتے پر یہ ثابت کیا جائے کہ یہ تینوں حضورؐ کی صاحبزادیاں نہ تھیں اور نہ ان کی اولاد حضورؐ کی اولاد ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یاایھا النبی قل لازواجک و بنتک — اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے فرما دیجئے۔

عربی میں بنات بنت کی جمع ہے جیسے ازواج زوج کی جمع ہے اور عربی میں جمع کا لفظ کم ازکم تین پر بولا جاتا ہے۔ یعنی سورۂ احزاب کے آخر میں جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو کم ازکم اس وقت آپؐ کی تین صاحبزادیاں حیات تھیں۔ یعنی حضرت زینبؓ، حضرت اُم کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرے۔

آج کل جو یہ مرض پھیلا ہوا ہے کہ ہر بات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر دیا جاتا ہے یہ قطعاً حرام ہے۔ اسے شریعت کی زبان میں افترا علی الرسول کہہ سکتے ہیں۔ لوگوں کو اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

ہم نے مذہبی داستان اسی لئے تحریر کی ہے تاکہ آپ حضرات کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کی زبانوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کتنا جھوٹ جاری ہے۔ کم ازکم آپ حضرات اس جھوٹ سے تو محفوظ رہیں۔

حسنؓ و حسینؓ سے اللہ محبت فرماتا ہے

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ عباسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اٹھایا اور اپنی جگہ تخت پر بٹھا دیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اے چچا اللہ آپ کو بلند رکھے۔ اس پر عباسؓ نے

فرمایا یہ علیؓ آیا ہے جو آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ آپ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ علیؓ کے ساتھ حسن وحسین بھی آ گئے۔ عباسؓ نے فرمایا یا رسول اللہ یہ آپ کی اولاد ہے۔ آپ نے فرمایا اے چچا یہ آپ کی بھی اولاد ہے۔ پھر عباسؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ کو ان دونوں سے محبت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جیسے میں ان سے محبت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ویسی محبت عطا فرمائے۔

طبرانی نے اسے نقل کر کے لکھا ہے کہ ابن الاجلح نے اسے اپنے باپ اجلح سے روایت کیا ہے اور ان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔

عبداللہ بن اجلح۔ امام احمد وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس نے متعدد منکر روایات نقل کی ہیں۔ ابوحاتم رازی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ جو کچھ بیان کرتا ہے اسے بھی نہیں سمجھتا۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ صـ۲۵۸۔

اجلح اس عبداللہ بن اجلح کے باپ کا نام اجلح ہے۔ حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں۔ اس اجلح کے باپ کا نام بھی عبداللہ ہے قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتا ہے سچا ہے لیکن شیعہ ہے۔ تقریب التہذیب صـ۲۵۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

اس اجلح کی کنیت ابوحجیۃ الکندی ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ ارنبہ نے اس سے روایت نقل کی ہے۔ کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ اس کا نام یحییٰ ہے۔ امام شعبی اور ان کے اہل زمانہ لوگوں سے روایت لیتا ہے۔ اس نے ثوری اور قطان سے روایت لی ہے۔

یحییٰ بن معین اور احمد بن عبداللہ العجلی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ یہ غیظر کے قریب ہے۔

ابوحاتم لکھتے ہیں یہ قوی نہیں۔ نسائی لکھتے ہیں یہ قوی نہیں یہ بری رائے رکھتا ہے۔ بسعید القطان

حاشیہ صفحہ نمبر ۱۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

کا بیان ہے کہ اس کی جانب سے میرے دل میں شک ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں سچا آدمی ہے لیکن شیعہ ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ اجلح افترا باز ہے۔

اسحاق بن موسیٰ الکندی نے شریک سے نقل کیا ہے، انہوں نے اجلح سے کہ ہم یہ سنتے آئے تھے کہ جس نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو برا کہا یا وہ فقیر ہوا۔ یا قتل ہو کر مرا۔ ۱۴۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

اس روایت میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس روایت کا ایک راوی عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ ہے جو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو واجب القتل سمجھتا ہے بلکہ ان تمام لوگوں کو واجب القتل سمجھتا ہے جو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو مسلمان سمجھتا ہو۔ غالباً جناب اجلح عکرمہ کی اس بات سے واقف نہ تھے۔

لہ۔ فطر سے مقصود فطر بن خلیفہ ہے اس کی کنیت ابوبکر ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ ابوحاتم کا قول ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن سعد کا قول ہے کہ انشاء اللہ یہ ثقہ ہے اگرچہ کچھ لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابوبکر بن عیاش کا قول ہے۔ کہ میں نے اس کی روایت اسی لئے چھوڑ دی کہ یہ بہت بدعقیدہ تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں اس فطر کو اگرچہ یحییٰ نے ثقہ کہا ہے لیکن یہ غالی قسم کا خشبی تھا (یعنی اس لکڑی کا پجاری جس پر زید بن علی کو پھانسی دی گئی تھی)

احمد بن یونس کا قول ہے کہ میں اسے ایسے ہی چھوڑ کر گزر جاتا تھا جیسے کوئی کتے کو چھوڑ کر گزر جاتا ہے۔ عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد یعنی امام احمد بن حنبل سے اس فطر کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا ثقہ ہے۔ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ شیعہ ہے۔ امام مسلم کے علاوہ باقی پانچوں نے اس سے روایات لی ہیں ۱۵۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۶۳۔

حضرت حسینؓ کیلئے آسمان سے بجلی کی آمد

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حسینؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسینؓ سے بہت محبت فرماتے۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ اچھا اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ میں نے عرض کیا آپ بھی اس کے ساتھ چلے جایئے۔ اچانک آسمان سے ایک بجلی آئی اور اس کی روشنی میں حسین چلے۔ حتی کہ اپنی ماں کے پاس پہنچ گئے۔

موسی بن عثمان دار قطنی کہتے ہیں یہ روایت اعمش سے موسیٰ بن الحضرمی کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔ یحیٰ بن معین کا بیان ہے کہ موسیٰ بن عثمان کوئی شئے نہیں۔ ابوحاتم رازی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص۲۵۸۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

موسیٰ بن عثمان حکم بن عتیبہ وغیرہ سے روایات لیتے ہیں۔ غالی قسم کے شیعہ ہیں۔ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت محفوظ نہیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ اس موسیٰ بن عثمان نے اعمش، مجاہد کے ذریعہ ابن عباس سے نقل کیا ہے سلام علیٰ ال یٰسین کا مقصد ہے کہ ہم آل محمد ہیں۔ میزان ج ۴ ص۲۱۴۔

روایت کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ واقعہ رات کی تاریکی کا ہے۔ ایسی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کمسن بچے کو تاریکی میں اکیلے جانے کی فہمائش کرنا ممکن نہیں۔ ویسے بھی آسمانی بجلی کی روشنی دیر تک قائم بھی نہیں رہتی کہ اس کی روشنی کی مدد سے راستہ طے کیا جا سکے۔

اولاد فاطمہؓ باپ کے بجائے نانا کی جانب منسوب ہے

فاطمہ بنت الحسین نے فاطمۃ الکبریٰ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

تمام بنی آدم باپ کی جانب منسوب ہوتے ہیں بجز فاطمہ رض کی اولاد کے۔ یاد رکھو میں ان کا باپ ہوں اور ان کا عصبہ ہوں۔

شُیَبۃ بن نُعمان ابن جوزی نے اس روایت کے ایک راوی شیبہ بن نعمان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ابن حبان کہتے ہیں کہ اس شیبہ بن نعمان کو دلیل میں پیش کرنا جائز نہیں (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۶)۔

شیبہ بن نعمان کے علاوہ اس روایت میں اور بھی متعدد عیوب پائے جاتے ہیں۔

اول۔ اس روایت کا ایک راوی حسین بن الحسن الاشعر الکوفی ہے جسے ابن عدی، ابو معمر الہذلی، نسائی، دار قطنی، بخاری، ابو زرعہ، ابو حاتم اور جوزجانی نے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ یہ غالی رافضی ہے، صحابہ کو گالیاں دیتا تھا۔

دوم۔ اس کا ایک راوی محمد بن حمید الرازی ہے جو مغازی ابن اسحاق کا ناقل ہے جسے متعدد محدثین نے کذاب قرار دیا ہے۔ یہ بھی غالی قسم کا رافضی ہے۔

اور اس روایت میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ۔	لوگوں کو ان کے باپوں سے پکارو۔ یہ شئے اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ ہے۔ اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں

لہٰذا کسی کو غیر باپ کی جانب منسوب کرنا حرام ہے۔ اور مفسرین کے بقول لوگ زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہتے۔ اس کی مخالفت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ لہٰذا حضرت حسن اور حسین کو باپ کے بجائے نانا کی جانب منسوب کرنا حرام ہوا۔ جو شخص ان حضرات کو حضور کی جانب منسوب کرتا ہے وہ قرآن کا منکر قرار پاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسین کی پیشاب گاہ کا پیار لیتے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے ان کی دونوں ٹانگیں چیریں اور آپ ان کی پیشاب گاہ کا پیار لے رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے اللہ تیرے قاتل کو قتل کرے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کا قاتل کون ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں سے ایک شخص جو میرے قبیلہ سے دوستی رکھتا ہوگا، اسے میری شفاعت بھی نہیں پہنچتی ہوگی گویا وہ دوزخ کے طبقوں میں ہے۔ گھڑی میں بجھتا ہے اور گھڑی تک روشن ہوتا ہے۔ اور اس کے پیٹ سے عق عق کی آواز نکل رہی ہے۔

خطیبؒ کا بیان ہے۔ یہ حدیث بلحاظ سند اور بلحاظ متن ہر دو لحاظ سے غلط ہے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ یہ روایت یزید بن ابی الازہر نے وضع کی ہو۔ اور پھر اسے قابوس بن ابی ظبیان عن ابیہ عن جدہ کے واسطے پیش کی ہو۔ اور ابو ظبیان کا نام حصین بن جندب ہے اور جندب کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں کہ وہ مسلم تھا یا کافر۔ کجا کہ وہ کسی بات کو روایت کرتا۔ اور ابو ظبیان نے حضرت سلمانؓ اور حضرت علیؓ کو دیکھا ہے۔

خطیبؒ کا بیان ہے کہ اس روایت میں ایک اور بھی فساد ہے۔ جس سے یہ روایت وضع کرنے والا بھی واقف نہیں جو اس میں تبدیل کر لیتا۔ اور وہ یہ ہے کہ سعید بن عامر بصری ہے اس نے قابوس کا زمانہ ہی نہیں پایا۔ اور قابوس ایک قدیم شخص ہے۔ جس سے سفیان ثوری اور کوفہ کے بڑے لوگوں نے روایات لی ہیں۔ اور سب سے آخر میں جسے اس نے دیکھا وہ جریر بن عبدالحمید ہے (گویا قابوس کا زمانہ انہوں نے کیسے پایا)، اور سعید بن عامر صرف اہل بصرہ سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت حسینؓ سرزمین نینویٰ میں شہید ہوئے

نجیؔ کا بیان ہے کہ میں حضرت علیؓ کے وضو کا برتن اٹھاتا تھا۔ ایک روز وہ حضرت علیؓ کے ساتھ صفینؔ جا رہا تھا جب حضرت علیؓ نینوؔیٰ کے قریب پہنچے تو مجھے آواز دی اے ابو عبداللہ ذرا ٹھہر جاؤ ذرا ٹھہر جاؤ نجیؔ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کیا بات ہوئی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کس چیز نے غصہ دلایا ہے۔ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو کیوں جاری ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جبرئیلؑ میرے پاس سے ابھی اٹھ کر گئے ہیں اور انہوں نے بتایا ہے کہ حسین دریائے فرات کے کنارے قتل کئے جائیں گے اور پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر آپؐ چاہیں تو ان کے قتل گاہ کی مٹی کی بو آپؐ کو سنگھا دوں۔ نبی کریمؐ نے جواب دیا میںؐ نے کہا ہاں۔ جبرئیلؑ نے ہاتھ بڑھایا اور ایک مٹھی مٹی لے کر مجھےؐ دے دی۔ میںؐ اس وقت اپنی دونوں آنکھوں کو آنسو بہانے سے نہ روک سکا مسند احمد ج ۱ ص ۸۵۔

ہمیں حیرت ہے کہ حضورؐ کو مٹی تو سنگھائی جا رہی ہے سرزمین نینوا کی اور شہید کیا جا رہا ہے کربلا میں جب کہ مذہب شیعہ کی کتابوں میں حضرت حسینؔ کو شہید نینوا کے خطاب سے نوازا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ نینویٰ میں شہید نہ ہوتے تو وارث علوم نینویٰ کیسے بنتے۔ اور اتفاق سے طبرؔی نے ابن سعدؔ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حسینؔ سرزمین نینویؔ میں بائیس صفر کو مارے گئے۔ گویا کہ کربلا کا کھیل تو صرف سنیوںؔ کو بے وقوف بنانے کا ذریعہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دس محرم کو رستم ایرانؔ مارا گیا ہو اور حسینؔ کے نام سے اس کا غم منایا جا رہا ہو۔ کیونکہ قادسیہ کی سرزمین میں حضرت سعدؓ کے ہاتھوں رستم ایران ماہ محرم میں مارا گیا تھا۔

ہمیں سب سے زیادہ حیرت تو اس امر پر ہے کہ اس روایت کے راوی سب کوفی (رلالوقی) ہیں جو اور بات نینوا کی کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس میں کچھ نہ کچھ حقیقت ہو گی کیونکہ

نجیؔ الحضرمی

نے حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی صورت یا کتا ہو یا کوئی جنبی ہو۔ اسے شعبہ نے علی بن مدرک اور ابوزرعہ کے

واسطے سے عبداللہ بن نُجَی سے نقل کیا ہے۔ اور وہ اپنے باپ سے نقل کر رہا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون بلا ہے میزان ج ۴ ص ۲۴۸۔

عبداللہ بن نجی آدم نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس راوی پر اعتراض ہے میزان ج ۲ ص ۵۱۴۔

حضورؐ نے اپنے بیٹے ابراہیمؑ کو حسینؑ کے فدیہ میں دیا

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کی بائیں ران پر آپ کے صاحبزادے ابراہیمؓ تھے اور داہنی ران پر حسین بن علی تھے۔ اور آپ کبھی اس کا پیار لیتے اور کبھی اُس کا اچانک رب العالمین کی جانب سے جبرئیل آئے۔ جب آپ کے پاس سے جبرئیل چلے گئے تو آپؐ نے کہا میرے پاس ابھی پروردگار کی جانب سے جبرئیل آئے اور فرمایا اے محمدؐ آپ کا پروردگار آپؐ کو سلام کہتا ہے۔ اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان دونوں کو جمع نہیں کروں گا۔ آپ ان میں سے ایک کا فدیہ دے دیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کی جانب دیکھا اور . رونے لگے۔ پھر آپ حسین کی جانب دیکھ کر رونے لگے۔ پھر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کی جانب دیکھا۔ اور رونے لگے۔ پھر فرمایا اس کی ماں باندی ہے۔ اور جب یہ مرے گا تو میرے علاوہ اس کا غم کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ لیکن حسین کی ماں فاطمہؓ ہے۔ اور اس کا باپ علیؓ ہے۔ جو میرے چچا کا بیٹا ہے۔ میرا خون ہے اور میرا گوشت ہے۔ جب یہ مرے گا تو اس پر میری بیٹی بھی غمگین ہوگی۔ اور میرے چچا کا بیٹا بھی غمگین ہوگا۔ اور میں بھی ان کے غم سے غمگین ہوں گا۔ لہٰذا میں اپنے غم کو ان دونوں کے غم پر قربان کرتا ہوں۔ اے جبرئیل ابراہیم کی جان لے لی جائے۔ حسین کا فدیہ ابراہیم ہیں۔ راوی کا بیان ہے اس کے تین روز بعد ابراہیم کی روح قبض کر لی گئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی حسین کو آتے دیکھتے ان کا پیار لیتے اور انہیں اپنے سینہ سے لگاتے۔

اور آپؐ کے سامنے کے دانت نکل آتے اور فرماتے میں نے اپنے بیٹے ابراہیمؑ کو اس کے فدیہ میں دیا ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ روایت موضوع ہے۔ اللہ اس روایت کے دماغ کی صورت بگاڑے اس روایت کی شکل کتنی بگڑی ہوئی ہے۔ اس میں ساری آفت ابوبکر النقاش کی نازل کردہ ہے۔ حالانکہ ابن صاعد نے بھی اس میں تدلیس سے کام لیا ہے اور اس نے کہا ہے یہ راوی یحییٰ بن محمد بن عبد الملک الخیاط ہے۔ اس کی تدلیس بن صاعد کے شرعی ہونے کی دلیل ہے۔

نقاش اس کا نام یحییٰ بن عبد الملک۔ طلحہ بن محمد الشاہد کا بیان ہے یہ نقاش حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔ برقانی کا بیان ہے کہ اس کی ہر روایت منکر ہوتی ہے۔ خطیب کا بیان ہے کہ ابن صاعد نے اس روایت میں نقاش کی تدلیس کی ہے۔ اور جو شخص اس طرح روایت کرتا ہے اس کی عدالت ساقط ہو جاتی ہے اور اس سے احتجاج ترک کر دیا جاتا ہے۔ اور نقاش کی روایت میں متعدد منکرات جمع ہیں۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے اور میرا گمان ہے کہ اس نقاش کو کسی ایسے شخص کی کتاب ہاتھ آگئی جو ثقہ نہ تھا۔ اس نے وہ روایات اپنی روایات میں شامل کر لیں۔ یا کسی نے ابو محمد بن صاعد کے لئے روایات وضع کیں اور اس ابو محمد نے یہ تصور کر لیا کہ یہ نقاش کی صحیح روایات ہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۰۸۔

حیرت ہے کہ جب فدیہ ادا کر دیا گیا پھر بھی حسینؓ قاتلوں سے نہ بچ سکے۔ اور غالباً قاتلین حسینؓ نے انھیں نینوا میں ختم کر دیا۔

حسنؓ و حسینؓ سے محبّت کرنیوالا حضورؐ کیساتھ ہوگا

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ و حسینؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ جو شخص ان دونوں سے ان کے باپ، ان کی ماں اور مجھ سے محبت رکھیگا۔ وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ اس سند کے علاوہ ـــــ کسی اور سند سے جعفر سے مروی نہیں۔
(ترمذی ج ۲ ص ۲۳۹)

سب سے اول تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جزو ایمان ہے اور آپؐ سے بغض رکھنا کفر ہے کیا یہی صورتحال حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنین کی بھی ہے۔ ملت سبائیہ ان سب کو ایک درجہ دیتی ہے جبکہ سُنّی مذہب کی رو سے نہ ان حضرات کی محبت جزو ایمان ہے اور نہ ان کے انکار سے کفر واقع ہوتا ہے۔ اور بلحاظ ایمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کا مقام ہے۔ لہذا یہ روایت کوئی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ یہ ایک پنج تنی فارمولا ہے اور سبائیوں کی گھڑی صنعت سازی۔

اس کی سند کے اوپر کے راویوں کا جہاں تک تعلق ہے یعنی حضرت علیؓ، حضرت حسینؓ، زین العابدین اور پھر باقر یہ حضرات تمام محدثین کے نزدیک شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔ تمام بحث ان کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔

جعفر بن محمد یہ وہ ہستی ہیں جن کا شمار بارہ اماموں میں ہوتا ہے اور جن کی جانب فقہ جعفریہ منسوب ہے۔ یہ حقیقت تو ظاہر ہے کہ شیعوں نے فقہ جعفریہ کے نام سے جو کچھ منسوب کیا ہے وہ تو ان کی جانب سو فی صد جھوٹ ہے۔ لیکن اس سے قطع نظر آیا وہ خود ثقہ ہیں یا نہیں تو اس معاملہ میں اختلاف ہے۔

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ مسلّم اماموں میں سے ایک ہیں۔ نیک صادق ہیں۔ ان کی شان بہت بلند ہے۔ ان سے سب نے روایت لی ہے لیکن بخاری نے ان سے روایت نہیں لی۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ ثقہ ہیں۔ جھوٹ سے مامون ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں ان جیسی ہستی کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے برعکس فن رجال کے امام یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک تو مجالد بن سعید ان سے بہتر ہے۔ میرے دل میں تو ان کی جانب سے شک ہے۔ اس مجالد کا خاکہ بھی ہم آپ کے سامنے آئندہ سطور میں پیش کر دیں گے۔

دراوردی کا بیان ہے کہ امام مالک نے اپنی مؤطا میں جعفر کی کوئی روایت نہیں لی تھی۔ لیکن جب بنو عباس برسر اقتدار آئے تو ان کی روایات کتاب میں داخل کر دی گئیں۔ مصعب کا کہنا ہے کہ امام مالک ان کی روایات بطور شہادت لیتے ہیں۔ وہ ان کی روایات قطعاً نقل نہیں کرتے۔ جسے جعفر کے علاوہ اوروں نے روایت نہ کیا ہو۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں میں نے امام الرجال یحییٰ بن سعید القطان سے کبھی جعفر بن محمد کی روایات کے بارے میں سوال نہیں کیا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا۔ کیا وجہ کہ تم مجھ سے جعفر کی روایات کے بارے میں سوال نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا کہ میں ان کی روایات کا طالب نہیں۔ فرمایا اگر وہ حدیث صحیح یاد رکھیں تو ان کے والد کی روایت درست ہوتی ہے

معلوم ہوا کہ امام یحییٰ بن سعید القطان جعفر کی روایات اس لیے قبول نہ کرتے تھے کہ ان کا حافظہ درست نہ تھا اور غالباً اسی باعث امام مالک نے ان کی روایات سے گریز کیا۔

انہی یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ ایک بار حفص بن غیاث عبادان تشریف لے گئے۔ یہ ایک چھاؤنی تھی۔ اہل بصرہ ان کے پاس احادیث سننے کے لئے جمع ہوگئے تو انہوں نے عرض کیا اے امام ہم سے تین شخصوں کی حدیث قطعاً بیان نہ کرنا۔ عمرو بن عبید۔ اشعث بن عبد الملک اور جعفر بن محمد۔

حفص نے جواب دیا، اشعث تمہارے شہر کا باشندہ ہے لہذا تم جانو اور وہ جانے جہاں تک عمرو بن عبید کا تعلق ہے وہ بھی بصرہ کا رہنے والا ہے۔ اس کے حال سے تمہیں زیادہ واقفیت ہوگی۔ لیکن رہا جعفر بن محمد کا مسئلہ تو اگر تم یہ بات اہل کوفہ کے سامنے کہتے تو وہ جوتوں سے تمہارا چہرہ بگاڑ دیتے۔ (میزان ج ۱ ص ۱۹۲)

یعنی جناب جعفر صرف اہل کوفہ کے یہاں مقبول ہیں۔ یحییٰ بن سعید القطان نے جو یہ کہا ہے کہ مجالد بن سعید

جعفر سے بہتر ہے۔ تو اس مجالد کا تھوڑا سا حال سن لیجئے۔

مجالد بن سعید یحیٰی بن معین کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ احمد کہتے ہیں یہ تو مرسل روایات کو مرفوع بنا کر پیش کرتا ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ اشج کا بیان ہے کہ شیعہ ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یحیٰی بن سعید اسے ضعیف کہتے ہیں اور عبد الرحمٰن بن مہدی اس سے روایت نہ لیتے۔ فلاس کہتے وہ تو اس قسم کا انسان تھا اگر تو اس سے مطالبہ کرتا کہ تمام احادیث کو ایک ہی سند سے بیان کردو۔ تو وہ سب احادیث عبد اللہ بن مسعودؓ کی جانب منسوب کرکے پیش کردیتا۔ میزان ج ۳ ص ۴۳۸

یحیٰی بن سعید القطان کا یہ فرمانا کہ مجالد جعفر بن محمد سے بہتر ہے اس سے ہمارے ذہن میں ایک عجیب سا خاکہ تیار ہوتا ہے۔ آپ حضرات خود غور کرکے فیصلہ فرمالیں۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ جعفر بن محمد کو صادق مشہور کردینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو بات بھی ان کی جانب منسوب کردی جائے وہ سچی ہو۔ امام ابن تیمیہ "منہاج السنۃ" میں رقم طراز ہیں۔

"اہل مدینہ، اہل مکہ، اہل شام اور اہل بصرہ میں تابعین میں ایک شخص بھی ایسا نہیں گزرا جو کذاب ہو۔ (یعنی یہ فن تو صرف اہل کوفہ اور اہل ایران کی ایجاد ہے۔) لیکن اس کے باوجود ہر زمانے میں ان علماء کی کثرت رہی ہے جن کا تعلق خاندان بنی ہاشم سے نہ تھا۔ خاندان بنی ہاشم میں عالم بہت کم گزرے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محمد بن مسلم زہری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ کے افعال و اقوال کو باقر سے زیادہ جانتے ہیں۔ حالانکہ دونوں ہم عصر ہیں۔ جہاں تک تعلق ہے موسیٰ بن جعفر یعنی کاظم، علی بن موسیٰ الرضا اور محمد بن علی الجواد کا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ امام مالک بن انس، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، لیث بن سعد، اوزاعی، یحیٰی بن سعید، وکیع بن الجراح، عبد اللہ بن المبارک، شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور ان جیسے دیگر حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو ان سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ منہاج السنۃ ج ۲ ص ۳۶۶۔

بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کے لئے تیار ہوں کہ تمام اولاد علیؓ بھی حدیث کا اتنا علم نہیں رکھتی تھی جتنا ان میں سے ہر ہر فرد رکھتا تھا۔

امام ابن تیمیہ آگے تحریر فرماتے ہیں۔ رافضیوں میں سب سے اہم عمل جھوٹ بولنا ہے۔ اور علی الخصوص

انھوں نے جعفر کے نام سے اتنا جھوٹ بولا کہ روئے زمین پر کسی کے نام سے اتنا جھوٹ نہیں بولا گیا۔ حتیٰ کہ متعدد کتابیں لکھ کر ان کی جانب منسوب کر دی گئیں مثلاً کتاب الجفر، کتاب البطاقہ، کتاب الہفت، اختلاج الاعضاء، جدول الہلال، احکام الرعود والبروق، منافع سور القرآن اور قراۃ القرآن فی المنام۔

صوفی عبدالرحمان سلمی نے اپنی "حقائق التفسیر" میں جعفر کے جتنے اقوال نقل کئے ہیں وہ سب اسی جھوٹ کا کرشمہ ہیں۔ حتیٰ کہ بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ "اخوان الصفا" انہی کا کلام ہے۔ حالانکہ یہ کتاب سراسر اسلام کے خلاف ہے۔ اور جعفر کی موت کے دو سو سال بعد لکھی گئی ہے۔ کیونکہ جعفر کا انتقال ۱۴۸ھ میں ہوا۔ اور اخوان الصفا اس وقت تحریر ہوئی جب بنو عبید مصر پر قابض ہوئے اور قاہرہ شہر تعمیر کیا گیا۔ اس وقت اسمٰعیلی مذہب کی تائید میں یہ کتاب لکھی گئی۔ اور اس کے شواہد خود کتاب میں پائے جاتے ہیں۔ منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۴۶۔

موسیٰ کاظم

یعنی موسیٰ بن جعفر۔ عقیلی کا بیان ہے کہ ان کی روایت محفوظ نہیں۔ متعدد کذابین نے ان کے نام سے کتابیں لکھیں اور ان کی جانب منسوب کی ہیں۔ جیسے ابوالصلت الہروی نے ایک کتاب "وصایا علی" کے نام سے لکھ کر ان کی جانب منسوب کی۔ ان کی چند روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

(میزان ج ۴ ص ۲۰۱)

یہی وہ موسیٰ کاظم ہیں جنھوں نے خلیفہ مامون الرشید کو شیعہ بنایا اور مامون نے اپنی بیٹی ان کے بیٹے کے نکاح میں دی اور جب یہ مر گئے تو شیعوں نے مامون پر یہ الزام لگایا کہ انہیں مامون نے زہر دیا تھا۔ بعد میں مامون معتزلی بن گیا اور خلق قرآن کا فتنہ کھڑا کیا۔ گویا اس طرح کلام اللہ کے کلام اللہ ہونے سے انکار کیا گیا۔ یہ سب موسیٰ کاظم کی تربیت کے نتائج تھے جو امام احمد کو خلق قرآن پر کوڑے کھانے پڑے۔

علی بن جعفر

موسیٰ کاظم سے یہ روایت ان کے بھائی علی بن جعفر نے نقل کی ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں نہ انہیں کسی نے ثقہ کہا اور نہ ان پر نکیر کی۔ لیکن ان کی یہ روایت منکر ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۱۷۔

سنہ ۲۱۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

یہ ہے اس روایت کا حال۔ محدثین کرام نے جو فضائل کے معاملہ میں چشم پوشی اور درگذر سے کام لیا تھا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہم مکر بھی ہضم کر رہے ہیں اور جبر بھی ہضم کر رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے علمائے اہل سنت نے ہر شے کو دین بنا کر تبلیغ کر دیا ہے۔ اور بر سر منبر تشیع کا پرچار کرتے نظر آتے ہیں۔

اے اللہ تو ان لوگوں سے محبت کر جو حسنؓ و حسینؓ سے محبت کرتے ہوں

حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کا بیان ہے کہ میں ایک رات کسی ضرورت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپؐ جب گھر سے باہر نکلے تو آپؐ کسی شے کو چھپائے ہوئے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کیا چیز ہے۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ کیا چھپائے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے چادر ہٹا کر دکھایا تو وہ حسنؓ و حسینؓ تھے جنھیں آپؐ اپنی دونوں کولہوں پر لئے ہوئے تھے۔ پھر فرمایا یہ میرے دونوں بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما جو ان سے محبت رکھتے ہوں ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ صد ۲۱۸۔

روایت پر بحث سے قبل یہ امر ضرور ذہن میں رکھیں کہ سبائیوں کے نزدیک صرف وہ افراد محبان اہل بیت ہیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو غاصب اور منافق مانتے ہوں۔ اور جو ان کو مسلمان سمجھتا یا خلیفہ برحق جانتا ہو وہ دشمنان اہل بیت میں شامل ہے۔ گویا وہ خلیفہ بلا فصل اور علیؓ دا پہلا قبر کا دعویدار ہو۔ لہذا اے اللہ تو بھی محبان حسنؓ و حسینؓ سے محبت فرما۔ کیونکہ پکے مومن تو یہی ہیں۔

امام ترمذیؒ نے اس روایت کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ غریب کا لفظ تو عام ہے ہر خبر واحد کو غریب کہتے ہیں۔ خواہ وہ صحیح ہو یا ضعیف۔ امام ترمذیؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ نہ صحیح ہے اور نہ ضعیف ہے بلکہ بین بین ہے ہم امام ترمذیؒ پر کیا اعتراض کر سکتے ہیں۔ ورنہ ہم پر یہ الزام وارد ہو جائے گا کہ ہم اکابر کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور جو اکابر کی شان میں گستاخی کرے وہ قابل گردن زدنی ہے لیکن جہاں تک ہماری نظر کا تعلق ہے تو ہمیں اس روایت کی سند میں چار اشخاص مشکوک نظر آ رہے ہیں۔ لہذا ان کے نام کا پرچہ کاٹنا ضروری ہے۔ آپ بھی اس روزنامچہ کو دیکھ لیں۔

مسعود بن ابی سہل: ذہبیؒ کہتے ہیں یہ حسن بن ابی اسامہ سے حدیث روایت کرتا ہے لیکن

علی بن المدینی کا قول ہے کہ یہ مجہول ہے۔ میزان ج ۴ صفحہ ۱۰۴۔

عبداللہ بن ابی بکر بن زید المدنی۔ مسلم بن سہل نے یہ روایت اس عبداللہ بن ابی ابکر سے نقل کی ہے۔ یہ بھی معروف نہیں۔ علی بن المدینی کہتے ہیں۔ یہ مجہول ہے۔ میزان ج ۱ صفحہ ۴۹۸۔

ان دونوں سے ترمذی کے علاوہ اور کسی محدث نے روایت نہیں لی۔ گویا یہ پرچہ دو فرضی ناموں سے کٹایا گیا ہے۔

خالد بن مخلد الکوفی یہ خاصا مشہور و معروف انسان ہے۔ اس کا شمار بخاری و مسلم کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ اس کی کنیت ابوالہیثم ہے۔ ابن عدی نے اس کی دس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ ذہبی نے اس کی ایک حدیث قدسی کہ میں دلی کا ہاتھ بن جاتا ہوں اور پاؤں بن جاتا ہوں وغیرہ، بیان کر کے لکھا ہے۔

لولا هيبة الصحيح لا استنكروه۔ اگر صحیح بخاری کی ہیبت نہ ہوتی تو تمام محدثین اس حدیث کا انکار کر دیتے۔

ابوداؤد کہتے ہیں بولتا تو سچ ہے لیکن شیعہ ہے امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ ابوحاتم رازی کا قول ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن سعد کا قول ہے کہ منکر الحدیث ہے۔ غالی شیعہ ہے۔ جوزجانی کا فیصلہ ہے کہ یہ صحابہ کو گالیاں دیتا اور اپنے بدترین مذہب کا برملا اعلان کرتا پھرتا۔ میزان ج ۱ صفحہ ۶۴۲۔ اب کوئی ہمیں بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا؟

موسٰی بن یعقوب اس کے سلسلہ میں محدثین کا اختلاف ہے۔ یحیٰی بن معین اسے ثقہ اور ابوداؤد نیک انسان کہتے ہیں لیکن بخاری و مسلم کے استاد اور اس دور کے فن رجال کے امام علی بن المدینی کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ میزان صفحہ ۲۱۷ ج ۴۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ الضعفاء الصغیر للنسائی صفحہ ۹۷۔

اس صورت میں کہ اس کا ایک راوی بھی تمام محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں۔ اسے حسن کہنا کیا یہ حدیث کے ساتھ کھلا مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم تو رجال وغیرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جب ترمذی کسی روایت کو حسن کہتے ہیں دراصل وہ خطرہ کا الارم ہوتی ہے کہ ہشیار باش آگے لائن خراب ہے۔ رہا کوئی فیصلہ تو وہ قارئین کرام آپ خود فرمالیں۔ ہمیں اس سے مجبور ہی سمجھیں تو بہتر ہے۔

حضرت اُمِّ سلمہؓ کو حضرت حسینؓ کے قتل کی اطلاع

سلمیٰ کا بیان ہے کہ میں حضرت اُمِّ سلمہؓ کی خدمت میں گئی اور وہ اس وقت رو رہی تھیں۔ میں نے ان سے رونے کی وجہ دریافت کی انہوں نے فرمایا میں نے ابھی ابھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپؐ کے سر مبارک اور داڑھی پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔ میں نے سوال کیا یا رسول یہ کیا ہوا۔ فرمایا میں ابھی حسینؓ کے قتل میں حاضر ہوا تھا۔ ترمذیؒ کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۴۔

یہاں پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اُمِّ سلمہؓ اس وقت حیات تھیں یا نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ تقریب میں فرماتے ہیں کہ حضرت اُمِّ سلمہؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۴ھ یا ۳ھ میں نکاح فرمایا۔

عاشت بعد ذلك ستين سنة — اور اس کے بعد وہ ساٹھ سال تک حیات رہیں۔

ماتت اثنتين وستين وقيل احدى وستين وقيل قبل ذلك والاول اصح. (تقريب التهذيب ص ۴۷۳) — ۶۲ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ۶۱ھ میں انتقال ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ ۶۱ھ سے قبل انتقال ہوا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

یعنی اُمِّ سلمہؓ کے انتقال کے سلسلہ میں تین قول ہیں ۶۲ھ، ۶۱ھ اور تیسرا قول اس سے قبل لیکن حافظ صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ نکاح کے بعد ساٹھ سال تک حیات رہیں۔ اور آپؐ سے ان کا نکاح ۳ھ یا ۴ھ میں ہوا۔ اگر نکاح ۳ھ میں ہے تو ان کا انتقال ۶۳ھ میں ہونا چاہیے اور اگر ان کا نکاح ۴ھ میں ہے تو ان کی وفات ۶۴ھ میں ہونی چاہیے اس حساب سے ۶۱ھ اور ۶۲ھ ہرگز نہیں بنتا۔

حافظ ابن کثیرؒ کا بیان ہے کہ مؤرخ واقدی کا قول تو یہ ہے کہ ان کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا اور حضرت ابو ہریرہؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ لیکن ابن ابی خیثمہ کا قول یہ ہے کہ انہوں نے یزید بن معاویہؓ کے زمانہ میں انتقال فرمایا۔

اس کے بعد حافظ ابن کثیرؒ اپنا فیصلہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

والاحاديث المتقدمة في مقتل — اور وہ احادیث جو قتل حسینؓ کے سلسلہ میں گزری

الحسین تدل علی انها عاشت	ہیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ قتل
الی مابعد مقتله البدایه والنهایه	حسینؓ کے بعد زندہ رہیں۔
ج ۸ ص ۲۱۵۔	

گویا اُمّ سلمہؓ کا انتقال ۶۱ھ یا ۶۲ھ میں اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ وہ خوابیں جو اُمّ سلمہؓ کی جانب قتل حسینؓ کے سلسلہ میں منسوب ہیں وہ غلط قرار پاتے ہیں اور ان خوابوں کو اگر تسلیم نہ کیا گیا تو قتل حسینؓ کی فضیلت کیسے ثابت ہوگی۔ گویا یہ حضرات یہ تصور کر بیٹھے کہ یہ خواب بالکل صحیح ہیں۔ اور ان خوابوں میں اس کے علاوہ اور کوئی نقص نہیں پایا جاتا کہ ام سلمہؓ حیات نہ تھیں لہذا کیوں نہ ان کی عمر میں دو تین سال کا اضافہ کر دیا جائے۔

ان روایات کا تجزیہ تو ہم بعد میں کریں گے لیکن ام المؤمنینؓ کے حیات رہنے سے ایک فائدہ یہ ضرور ہوگا کہ کم از کم یزید کی حمایت میں ایک ووٹ کا اضافہ ہو جائے گا کیونکہ یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ ام المؤمنینؓ کی جانب سے یزید کی مخالفت سامنے نہیں آتی۔ لہذا یزید کی حمایت میں اُمّ المؤمنینؓ کے ایک ووٹ کا اضافہ ہوا۔ غالباً اسی قسم کے موقع کے لئے یہ کہاوت وضع کی گئی ہے کہ نماز معاف کرانے گئے تھے روزے گلے پڑ گئے۔

ولی الدین الخطیب مصنف مشکوٰۃ۔ اپنے رسالہ "الاکمال فی اسماء الرجال" میں تحریر فرماتے ہیں۔

ماتت سنة تسع وخمسين	ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا اور بقیع
ودفنت بالبقيع۔ الاکمال فی اسماء الرجال ص ۵۹۹	میں دفن ہوئیں۔

یعنی مصنف مشکوٰۃ نے زبردستی کی اس دھاندلی کو قبول نہیں فرمایا اور انہوں نے واضح طور پر یہ فیصلہ دیا کہ حضرت ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہے۔ اب آئیے اس بحث کی جانب کہ اس روایت میں اور کیا نقص ہیں

سلمی بکریہ حضرت ام سلمہؓ سے یہ داستان سلمی بکریہ نامی عورت نے نقل کی ہے۔ سلمی نام کی دو عورتیں ہیں ایک حضرت ابورافعؓ کی زوجہ حضرت سلمیؓ صحابیہ جو حضرت فاطمہؓ کے غسل میں شریک تھیں لیکن انہوں نے ام سلمہؓ سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

دوسری سلمی بکریہ ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں اس کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔ اسے کوئی نہیں جانتا کہ کون ہے۔ (تقریب ص ۴۶۹)

حضرت ام سلمہؓ کو قتل حسینؓ کی خبر ایک جناتنی نے پہنچائی تھی ۔

ابن سعد نے شہر بن حوشب سے نقل کیا ہے کہ ام سلمہؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ ہم نے ایک چیخنے والی عورت کی آواز سنی۔ پھر وہ سامنے آئی اور حضرت ام سلمہؓ کے قریب پہنچ گئی اور بولی حسینؓ قتل کر دیئے گئے۔ ام سلمہؓ نے فرمایا اچھا کیا وہ قتل کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور ان کے گھروں میں آگ بھرے۔ پھر ام سلمہؓ غش کھا کر گر پڑیں۔ اور ہم وہاں سے اُٹھ گئے۔ البدایہ والنہایہ ج ۸، ص ۲۰۰۔

ہمیں حیرت ہے کہ ادھر ام سلمہؓ کو غش [illegible] ہے اور راوی حضرات انہیں اس حال میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ کم از کم ان کو ام سلمہؓ کے ہوش میں آنے کا انتظار کر لینا چاہیئے تھا۔ وہ کیا صرف اسی کہانی کا پلاٹ تیار کرنے کے لئے وہاں تشریف لے گئے تھے۔ اور پلاٹ ذہن میں آتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے؟ یا وہ بھی کوئی جن تھے

قارئین اب اس روایت کے راویوں کا حال چالؔ محدثین کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔

شہر بن حوشب

اس داستان کو حضرت ام سلمہؓ سے نقل کرنے والے شہر بن حوشب ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

شہر بن حوشب الاشعری الشامی حضرت اسماء بنت یزید بن السکنؓ کا غلام تھا۔ سچا ہے لیکن اسے وہم بہت ہوتا ہے۔ اور اکثر مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ ۱۱۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے اس سے روایات لی ہیں۔ تقریب التہذیب ص ۱۴۴

حافظ ابن حجرؒ کے بقول اس میں دو عیب ہیں۔

۱۔ وہم کا مریض ہے۔

۲۔ اکثر مرسل روایات نقل کرتا ہے یعنی درمیان سے راوی غائب کر دیتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس روایت میں

بھی یہی حرکت کی گئی ہو۔

امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں کہ ابن عون سے شہر کی حدیث کے معاملہ میں دریافت کیا گیا۔ اور وہ اس وقت دروازے کی چوکھٹ تھامے کھڑے تھے۔ انہوں نے فرمایا شہر کو محدثین نے چھوڑ دیا۔ شہر کو محدثین نے چھوڑ دیا

اس کے بعد امام مسلم فرماتے ہیں یعنی لوگوں نے اس پر اعتراضات شروع کر دئیے۔

پھر امام مسلم نے شعبہ کا قول نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ شہر سے ملاہوں میں تو اسے کچھ نہیں سمجھتا۔ مسلم ج ۱ ص۱۳

یہ تو امام مسلم کا بیان تھا لیکن امام نووی نے مسلم کی شرح میں اس شہر کی جو مدح و ثنا کی ہے وہ کافی طویل ہے۔ اسے مختصر الفاظ میں یوں ادا کیا جا سکتا ہے کہ اسے بڑے بڑے ائمہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ جیسے یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، ابن ابی خثیمہ، بخاری، ترمذی، احمد بن عبداللہ العجلی، ابوزرعہ، صالح بن محمد اور یعقوب بن شیبہ۔ اس بے چارے کا صرف اتنا ہی قصور ہے کہ اس نے بیت المال سے ایک تھیلی چرائی اور ایک بار اپنے رفیق سفر کا تھیلا چرا لیا تھا۔ ویسے بہت عبادت گذار اور نیک آدمی تھا۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ایسی روایات نقل کرتا ہے جنھیں کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ شرح مسلم ج ۱ ص۱۳

امام بخاری فرماتے ہیں کہ علی بن المدینی کا قول ہے کہ شہر کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ اس نے ام سلمہؓ، عبداللہ بن عمروؓ، اور عبدالرحمٰنؓ بن غنم سے روایات سنی ہیں کہا جاتا ہے کہ ۱۰۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ تاریخ الکبیر ج ۴ ص ۲۵۸

نسائی لکھتے ہیں کہ شہر قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۵۶۔

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم مزید تفصیلات پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، عبداللہ بن عمروؓ، ابوہریرہؓ، ابو ریحانہؓ، عبدالرحمٰن بن غنم، اسماء بنت یزید اور ام سلمہؓ سے روایات نقل کرتا ہے۔

اس سے نقل کرنے والے شمر بن عطیہ، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین، ابان بن صالح، داؤد بن ابی ہند، عبید اللہ بن ابی زیاد، عبدالحمید بن بہرام، قتادہ، معاویہ بن قرہ اور عبداللہ بن عثمان بن خثیم ہیں

یہ سب باتیں مجھے میرے والد نے بتائیں۔

عمرو بن علی کا بیان ہے کہ مجھ سے معاذ بن معاذ العنبری نے فرمایا تو شہر کی حدیث کا کیا کرے گا۔ شعبہ نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے عمرو بن علی مزید کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن مہدی شہر سے حدیث روایت کرتے لیکن

یحییٰ بن سعید اس کی کوئی روایت بیان نہ کرتے۔

احمد بن حنبل کا قول ہے کہ شہر بن حوشب کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ یہ شام کا رہنے والا ہے جس کا باشندہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کا تعلق اہل کندہ سے ہے۔ یہ اسماء بنت یزید سے اچھی احادیث روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے والد ابوحاتم نے فرمایا۔ یہ شہر مجھے ابو ہارون العبدی اور بشر بن حرب سے زیادہ پسند ہے۔ یہ ابوالزبیر سے کم نہیں لیکن اس کی بیان کردہ حدیث بطور دلیل پیش نہیں کی جا سکتی۔

عبدالرحمان کہتے ہیں میں نے اس کے بارے میں ابو زرعہ سے دریافت کیا۔ فرمایا اس میں کوئی برائی نہیں لیکن یہ عمرو بن عبسہ صحابی سے نہیں ملا۔ الجرح والتعدیل ج ۴ ص ۳۸۳

حافظ ذہبی مزید تفصیلات پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ابو بکر الکرمانی کا بیان ہے کہ یہ شہر بیت المال کی نگرانی پر مامور تھا۔ اس نے بیت المال سے کچھ درہم چرا لئے۔ اس پر ایک شاعر نے شعر کہا۔

لقد باع شهر دينه بخريطة ... فمن يامن القراء بعدك يا شهر

شہر نے ایک تھیلی کی خاطر اپنا دین بیچ دیا ہے تو اسے شہر تیرے بعد اب دیگر قاری کیسے محفوظ رہیں گے۔

ابن عدی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ دولابی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث دیگر لوگوں کی طرح نہیں ہوتیں تو اس طرح تفصیل بیان کرتا ہے۔ گویا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی لگام پکڑ کر چل رہا تھا۔

عباد بن منصور کا قول ہے کہ میں نے شہر کے ساتھ حج کیا اس نے میرا تھیلہ چرا لیا۔

ابن عدی کہتے ہیں شہر ان لوگوں میں سے نہیں جس کی روایت کو حجت سمجھا جائے یا بلحاظ دین اسے اختیار کیا جائے۔ ۱۱۱ھ یا ۱۱۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۲۸۵۔

اس تمام تفصیل کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ شہر اکثر محدثین کے نزدیک ثقہ ہے۔

۲۔ اس کی روایت عمدہ ہوتی ہے۔

۳۔ بہت نیک اور عبادت گزار شخص ہے۔

۴۔ اسکی روایت حجت نہیں۔ اور نہ اس کی روایت کو دینی تصور کیا جاسکتا ہے۔ ابن عدی ابو حاتم۔

۵۔ اس کی روایت ضعیف ہے۔ نسائی۔ مسلم۔

۶۔ یہ متروک ہے۔ شعبہ یحییٰ بن سعید۔ ابن عون۔

۷۔ یہ چوری کا عادی تھا۔

۸۔ یہ ایسی احادیث بیان کرتا ہے جو کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ دولابی

۹۔ یہ مرسل روایات بیان کرتا ہے اور اسے وہم ہوتا ہے۔ ابن حجر۔

۱۰۔ یہ اتنی تفصیلات پیش کرتا ہے جو بغیر مشاہدہ کے ممکن نہیں دولابی

یعنی اگر اسے ثقہ بھی مان لیا جائے تب بھی اسے بہت وہم ہوتا ہے۔ مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی روایت حجت نہیں۔ اس کی بیان کردہ روایت کو کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ اس کی حدیث کو دینی نہیں بنایا جا سکتا۔ لہٰذا اس کی روایت اگر ضعیف نہیں تو مشکوک ضرور ہے۔ اور اسے ہرگز اختیار نہیں کیا جاسکتا۔

عامر بن عبدالواحد شہر سے یہ داستان نقل کرنے والا عامر بن عبدالواحد ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ اس سے بخاری کے علاوہ سب نے روایات لی ہیں۔ ابو حاتم اور مسلم کہتے ہیں ثقہ ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس میں کوئی خاص برائی نہیں۔ امام بخاری کا فرمان ہے یہ قوی نہیں حدیث میں ضعیف ہے۔ ۱۳۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۶۲ الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۳۲۶

گویا اس داستان کے دو راویوں پر سخت کلام ہے۔ اور یہ روایت اس قابل نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جاسکے۔ اور جب ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہوچکا تو ان کی جانب ان روایات کی نسبت صریح جھوٹ ہے اور ایسی روایات کے بل بوتے پر جو قابل حجت نہ ہوں۔ ام المومنین ام سلمہؓ کی وفات ۶۱ھ یا ۶۲ھ میں قرار دینا بدترین حماقت ہے۔

ابنؓ عباسؓ کا ایک خواب

اس موضوع پر ایک خواب حافظ ابن کثیر نے ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے علی بن زید بن جدعان سے نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ اچانک نیند سے بیدار ہوگیے اور انھوں نے انا للہ و انا الیہ راجعون کہا پھر فرمایا حسین واللہ قتل کر دیے گئے۔ ابن عباسؓ کے ساتھیوں نے ان سے سوال کیا کہ اے ابن عباسؓ آپ یہ بات کیسے کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا میں نے عین دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پراگندہ بال اور غبار آلود تشریف لائے اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک بوتل تھی جس میں خون بھرا تھا۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ یہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تو جانتا ہے کہ میری امت نے میرے بعد کیا کیا؟ انھوں نے حسین کو قتل کر دیا۔ یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ ان خونوں کو میں اللہ کے پاس لے کر جا رہا ہوں (تاکہ اللہ کو بھی خبر ہو جائے)

راوی کا بیان ہے کہ ابنؓ عباسؓ نے وہ دن اور وہ وقت لکھ کر رکھ لیا۔ چوبیس دن بعد مدینہ میں خبر پہنچی کہ حسینؓ اسی روز اور اسی وقت قتل کئے گئے۔ البدایۃ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۲۰۰

اس خواب کے سلسلے میں پہلی عرض تو یہ ہے کہ یہ خواب بقول راوی مدینہ میں دیکھا گیا اور وہیں چوبیس روز کے بعد اس کی تعبیر سامنے آئی اور بقول راوی یہ خواب ابنؓ عباسؓ نے دیکھا تھا تو ہماری عرض یہ ہے کہ ابن عباسؓ مدینہ میں ۳۵ھ تک سکونت پذیر رہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کی جانب سے بصرہ کے امیر متعین ہوئے اور ۴۰ھ تک بصرہ میں مقیم رہے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد مکہ معظمہ کی سکونت اختیار کر لی اور حضرت حسینؓ کے خروج کے وقت تک وہ مکہ میں مقیم تھے۔ پھر یزید کی وفات کے بعد ۶۴ھ میں وہ طائف جاکر مقیم ہوگئے اور وہیں ان کا ۶۸ھ میں انتقال ہوا اور محمدؒ بن حنفیہ نے نماز جنازہ پڑھائی تو کیا صرف یہ خواب دکھلانے کے لئے انھیں مدینہ بلایا گیا تھا۔ جھوٹ بولنے سے قبل کچھ اپنا آگا پیچھا تو دیکھ لیا ہوتا۔

یہ داستان کس نے گھڑ کر تیار کی تو ابن ابی الدنیا نے اس کی جو سند پیش کی ہے اس کے لحاظ

سے ابن ابی الدنیا اور ابن عباسؓ کے درمیان تین راوی عبداللہ بن محمد ہانی ۔ مہدی بن سلیمان اور علی بن زید بن جدعان ہیں ۔

جہاں تک پہلے دو راویوں کا تعلق ہے یعنی عبداللہ بن محمد بن ہانی اور مہدی بن سلیمان، تو ان کے سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ان دو حضرات کا تذکرہ نہ ذہبی نے کیا ہے نہ ابن حجر نے، نہ بخاری نے کیا ہے نہ ابن ابی حاتم نے نہ نسائی نے ان کا ذکر کیا ہے اور نہ دارقطنی نے ۔ تو کیا یہ کوئی موسمی پرندے تھے جو ان حضرات محدثین میں سے کسی کو بھی ان کا علم نہ ہو سکا یا وہ دنیا میں صرف اس لیے ظہور پذیر ہوئے تھے کہ وہ یہ داستان غم بیان کریں اور غائب ہو جائیں یا یہ کوئی فرضی نام ہیں اور پس پردہ بولنے والا کوئی اور ہے اور اغلب گمان یہی ہے کہ یہ نامعلوم افراد اس روایت کے ہیرو ہیں ۔

اب صرف ایک ایسی ہستی باقی رہ جاتی ہے جس کا کچھ اتا پتا ہمیں معلوم ہے اور اس ہستی کا نام ہے علی بن زید بن جدعان تو اس کا حال پیش خدمت ہے ۔

علی بن زید بن جدعان ۔ اس کا نسب نامہ یہ ہے علی بن زید بن عبداللہ بن زہیر بن جدعان اس کی کنیت ابوالحسن ہے قریش خاندان کی شاخ بنو تیم سے تعلق رکھتا ہے ۔ بصری باشندہ ہے ۔ علمائے تابعین میں اس کا شمار ہوتا ہے ۔ بخاری کے علاوہ تمام محدثین نے اس سے روایات لی ہیں ۔ یہ صحابہ میں سے حضرت انسؓ ۔ ابوعثمان النہدی اور سعید بن المسیب سے احادیث روایت کرتا ہے ۔ اس کے معاملہ میں علمائے محدثین کا اختلاف ہے ۔

جریری کا بیان ہے کہ بصرہ کے تین فقہا اچانک نابینا ہو گئے ۔ علی بن زید ۔ قتادہ اور اشعث الحدانی

منصور بن دادو کہتے ہیں کہ جب حسن بصری کا انتقال ہوا تو ہم نے علی بن زید سے درخواست کی کہ اب آپ حسن کی جگہ سنبھالئے ۔ موسیٰ بن اسمٰعیل کا بیان ہے کہ میں نے حماد بن سلمہ سے کہا کہ وہیب کا خیال ہے کہ علی بن زید کا حافظہ درست نہیں ۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہیب میں خود اتنی قدرت نہیں کہ وہ علی بن زید کی موجودگی میں لوگوں کے سامنے بیٹھ کر مسائل پر گفتگو کر سکے ۔ علی بن زید تو سب کے سامنے بیٹھ کر مسائل پر بولتا ہے ۔

ترمذی کا قول ہے کہ علی بن زید سچا ہے۔

شعبہ کہتے ہیں مجھ سے فلاں حدیث علی بن زید نے اپنے دماغ کے سٹھیانے سے پہلے بیان کی اور ابن عیینہ تو اسے ضعیف کہا کرتے تھے۔

حماد بن زید کا قول ہے کہ ہمیں علی بن زید نے خبر دی اور وہ حدیث میں اپنی بولنے تبدیلیاں کیا کرتا تھا۔

فلاس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اس کی حدیث سے دور بھاگتے۔ یزید بن زریع کا قول ہے کہ علی بن زید رافضی تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں علی بن زید ضعیف ہے۔ عثمان بن سعید نے بھی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ قوی نہیں اور عباس نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ یہ کچھ نہیں۔

احمد العجلی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ یہ تو شیعہ تھا۔ بخاری اور ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں نسائی کہتے ہیں کہ آخر عمر میں اس کی عقل جواب دے گئی تھی۔ اور ابن خزیمہ کا فرمان ہے کہ میں اس کی حدیث کو حجت نہیں سمجھتا اس لئے کہ اس کا حافظہ خراب تھا۔

ابن عدی اور ذہبی نے اس کی کئی روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۲۹

آخری بات یہ ہے کہ یہ روایت خود اس کے رافضی ہونے کا ثبوت ہے اور ایک راز کی بات ہم اپنے قارئین کو بتادیں کہ یہ بیچارہ ابن عباسؓ کو کہاں سے دیکھتا اور ان سے کیسے ملاقات کرتا۔ ان سے تو اس کے استاد حسن بصری نے بھی ملاقات نہیں کی۔ یہ روایت خود اس کی اڑائی ہوئی ایک گپ ہے۔

حسن و حسین جہاں پیشاب کرتے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ نماز پڑھتے جہاں حسن حسین پیشاب کرتے۔ ام المومنین سے اس سلسلہ میں جب سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ اللہ کی غرض سے سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سجدہ کے مقام کو پاک کر

دیتا ہے۔ حتیٰ کہ نیچے تک وہ ساتوں زمینوں کا حصہ پاک ہو جاتا ہے۔

اس روایت میں زمین کو پاک کرنے کی جو صورت بیان کی گئی ہے وہ تو عام ہے۔ اس کے لئے یہ تو کوئی ضروری نہیں کہ وہاں پہلے پیشاب کرایا جائے اور بعد میں نماز پڑھی جائے۔ شیعہ برادری کو چاہیے کہ وہ کسی سید کے بچہ کو پکڑ کر وہاں اوّل پیشاب کرائیں اور پھر نماز پڑھیں لیکن یہ ضرور ذہن میں رکھیں کہ وہ سیّد زادہ سنّی ہو ورنہ زمین ہرگز پاک نہ ہوگی۔

قارئین کرام آپ حضرات ذرا اس ذہنیت پر غور فرمائیں کہ سبائی اس مقام پر پیشاب کرانا چاہتے ہیں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے۔ اب خواہ وہ مسجد نبوی ہو یا بیت عائشہ ہو۔ جسے آجکل سنّیوں کی زبان میں گنبد خضرا کہا جاتا ہے۔ ملت سبائیہ ان ہر دو مقامات پر پیشاب کرنا چاہتی ہے اور سنّی حضرات بے غیرتی کا جامہ پہن کر پھر بھی سبائیوں سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتے رہتے ہیں۔

امام ابن الجوزی فرماتے ہیں یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح جھوٹ ہے۔ اس روایت کو بزیغ کے علاوہ کوئی بیان نہیں کرتا۔

بزیغ بن حسّان۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں اور اس کی بیان کردہ روایت میں کوئی دوسرا اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ ابو نعیم اس بزیغ کو بہت برا بھلا کہتے اور اس کی روایات سے بچنے کو واجب قرار دیتے۔ موضوعات ج ۱ صفحہ ۹۳

حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ بزیغ بن حسان اعمش سے روایت کرتا ہے۔ اس کی کنیت ابو الخلیل ہے۔ اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایات اسی قسم کی منکر ہوتی ہیں۔ میزان ج ۱ صفحہ ۳۰۶

اس روایت میں بلحاظ سند اور بھی نقائص موجود ہیں لیکن ان نقائص میں سب سے بڑا نقص بزیغ کا وجود ہے اور اہل عراق نے متعدد کہانیاں وضع کر کے ہشام کی جانب منسوب کر کے پھیلائی ہیں۔ گویا یہ روایت عراقی ٹکسال میں تیار ہوئی اور سبائیوں نے اس روایت کو اپنی کتابوں

میں جگہ دی۔

حضرت حسینؓ ۶۰ھ میں قتل ہونگے

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسینؓ بن علی میری ہجرت سے ساٹھویں سال کی ابتداء میں قتل ہونگے۔ میزان ج ۱ ص ۲۱۲

اسمٰعیل بن ابان۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔ اس کا راوی اسمٰعیل بن ابان الغنوی الکوفی الخیاط ہے۔ یحییٰ بن معین کا فرمان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ امام احمد کہتے ہیں یہ فطر وغیرہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ بخاری کا قول ہے اسے احمد اور دیگر محدثین نے ترک کر دیا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کر کے انھیں ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے (گویا یہ روایت موضوع ہے) مسلم اور نسائی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔

اس اسمٰعیل نے یہ روایت حبانؓ بن علی کے واسطہ سے سعدؓ بن طریف سے نقل کی ہے اور وہ ابو جعفر الباقر سے نقل کرتا ہے اور باقر حضرت ام سلمہؓ سے۔ میزان ج ۱ ص ۲۱۱

سعد بن طریف۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ سعدؓ بن طریف بھی واہی انسان ہے۔ سیوطی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا واضع سعدؓ بن طریف ہے۔ اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ ج ۱ ص ۳۹۱ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس سعدؓ بن طریف کی روایات بیان کرنا کسی کے لئے حلال نہیں۔ احمد اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ ضعیف الحدیث ہے۔ نسائی اور دارقطنی کا قول ہے کہ متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ تو فی البدیہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ فلاس کہتے ہیں ضعیف ہے اور غالی شیعہ ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۲۲

حبان بن علی۔ میں کہتا ہوں کہ اس روایت کا تیسرا راوی حبانؓ بن علی بھی ایک واہی انسان ہے۔ علیؓ بن المدینی کا بیان ہے کہ یہ دو بھائی ہیں۔ حبانؓ اور مندلؓ میں ان دونوں کی روایات نہیں لیتا۔ دارقطنی کا قول ہے کہ ہر دو ضعیف ہیں۔ ابو زرعہ کہتے ہیں حبانؓ کمزور ہے اور نسائیؒ کا قول ہے کہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۴۹

سعد بن طریف نامی رافضی نے یہ روایت اپنے امام باقرؒ سے نقل کی ہے اور باقر نے حضرت ام سلمہؓ سے۔ حضرت ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا۔ اگرچہ بعض حضرات کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کا انتقال ۶۱ھ میں ہوا اور انھوں نے دلیل کے طور پر حضرت حسینؓ کے قتل کے سلسلے میں ان سے جو فرضی خواب مروی ہے وہ پیش کیے اور جناب باقر بقول ملا باقر مجلسی ۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ گویا انھوں نے حضرت ام سلمہؓ سے یہ روایت اس وقت سنی جب وہ اپنی والدہ محترمہ کا دودھ پی رہے تھے۔ اس لحاظ سے یہ روایت منقطع بھی ہے اور یہ جناب باقر اور حضرت ام سلمہؓ پر سعد بن طریف کا جھوٹ بھی ہے۔

اور یہ بھی ایک جھوٹ ہے کہ حضرت حسین ۶۰ھ میں قتل ہوئے۔ ماہ رجب ۶۰ھ میں امیر معاویہ کا انتقال ہے اور ان کے انتقال کے بعد یزید خلیفہ ہوا۔ اور حضرت حسین ۶۱ھ میں قتل ہوئے اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے اور کوئی سنی اس کا قائل نہیں ہو سکتا۔ کہیں اس روایت کے پردے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تبرا تو نہیں کیا گیا۔

خطبہ چھوڑ کر حسن و حسین کو گود میں اٹھانا

حضرت بریدہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک حسن و حسین آ گئے۔ وہ دونوں سرخ رنگ کے قمیص پہنے تھے اور گرتے پڑتے آ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر سے اترے اور انھیں گود میں اٹھا لیا اور اپنے آگے بٹھا لیا اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ یقیناً تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔

میری نظر ان دونوں بچوں پر پڑی جو گرتے پڑتے آ رہے تھے تو میں برداشت نہ کر سکا اور میں نے اپنی بات قطع کر کے انھیں اٹھا لیا۔ ترمذی کہتے ہیں یہ روایت حسین بن واقد کی سند سے حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۴۱۔ ابن کثیر لکھتے ہیں یہ روایت امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حسین بن واقد سے نقل کی ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۲۰۵

امام ترمذی نے حسین بن واقد کے باعث اس روایت کو حسن قرار دیا اور یہ بھی اقرار کیا کہ اسے حسین کے علاوہ کوئی اور نقل نہیں کرتا۔ اس حسین نے یہ روایت عبداللہ بن بریدہ سے نقل کی ہے اور اس حسین سے یہ داستان نقل کرنے والا اسی کا بیٹا علی بن حسین ہے۔ اس لحاظ سے اس روایت کی اصل حیثیت اس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتی جب تک ان تینوں کا زائچہ تیار نہ کیا جائے تو سب سے اول حسین بن واقد کا چہرہ مہرہ دیکھیں۔ بعد میں کسی اور کے خدوخال دیکھیں گے۔

حسین بن واقد ۔ حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔ اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے قاضی ہے۔ ثقہ ہے لیکن اسے وہم ہوتا ہے۔ تقریب ص ۷۵

حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔

یہ حسین مروزی ہے۔ عبداللہ بن بریدہ وغیرہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اس سے ابن المبارک، علی بن الحسن بن شقیق اور اس کے دونوں بیٹے علی اور علاء روایت کرتے ہیں۔ بخاری کے علاوہ خمسہ نے اس سے روایات لی ہیں۔

یہ مرو کا قاضی تھا اور اپنا سامان خود اٹھا کر لاتا۔ ابن معین وغیرہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ امام احمد نے اس کی بعض روایات کو منکر قرار دیا بلکہ روایات سن کر انکار میں اپنا سر ہلانے لگے۔ گویا انھوں نے اس کی روایات کو پسند نہیں کیا۔ ذہبی نے اس کی ایک روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۴۹

گویا اس حسین کی ذات پر بجز امام احمد کے کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ اب آیئے اس کے استاد عبداللہ بن بریدہ کی جانب۔

عبداللہ بن بریدہ ۔ حضرت بریدہؓ صحابی کا بیٹا ہے۔ قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتا ہے ثقہ ہے ۱۰۵ھ یا ۱۱۵ھ میں سو سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔ تمام صحاح ستہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔ تقریب ص ۱۶۸

حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن بریدہ ثقہ تابعین میں سے ہے۔ ابو حاتم اور دیگر لوگوں نے اسے صحیح کہا ہے لیکن وکیع

کہتے ہیں کہ اس کا بھائی سلیمان اس سے بہتر ہے کیونکہ محدثین کہتے ہیں کہ سلیمان کی حدیث زیادہ بہتر ہوتی ہے۔

عقیلی نے احمد بن محمد ہانی سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمد سے حضرت بریدہؓ کی احادیث کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اگر حضرت بریدہؓ سے ان کا بیٹا سلیمان حدیث روایت کرے تو اس کے بارے میں میرے دل میں کوئی شک نہیں لیکن جب عبداللہ روایت کرے۔ یہ کہہ کر امام احمد خاموش ہوگئے۔

اور عبداللہ بن احمد نے اپنے والد امام احمد سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن بریدہ کی وہ احادیث جو حسین بن واقد نقل کرے وہ بے پناہ منکر ہوتی ہیں۔ اس طرح وہ روایات جو ابو المنیب نقل کرے۔ میزان ج ۲ صـ ۳۹۶

ابن ابی حاتم نے تحریر کیا ہے کہ مجھے عبداللہ بن احمد نے یہ لکھ کر بھیجا کہ میرے والد نے فرمایا۔ عبداللہ بن بریدہ کی وہ احادیث جو حسین بن واقد اس سے نقل کرے وہ از حد منکر ہوتی ہیں الجرح والتعدیل ج ۵ صـ ۱۳

اب کھل کر حقیقت سامنے آگئی کہ عبداللہ بن بریدہ کی وہ تمام روایات منکر ہوتی ہیں جو اس سے حسین بن واقد نقل کرتا ہے اور یہ روایت بھی عبداللہ بن بریدہ کی ہے اور اسے بھی عبداللہ سے حسین نقل کر رہا ہے لہذا یہ روایت منکر ہے۔

حسین سے یہ روایت نقل کرنیوالا اس کا بیٹا علی بن حسین ہے۔ ذرا اس کے بھی خدوخال ملاحظہ فرمائیں۔

علی بن حسین بن واقد ۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں گو سچا ہے لیکن وہم کا مریض ہے۔ بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر محدثین نے اس سے روایات لی ہیں۔ تقریب صـ ۲۴۵

حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

یہ سچا ہے۔ اپنے باپ حسین اور ابوحمزۃ السکری سے روایات نقل کرتا ہے۔ عقیلی کہتے ہیں

مرجی تھا۔ بخاری لکھتے ہیں کہ ۱۱۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اور ابو حاتمؒ کہتے ہیں ضعیف الحدیث ہے۔
میزان ج ۲ ص ۱۲۳

گویا اس روایت میں اصل خرابی عبداللہ بن بریدہ کی جانب سے ظاہر ہو رہی ہے جو حضرت بریدہؓ صحابی کا بیٹا ہے اور ان سے یہ روایت نقل کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک امام احمدؒ کا فیصلہ قطعی طور پر درست ہے۔ اور یہ روایت عبداللہ بن بریدہ کی منکرات میں داخل ہے۔

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں

یعلیٰ بن مرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں، اللہ اس سے محبت فرمائے۔ جو حسینؑ سے محبت کرے۔ حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۲

اس روایت کو یعلی بن مرہؓ سے سعید بن راشد نے نقل کیا ہے اور سعید سے عبداللہ بن عثمان بن خثیم نے۔ اس سے اسمٰعیل بن عیاش نے۔ امام احمد نے۔ اس روایت کو وہیب کے ذریعہ عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے روایت کیا ہے۔

گویا اس روایت کا اصل دار و مدار دو راویوں پر ہے۔ سعیدؔ بن راشد اور عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔ اس عبداللہ سے نقل کرنے والے دو افراد ہیں۔ اسمٰعیلؔ بن ابی عیاش اور وہیبؔ لہٰذا سب سے اول سعید بن راشد کا حال ملاحظہ ہو۔

سعید بن راشد ۔ نسائیؒ لکھتے ہیں اس کی کنیت ابو محمدؒ ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے متروک ہے۔ عطا سے روایت کرتا ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۵۴

دار قطنی لکھتے ہیں یہ سعید بن راشد ابو محمد السماک المازنی ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ عطاؔ اور زہری سے روایت کرتا ہے۔ ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للدار قطنی۔ ص ۱۰۲

امام بخاریؔ لکھتے ہیں۔ سعیدؔ بن راشد ابو محمد المازنی ہے۔ سماکؔ کے لقب سے مشہور ہے۔

بصری ہے۔ عطاؔ اور زہریؔ سے روایت کرتا ہے منکر الحدیث ہے الضعفاء الصغیر ص ۵

امام ذہبیؔ فرماتے ہیں۔ اس سعید بن راشد نے یعلیٰؔ بن مرہ سے صرف ایک روایت نقل کی ہے جسے ترمذیؔ اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ اسے ابن ابی راشد بھی کہا جاتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۲۵

عبدالرحمٰنؔ بن ابی حاتم رقم طراز ہیں۔ یہ سعید بن راشد سماک کہلاتا ہے۔ اس کی کنیت ابو محمدؔ ہے۔ قبیلہ مازن سے تعلق رکھتا ہے۔ عطاءؔ، حسن، ابن سیرینؔ، اور زہریؔ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے مروانؔ بن معاویۃ الفزاری وغیرہ احادیث روایت کرتے ہیں۔ میں نے اس کے بارے میں اپنے والد سے پوچھا۔ فرمایا ضعیف الحدیث ہے منکر الحدیث ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۴ ص ۴۹

ان تمام تفصیلات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ سعید بن راشد قطعاً ناقابل قبول ہے اور یہ تابعین سے روایت کرتا ہے۔ اس نے کسی صحابی سے کوئی روایت نقل نہیں کی۔ لہذا سعید حضرت یعلیٰؓ سے جو یہ حدیث نقل کر رہا ہے اس نے درمیان سے راوی گرایا ہے اور یہ روایت منقطع ہے اور یہ روایت حسن نہیں بلکہ منکر ہے۔

عبداللہ بن عثمان بن خثیم ۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ یہ مکہ کا باشندہ ہے۔ قاری ہے۔ اس کی کنیت ابو عثمان ہے۔ سچا ہے ۱۳۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ بخاری کے علاوہ تمام کتابوں میں اس کی روایت پائی جاتی ہے۔ تقریب ص ۱۸۱

حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

احمد بن ابی مریمؔ نے یحییٰؔ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ عبداللہؔ بن عثمان ثقہ ہے حجت ہے لیکن ابنؔ الدورقی کا بیان یہ ہے کہ یحییٰؔ کہتے ہیں اس کی حدیث قوی نہیں۔ فلاسؔ کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰنؔ بن مہدی اس کی حدیث بیان نہ کرتے۔ ابو حاتم کا بیان ہے اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے اس میں کچھ حرج نہیں۔ لیکن ایک بار فرمایا اس کی حدیث حجت نہیں۔ نسائیؒ نے اس کی روایات نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کی حدیث کمزور ہوتی ہے۔ میزان ج ۲ ص ۴۶

ہمارے خیال میں اس روایت پر اتنی بحث بہت کافی ہے ورنہ ترمذی کی سند میں اسمٰعیلؔ

بن ابی عیاش بھی ضعیف ہے اور مسند احمد کی سند میں وہب بن جریر ہے اور اس سے عفانؒ حدیث روایت کر رہا ہے حالانکہ خود عفانؒ نے وہب کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔

معنوی لحاظ سے بھی اس روایت میں دو خامیاں ہیں۔

۱۔ یہ امر تو واضح ہے کہ حضرت حسینؓ حضورؐ سے ہیں یعنی حضورؐ کے خون سے ہیں لیکن یہ کہنا کہ میں حسینؓ سے ہوں تو آپ حضرت حسین کے خون سے پیدا نہیں ہوئے۔ اس لحاظ سے یہ جملہ انتہائی لغو ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لغویات نہیں فرما سکتے۔

۲۔ حسینؓ اسباط میں سے ایک سبط ہیں تو حضرت حسنؓ کا کیا قصور ہے جو انھیں سبط قرار نہیں دیا گیا اور پھر اس روایت میں صرف حضرت حسینؓ کی محبت کا ذکر کیا گیا ہے اور حضرت حسنؓ کا کوئی ذکر نہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت میں خالص سبائیت پائی جاتی ہے۔

اور اسباط سبط کی جمع ہے اور سبط پوتے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى — اور اسباط اور وہ چیزیں جو موسیٰ و عیسیٰ دئے گیے۔

تو اس معنی کی رو سے حضرت موسیٰؑ حضرت یوسفؑ حضرت داؤدؑ حضرت سلیمانؑ اور دیگر انبیاء حضرت اسحٰقؑ کی اولاد میں سے نہ تھے بلکہ ان کی بیٹی کی اولاد ہیں۔ قربان جائے معنی کی اس تبدیلی پر۔

حسن و حسین کو سونگھنا

یوسف بن ابراہیم کا بیان ہے کہ اس نے حضرت انس بنؓ مالک سے سنا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ کو اپنے اہل بیت میں کون سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا حسن و حسین۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں آپ فاطمہؓ سے فرماتے میرے بیٹوں کو بلا۔ جب وہ انھیں بلاتیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں سونگھتے اور انھیں خود سے چمٹاتے۔ ترمذی کہتے ہیں حضرت انسؓ سے یہ حدیث غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ صہ ۲۴۱

اس روایت کو حضرت انسؓ سے یوسف بن ابراہیم کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔ اسی باعث

ترمذی نے اسے غریب قرار دیا ہے ۔

اس یوسف بن ابراہیم کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں ۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ۔

یوسف بن ابراہیم تمیمی اسکی کنیت ابو شیبۃ الجوہری ہے ۔ واسط کا باشندہ ہے ضعیف ہے تقریب التہذیب صـ ۳۸۸

حافظ ذہبی تحریر فرماتے ہیں ۔

یوسف بن ابراہیم التمیمی ابو شیبہ یہ اپنے لقب اللال سے مشہور ہے ۔ حضرت انسؓ سے احادیث روایت کرتا ہے ۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ حضرت انسؓ کے نام سے ایسی احادیث بیان کرتا ہے جو حضرت انسؓ نے کبھی بیان نہیں کیں ۔ اس کی تو روایت بیان کرنا حلال نہیں ۔

ابوحاتم رازی کہتے ہیں ضعیف ہے عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتا ہے ۔

امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں اس اللال کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ روایت نقل کرتے ہیں ۔ یہ عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتا ہے ۔ گویا امام بخاری اور ابو حاتم رازی کے نزدیک یہ روایت ایک کہانی ہے ۔

ابو احمد الحاکم کہتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں ۔ میزان الاعتدال ج صـ ۴۶۱/۴

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم لکھتے ہیں ۔

یہ یوسف بن ابراہیم بصرہ کا باشندہ ہے ۔ حضرت انسؓ سے حدیث روایت کرتا ہے ۔ اس سے عقبہ بن خالد ، ابو قتیبہ ، عبدالحمید الحمانی ، اسمٰعیل بن عبد الاعلیٰ الغنزی ، علاء بن الحسین اور یزید القدائی احادیث روایت کرتے ہیں ۔ یہ تمام تفصیل مجھے میرے والد نے بتائی ۔ میں نے ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا ۔

ضعیف الحدیث منکر الحدیث عندہ عجائب ۔ الجرح والتعدیل ج صـ ۲۱۹/۹

ضعیف الحدیث ہے ۔ منکر الحدیث ہے اس کے پاس عجیب عجیب کہانیاں ہیں ۔

ابن عباسؓ کا ایک اور خواب

(سلسلہ قتل حسینؓ)

حافظ ابن کثیر نے امام احمد کے حوالہ سے ابن عباسؓ کا ایک اور خواب نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عین دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا کہ آپ کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ آپ کا جسم غبار آلود ہے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک بوتل ہے جس میں خون ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیا ہے۔ فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں آج صبح سے اسے جمع کر رہا تھا۔

عمار راوی کا بیان ہے کہ جب ہم نے حساب لگایا تو یہ خواب اسی روز دیکھا گیا تھا جس روز حضرت حسین قتل ہوئے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

تفرد بہ احمد و اسنادہ قوی — (اسے صرف احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے۔) البدایۃ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲

اس لحاظ سے تو بے شک یہ روایت قوی الاسناد ہے کہ اس کے کسی راوی پر محدثین میں سے کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ وہ ثقہ نہیں ہے لیکن اس کے دو راویوں پر اور قسم کے اعتراضات ہیں۔

اول اعتراض اس کے پہلے راوی عمار بن ابی عمار پر ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں یہ سچا ہے لیکن اکثر غلطیاں کرتا ہے۔ تقریب ص ۲۰۰

۲۔ عمار سے اسے نقل کرنے والے حماد بن سلمہ ہیں۔ ان کی جلالت شان، زہد تقویٰ، عبادت اور حدیث سے واقفیت تامہ پر کسی نے انگلیاں نہیں اٹھائیں لیکن انھیں وہم بھی ہوتا تھا اور ان سے اس قسم کی منکر روایات بھی مروی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے پروردگار کو ایک بے داڑھی مونچھ کے لونڈے کی صورت میں دیکھا جو سبز حلّہ پہنے ہوئے تھا۔ اس کے پاؤں پر موتیوں کا پردہ پڑا ہوا تھا وغیر ذلک۔

کہا جاتا ہے کہ ان کی بیوی کا ایک لڑکا تھا جو ان کے زیر کفالت تھا۔ اسے ابن ابی العوجا، کہا جاتا تھا۔ وہ ان کے مسودات میں اپنی جانب سے روایات شامل کرتا رہتا۔ اور اسی باعث بخاری نے ان سے روایت نہیں لی۔ ایسی صورت میں یہ روایت اس قابل ہے کہ اسے حماد بن سلمہ کی منکرات میں شامل کیا جائے اور علی الخصوص جب اس روایت پر اس حیثیت سے نظر ڈالی جائے کہ حضرت حسین کے ساتھ ان کے ساتھیوں کا خون بھی جمع کیا گیا تھا تو ان کے ساتھ متعدد کوفہ کے سبائی بھی تھے تو کیا وہ بھی اس بلند مقام پر فائز تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا خون بھی جمع کرتے پھریں۔ اب آپ حضرات خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس کہانی کا مقصود کیا ہے۔

اسی قسم کا ایک خواب پہلے بھی ابن عباسؓ مدینہ میں دیکھ چکے ہیں۔ اب یہ دوسرا خواب ہے جو ابن عباسؓ کسی نامعلوم مقام پر دیکھ رہے ہیں۔

ایک ساتھ پانچ سجدے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ سجدے فرمائے جن میں کوئی رکوع نہ تھا اور فرمایا میرے پاس جبرئیلؑ آئے تھے۔ انھوں نے فرمایا۔ اے محمدؐ یقیناً آپ کا پروردگار فاطمہؓ سے محبت کرتا ہے۔ لہذا اے نبی سجدہ کیجئے تو میں نے سجدہ کیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ حسنؓ و حسینؓ سے محبت رکھتا ہے۔ میں نے پھر سجدہ کیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ اس سے محبت رکھتا ہے۔ جو ان دونوں سے محبت رکھے اور جو ان سے بغض رکھے ان سے بغض رکھتا ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۱۴

چونکہ شیعوں کا عقیدہ پنج تن کے اردگرد گھومتا ہے اس لیے سجدات کی تعداد بھی پانچ ہونی لازم تھی لیکن ہمیں افسوس یہ ہے کہ ابتدائے روایت میں راوی نے پانچ سجدوں کا دعویٰ تو کیا لیکن جب تفصیل بیان کی تو صرف دو سجدے رہ گئے اور حسنؓ و حسینؓ کو صرف ایک ہی سجدہ میں فارغ کر دیا گیا کیونکہ مذہب سبائیہ میں حضرت حسنؓ کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس لئے بجائے دو سجدوں کے ایک سجدہ کرایا گیا اور حیرت اس پر ہے کہ راوی حضرت علیؓ کو بھی بھول گیا بلکہ اللہ تعالٰی نے اپنی محبت کا اظہار صرف تین

شخصوں کے لئے فرمایا۔ فاطمہؓ اور حسن و حسین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جھلا دیا گیا۔

ان عقل کے کو دنوں سے کوئی یہ سوال کرے کہ یہ جملہ کہ پانچ سجدے کئے جن میں کوئی رکوع نہ تھا۔" کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا سجدوں کے درمیان رکوع بھی ہوتا ہے یا ہر سجدہ کے لئے رکوع لازم ہے لہذا رکوع کی نفی ایک لایعنی امر ہے۔

حسینؓ کی محبت اور حسینؓ کا بغض یہ بھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ جس شخص کو حضرت حسنؓ کے اس فعل سے محبت ہوگی کہ انھوں نے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائی اور اتنی بڑی قربانی پیش کی جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ لازماً ایسا شخص حضرت حسینؓ کے اس اقدام کو اچھی نظر سے نہیں دیکھے گا جو انھوں نے یزید کے خلاف اختیار کیا اور جو حضرت حسینؓ کے اس اقدام کو مستحسن سمجھے گا وہ حضرت حسنؓ کے اقدام کو ہرگز بھی اچھا نہیں سمجھ سکتا بلکہ وہ تو انھیں مسود وجوہ المؤمنین یعنی مؤمنین کے چہروں پر سیاہی ملنے والا اور مذل وجوہ المؤمنین اور مؤمنین کے چہروں کو ذلیل کرنے والا کے خطاب سے نوازے گا۔

جہاں تک اس کی سند کا تعلق ہے تو اس کا راوی سامری ہے۔ اس کا خاکہ حافظ ذہبیؒ نے کچھ اس طرح کھینچا ہے۔

سامری۔ اس کا نام عبداللہ بن حفص الوکیل ہے۔ سامری کے لقب سے مشہور تھا۔ اسے ضریر بھی کہتے ہیں یعنی جو اندھا۔ گویا یہ آنکھوں کے ساتھ ساتھ عقل کا اندھا بھی تھا اور سامری ہونے کے ناتے اس نے نئی قسم کی گوسالے تیار کئے تھے۔ ابن عدیؒ کہتے ہیں۔ میں نے اس کی کچھ روایات لکھی تھیں۔ یہ حدیث کا چور تھا۔ دوسروں کی جھوٹی روایات نئی سندات سے پھیلاتا۔ اس نے مجھے کچھ روایات سنائیں جن کے موضوع ہونے میں مجھے کوئی شک نہیں۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں ابن عدیؒ کو اپنی کامل میں ایسے دجال بے بصیرت اور بصارت کے اندھے کا ذکر نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اسی قسم کے لوگوں کے سلسلے میں ہے۔

مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ   جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا

فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ہوگا اور راہ سے بھی گمراہ ہوگا۔

ایسے دَجَّالَہ کی موجودگی میں کسی اور راوی پر بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ جس طرح یہ روایت جھوٹی ہے تو یقیناً اوپر کے راویوں کے نام بھی جھوٹ ہوں گے کیونکہ جھوٹ ان لوگوں کا مذہب ہے اور اس کا ثبوت خود اس کی ایک اور روایت ہے۔ جو غالباً سنّیوں کو خوش کرنے کے لئے اس نے وضع کی ہوگی وہ ہمارے قارئین بھی ملاحظہ فرمالیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں میدان حشر میں دس سال تک معاویہؓ کو تلاش کرتا رہوں گا۔ لیکن وہ مجھے نظر نہ آئیں گے۔ اچانک اسی سال بعد وہ ایک مشک کی اونٹنی پر سوار نظر آئیں گے جس کا کجاوہ رحمت کا ہوگا اور اس کے پائے زبرجد کے ہونگے۔ ملاقات کے بعد وہ بتائیں گے کہ میں عرش الٰہی کے نیچے ایک باغیچہ میں بیٹھا اپنے پروردگار سے سرگوشیاں کررہا تھا اور وہ مجھ سے سرگوشیاں کررہا تھا۔ میرے پروردگار نے مجھ سے فرمایا۔ اے معاویہؓ میں نے تجھے یہ درجہ اس لیے دیا ہے کہ دنیا میں تجھے لوگوں نے بہت بُرا کہا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۳

ہمارا خیال ہے کہ امیر معاویہؓ سے زیادہ ان کے بیٹے یزید کو بُرا کہا جاتا ہے۔ لہٰذا موجودہ صالحین کو چاہیے کہ ایک روایت فضیلت یزید میں بھی وضع کردی جائے۔۔۔ کیونکہ تقیہ بازوں کی روش ہمیشہ یہی رہی ہے۔

یہاں ہم ساتھ ساتھ اپنے قارئین کو یہ بھی بتادیں کہ یہ پانچ سجدوں والی روایت اس سامری نے سوید بن سعید سے نقل کی ہے اور سوید بھی محدثین کے یہاں کوئی پسندیدہ انسان نہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میزان ج ۲ صفحہ ۲۴۸

جنّت کے دروازے پر کیا لکھا ہوا ہے:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی حب اللہ ، الحسن والحسین صفوۃ اللہ فاطمہ امت اللہ علی باغضہم لعنت اللہ میزان ج ۳ ص ۱۱۱	اللہ کے علاوہ کوئی اللہ نہیں ۔ علی اللہ کے محبوب ہیں ، حسن وحسین اللہ کے پسندیدہ ہیں ۔ فاطمہ اللہ کی باندی ہیں ۔ ان سے بغض رکھنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو ۔

یہ پنج تنی فارمولا ہے ۔ جو اس فارمولے کو تسلیم نہیں کرتا ۔ اس پر اللہ کی لعنت ۔ امام ذہبی یہ روایت بیان کرکے فرماتے ہیں بلکہ اس شخص پر لعنت ہو جس نے یہ روایت وضع کی ہے ۔

علی بن احمد المؤدب ۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں یہ روایت علی بن احمد المؤدب الحلوانی کے تذکرہ میں نقل کی ہے ۔ اس احمد نے جتنی بھی روایات بیان کی ہیں وہ سب اسی قسم کی موضوع روایات ہیں ۔ یہ ان میں سب سے بدترین روایت ہے ۔ خطیب لکھتے ہیں میرا گمان ہے کہ یہ روایت اسی حلوانی کی وضع کردہ ہے ۔ میزان ج ۳ ص ۱۱۱

خطیب بغدادی کا بیان بالکل صحیح ہے کیونکہ اس کی سند میں اس سے اوپر کے جو راوی گنائے ہیں ۔ یعنی علی بن المدینی ، وکیع ، اعمش اور مقریؒ تو ان حضرات کی ذات تو کذب وافترا سے پاک ہے ۔ اس روایت کا ایک اور راوی جابر نامی ہے ۔ جس سے اعمش روایت کرتا ہے ۔ اس ناپاک ہستی کا نام جابر بن یزید ہے ۔

جابر بن یزید الجعفی ۔ یہ جابر فقہ جعفریہ کا ایک ستون ہے ۔ اصول کافی اور شیعہ مذہب کی دیگر کتابوں میں جناب باقرؒ کی اکثر روایات اس سے مروی ہیں ۔ یہ شخص اپنے کذب وافترا میں تمام محدثین میں مشہور ہے ۔ امام ترمذی نے اپنی کتاب العلل اور مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں اس کے کذب پر بحث کی ہے لیکن ہم اس کا تفصیلی حال میزان الاعتدال اور شیعوں کی کتاب المرجعات سے نقل کر رہے ہیں ۔

زہیر بن معاویہ کا بیان ہے کہ میں نے اس جابر کو یہ کہتے سنا ہے کہ مجھے پچاس ہزار ایسی احادیث یاد ہیں جن میں سے ایک بھی میں نے ابھی تک بیان نہیں کی ۔ ایک روز اس نے ایک

روایت بیان کی اور کہنے لگا یہ ان پچاس ہزار (مخفی) روایات میں سے ہے۔

سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک روز یہ جابر کہنے لگا۔ میرے پاس پچاس ہزار ایسی احادیث ہیں جو میں نے کبھی کسی سے بیان نہیں کیں۔ میں نے اس کے اس قول کا تذکرہ ایوب بن ابی تمیمہ سے کیا۔ انھوں نے فرمایا پھر تو وہ پکا جھوٹا ہے۔

عبدالرحمٰن بن شریک کا بیان ہے کہ میرے والد شریک بن عبداللہ النخعی کے پاس دس ہزار ایسی روایات تھیں جو انھوں نے جابر سے سنی تھیں۔

امام جو اس جابر کے استاد تصور کیے جاتے ہیں۔ انھوں نے ایک روز جابر سے کہا تیری موت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک تو حضور پر جھوٹ نہ بولنے لگے۔ اسمٰعیل بن ابی خالد کا بیان ہے کہ ابھی کچھ روز نہ گزرے تھے کہ لوگ اسے جھوٹا کہنے لگے۔

امام احمد کا قول ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان نے اس جابر کی روایات ترک کر دی تھیں اور عبدالرحمٰن بن مہدی ابتداء میں تو اس کی روایات بیان کرتے لیکن پھر انھوں نے بھی اس کی روایات ترک کر دیں اور یحییٰ نے آخر میں بھی ترک کر دی تھیں۔

ابو یحییٰ الحمانی کا بیان ہے کہ میں نے ابوحنیفہ کو یہ کہتے سنا کہ میں نے جتنے علماء اور لوگوں کو دیکھا ان میں عطاء بن ابی رباح سے زیادہ فقیہ اور جابر جعفی سے زیادہ کوئی جھوٹا نہیں دیکھا۔ میں اپنی رائے سے کوئی بات کہتا جابر فوراً اس کے لیے ایک حدیث وضع کر دیتا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس کے پاس پچاس ہزار ایسی احادیث ہیں جو اس نے لوگوں پر ظاہر نہیں کیں۔ کیونکہ ان کا تعلق علم باطن سے تھا۔ یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔

ثعلبہ کا بیان ہے کہ میں نے اس جابر سے احادیث سننے کا ارادہ کیا تو مجھے لیث بن ابی سلیم نے نصیحت کی کہ اس کے پاس نہ جانا کہ وہ کذاب ہے۔

نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ ابوداؤد کہتے ہیں یہ حدیث میں قوی نہیں۔ بخاری کا قول ہے کذاب ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کذاب ہے۔ رافضی ہے۔

جریر بن عبدالحمید کہتے ہیں جابر جعفی کی حدیث بیان کرنا حلال نہیں سمجھتا۔ کیونکہ وہ رجعت پر ایمان رکھتا ہے۔ یعنی وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت علیؓ دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے (اس فرقہ کو رجعیہ کہا جاتا ہے)

یحییٰ بن یعلی المحاربی کہتے ہیں کہ زائدہ نے اس جابر کی روایات اٹھا کر پھینک دیں اور فرمایا یہ جھوٹا ہے۔ رجعت پر ایمان رکھتا ہے۔

ابوشیبہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں کسی وقت اگر جابر کے پاس جاتا اور اتفاق سے وہ لکڑی کا زمانہ نہ ہوتا تو یہ اپنے حوض کے اردگرد چکر کاٹتا پھر گھر سے لکڑی لے کر آتا اور کہتا کہ یہ میرے باغیچہ کی ہے۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ جابر کذاب ہے۔ ابو الاحوص کا بیان ہے کہ میں جابر کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ سے عافیت کا سوال کرتا۔ سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ وہ اس قسم کی باتیں کہتا کہ مجھے یہ خوف پیدا ہوتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ بطور عذاب مکان کی چھت مجھ پر نہ گرا دے۔ جوزجانی فرماتے ہیں وہ کذاب ہے۔ میں نے امام احمد سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا عبدالرحمٰن بن مہدی نے اس کی روایات ترک کر کے اطمینان کا سانس لیا۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ سبائی تھا۔ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔ جراح بن ملیح کا بیان ہے کہ میرے پاس ستر ہزار احادیث ابوجعفر بن باقر کی ہیں جو انھوں نے حضور سے روایت کی ہیں۔

زائدہ کا بیان ہے کہ یہ صحابہ کو گالیاں دیتا تھا۔ یہ جابر کہا کرتا تھا کہ میں باقر کی خدمت میں گیا۔ انھوں نے مجھے ایک پیالہ میں پانی پلایا جس سے مجھے چالیس ہزار احادیث و روایات یاد ہو گئیں شہاب بن عباد کا بیان ہے کہ انھوں نے سفیان بن عیینہ سے سنا کہ جابر کہا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو بلایا اور حضور نے جو کچھ سیکھا تھا وہ انھیں سکھا دیا۔ پھر علیؓ نے حسنؓ کو بلا کر یہ سب علم سکھایا۔ حسن نے حسین کو تعلیم دی، پھر حسین نے علی بن حسین یعنی زین العابدین کو ان امور کی تعلیم دی، پھر زین العابدین نے باقر کو اور باقر نے جعفر کو تعلیم دی۔ سفیان کہتے ہیں

میں نے اسی وجہ سے اس کی روایت چھوڑ دی۔ کتاب العلل الترمذی، مقدمۂ مسلم۔ میزان ج ۱ صلا۷۳ کتاب الضعفاء والمتروکین النسائی ص۲ ۔ کتاب الضعفاء الصغیر للبخاری ص۳۳

سبائیوں کی زبان میں یہ روایت ہے جو بارہ اماموں تک چلی اور بارہویں امامت قیامت تک چلے گی۔ صوفیا کی زبان میں اسے علم باطن اور علم سینہ بسینہ کہا جاتا ہے جو ہر گدی نشین پیر کو ودیعت ہوتا رہا۔ سبائیوں کے نزدیک یہ قرآن محرف ہے اور حدیث وسنت ناقابل اعتبار ہیں۔ صوفیاء کے نزدیک یہ علم ظاہر ہے کہ جس کی حیثیت ایک چھلکے سے زیادہ نہیں اسی لئے متعدد صوفیا کتب احادیث کو دریا برد کرتے رہے تاکہ اس علم ظاہر سے چھٹکارا حاصل ہو۔ بعض صوفیاء اس کے قائل ہیں کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے۔ پھر ہر باطن کا ایک باطن ہوتا ہے پھر اس باطن کا بھی ایک باطن ہوتا ہے اور پھر اس باطن کا بھی ایک باطن ہوتا ہے۔ یہ تصور رومی نے اپنی مثنوی میں پیش کیا ہے۔
اعاذنا اللہ من ھذا الشر العظیم۔

حضرت حسین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ حسنؓ سینے سے اوپر کے حصہ میں حضور کے مشابہ تھے لیکن حسینؓ بن علی نچلے حصہ میں حضور کے مشابہ تھے۔ ترمذیؒ کا بیان ہے کہ یہ روایت حسن غریب ہے۔
ترمذی ج ۲ ص۲۴۲

اول تو اس روایت کے جواب کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ روایت خبر واحد اور حسن ہے۔ جبکہ خود ترمذیؒ نے صحیح اور مشہور روایت یہ نقل کی ہے کہ حسنؓ بن علیؓ سے زیادہ حضور کے کوئی مشابہ نہ تھا۔ یہ روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے اور اسے ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے۔ نیز ابو جحیفہؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور حسنؓ بن علیؓ آپ کے مشابہ تھے۔ اس روایت کو بھی ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے۔
نیز ترمذیؒ نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ اس قسم کی روایات کہ حسنؓ بن علیؓ حضور کے مشابہ تھے۔

حضرت ابو بکرؓ صدیق، حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ سے بھی مروی ہیں۔

حضرت علیؓ کی مذکورہ روایت میں سارا فساد عبیداللہ بن موسیٰ کا پیدا کردہ ہے۔ یہ عبیداللہ قبیلہ عبس سے تعلق رکھتا ہے۔ اور کوفہ کا باشندہ ہے۔ بخاری اور تمام صحاح نے اس سے روایات لی ہیں۔

ذہبی لکھتے ہیں اگرچہ یہ بظاہر معتبر ہے لیکن آگ لگانے والا شیعہ ہے (جس کی یہ بیّن مثال موجود ہے) لیکن یحییٰ بن معین اور ابو حاتم کہتے ہیں ثقہ ہے لیکن ابو حاتم یہ بھی کہتے ہیں کہ ابو نعیم اس سے بہتر ہے۔

احمد بن عبداللہ العجلی کا بیان ہے کہ قرآن کا زبردست عالم تھا۔ میں نے اسے کبھی سر اٹھائے ہنستے نہیں دیکھا۔

امام ابو داؤد فرماتے ہیں۔ یہ تو آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

میمونی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ عبیداللہ اوّل تو احادیث میں خلط ملط کرتا۔ دوسرے بدترین قسم کی روایات بیان کرتا اور تمام شیعی آفات اسی کی پیدا کردہ ہیں۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا لیکن میں نے اس سے روایت لینا پسند نہیں کیا۔ ایک محدث نے ان سے دریافت کیا۔ میں اس سے احادیث سنوں تو امام احمد نے اس سے منع فرما دیا۔ میزان ج ص۱۶

گویا عبیداللہ نے اصل روایت میں کہ حضرت حسنؓ حضورؐ کے مشابہ تھے۔ تبدیلی کر کے حضرت حسینؓ کو زبردستی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ قرار دیا۔ اور اس طرح یہ روایت وجود میں آئی۔

حضرت حسین کے قتل کی پیشین گوئی

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بارش کے فرشتہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دیدی اور ام سلمہؓ سے فرمایا۔ ذرا دروازے کی حفاظت کرنا کوئی اندر نہ آنے پائے۔

لیکن اتنے میں حسینؓ بن علیؓ آئے اور اچھل کر اندر داخل ہو گئے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھے پر چڑھنا شروع کیا۔ اس فرشتہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس فرشتہ نے کہا آپ کی امّت اسے قتل کرے گی۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ مقام دکھاؤں جہاں یہ قتل کئے جائیں گے پھر فرشتے نے ہاتھ مارا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ مٹی دکھائی۔ ام سلمہؓ نے اس مٹی کو لے کر اپنے کپڑے کے کنارے سے باندھ لیا۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ہم اسی وقت سے سنتے آئے تھے کہ حسین بن علیؓ کربلا میں قتل کئے جائیں گے۔ مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۲۶۵

غالباً حضرت انسؓ یہ قصہ بیان کرنے کے لئے اس وقت ابن زیاد کے پاس بیٹھے تھے۔ جب بقول راوی حضرت حسین کا سر ابن زیاد کے پاس پہنچا تھا جیسا کہ بخاری میں اس کی تشریح موجود ہے تو ہو سکتا ہے کہ انھیں حضرت حسین کا سر دیکھ کر یہ قصہ یاد آگیا ہو۔ اور پہلے حضرت انسؓ بھول گئے ہوں۔ لیکن ہمیں حیرت اس پر ہے کہ اس وقت جتنے بھی صحابہ حیات تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے بھی حضرت حسین کا ساتھ نہیں دیا۔ مثلاً آپ کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن جعفرؓ آپ کے چچا عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ جو خود صحابی رسول تھے۔ حتیٰ کہ اس حدیث کے راوی حضرت انسؓ بھی ابن زیاد کے پاس بیٹھے رہے۔

ہم پہلے حصہ میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت حسین ۹ھ میں پیدا ہوئے اور جب حضور کی وفات ہوئی تو ان کی عمر دو سال دو ماہ تھی لیکن اتنی عمر میں اچھل کر اندر داخل ہونا اور ام سلمہؓ کے ہاتھ نہ آنا یہ بھی ایک عجوبہ سے کم نہیں۔

اور سب سے بڑا عجوبہ یہ ہے کہ ام سلمہؓ فرشتے کو آتے اور حضور سے ہم کلام ہوتے دیکھ رہی ہیں۔ آج تک تو ہم یہ سنتے آئے تھے کہ فرشتہ بھی آپ کے پاس انسانی صورت میں آتا تھا لیکن وہ ایسی صورت میں آیا کہ ام سلمہؓ اسے دیکھ کر پہچان گئیں کہ یہ فرشتہ ہی ہے۔

نیز فرشتے نے وعدہ تو زمین دکھانے کا کیا لیکن خالی مٹی پکڑا کر چلا گیا۔ اب کیا خبر وہ مٹی

کس جگہ کی ہوگی۔ اور وہ ایسا کونسا فرشتہ تھا جو زمین دکھانے کے بجائے خالی مٹی دکھا رہا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ جگہ اس لئے نہ دکھائی ہو کہ اس وقت اس جگہ پر ایرانی برادری کا قبضہ تھا۔ ہمیں تو صرف دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ واقعہ پیش بھی آیا تھا یا نہیں۔ روایتی لحاظ سے اس کا کیا مقام ہے۔

اس روایت کے رواۃ کا جہاں تک تعلق ہے تو صرف تین رواۃ ایسے ہیں جن پر بحث کی جا سکتی ہے۔ یعنی عبدالصمد بن حسان۔ عمارۃ بن زاذان۔ ثابت۔ کیونکہ بقیہ راویوں میں حضرت انسؓ یا امام احمد اور ان کے صاحبزادے ہیں۔ لہٰذا پہلے ان تین راویوں پر کلام کیا جائے گا۔

عبدالصمد بن حسان ۔ یہ مروزی ہے ثوری اور اسرائیل سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے محمد بن یحییٰ ذہلی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ ہرات کا قاضی بھی رہا۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔ یہ انشاء اللہ سچا ہے۔

نیز ذہبی لکھتے ہیں اسے امام احمد بن حنبل نے متروک قرار دیا۔ اگرچہ امام احمد سے یہ بات ثابت نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ میں نے اس سے روایات لکھی تھیں اور وہ حدیث میں قبولیت کے قریب تھا۔ میزان ج ۲ ص ۶۲۰

ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابن حبان نے اس کا کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ اس کا انتقال جمعرات کے دن نصف محرم میں ہوا۔ لسان المیزان ج ۴ ص ۲۰

عبدالصمد بن حسان نے یہ روایت عمارۃ بن زاذان سے نقل کی ہے۔ ذرا ان عمارۃ کا حال بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں رقم طراز ہیں۔

عمارۃ بن زاذان البصری الصیدلانی ۔ اس کی کنیت ابو سلمہ ہے۔ ثابت البنانی اور مکحول سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے شیبان بن فروخ اور حبان بن ہلال نے روایات نقل کی ہیں۔ اس کی مرویات ابو داؤد۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

بخاری لکھتے ہیں اسے اپنی حدیث میں بسا اوقات اضطراب ہوتا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ حاتم کہتے ہیں اس کی روایت لکھ لی جائے لیکن اس کی روایت حجت نہ سمجھی جائے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کچھ نہیں۔ حکم بن یزید کا بیان ہے کہ اس نے ستاون حج کئے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۱۷۶ التاریخ الکبیر ج ۳ ص ۵۰۵

حافظ دارقطنی نے اپنی کتاب الضعفاء میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ گویا دارقطنی کے نزدیک بھی یہ ضعیف ہے۔ کتاب المتروکین۔ دارقطنی ص ۱۲۹

امام احمد سے اس کے بارے میں دو روایات ہیں پہلی روایت ان کے صاحبزادے عبداللہ کی اس کی۔ ویسے ان کا قول یہ ہے کہ عمارۃ بن زاذان شیخ ہے۔ ثقہ ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

لیکن ابوبکر بن الاثرم نے امام احمد سے دریافت کیا کہ عمارۃ بن زاذان کے بارے میں آپ کی کیا رائے۔ فرمایا حضرت انسؓ سے منکر احادیث نقل کرتا ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۳۶۶

گویا امام احمد کے نزدیک یہ روایت منکر ہے۔

تیسرا راوی ثابت البنانی ہے۔ محدثین کو ان کی ذات پر کوئی خاص اعتراض نہیں بجز اس کے کہ ان سے روایت کرنے والا قابل اعتراض نہ ہو۔ جیسا کہ اس روایت میں عمارۃ بن زاذان قابل اعتراض ہے۔ لہذا یہ روایت عمارۃ بن زاذان کے باعث منکر ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے متعلق روایات

قیامت کے دن ابوبکرؓ کیلئے اللہ کی تجلی

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم جب غار سے نکلے تو ابوبکرؓ نے آپ کو پشت سے پکڑلیا۔ آپ نے ابوبکر کے چہرے کی جانب نگاہ ڈالی۔ اور فرمایا یا اے ابوبکرؓ، کیا میں تجھے کوئی بشارت نہ دوں، میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمام مخلوق کے لئے تجلی فرمائے گا۔ اور ابوبکرؓ تیرے لئے خاص طور پر تجلی فرمائے گا۔

اس روایت کو خطیب بغدادی نے نقل کر کے لکھا ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ اس کا متن اور سند دونوں محمد بن عبد بن عامر نے وضع کئے ہیں۔ لیکن اس کی ایک اور بھی سند ہے جس میں ایک راوی محمد بن کثیر مجہول اور محمد بن بیان الثقفی واضع الحدیث ہے۔ اللالی ج ۱ ص ۲۸۶۔ الموضوعات لابن جوزی عامۃ لابن جوزی۔ ج ۱ ص ۳۰۳

اتفاق سے یہ دو اسنا دعبد الرزاق پر ایک ہو جاتی ہیں۔ اور عبد الرزاق سے اوپر کے تمام راوی بظاہر معتبر ہیں۔ لیکن تعجب انگیز امر یہ ہے کہ اس موضوع پر جتنی روایات مروی ہیں وہ سب کی سب ایسے انصار صحابہ سے مروی ہیں جو اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے۔ کیونکہ اصل خوبی تو وہی ہوتی ہے جس کی دشمن بھی تعریف کرے۔ ہاں یہ امکان ضرور ہے کہ کہیں یہ تقیہ نہ ہو۔ کیونکہ عبد الرزاق بن ہمام بہت کم اپنے تخیلات کا اظہار کرتا تھا۔ جو اس امر کی دلیل ہے کہ ان صحابہ کے نام سے یہ ایک بکواس ہے۔

جہاں تک محمد بن عبد بن عامر، محمد بن بیان اور حسن بن کثیر کا تعلق

ہے۔ تو ہم ان کا حال سطور ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ یہ روایت بلحاظ سند ناقابلِ اعتبار ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ محمد بن تمیم بن عامر السمرقندی سنہ ۲۳۰ھ کے لگ بھگ پیدا ہوا۔ یہ احادیث وضع کرنے میں مشہور ہے۔ خطیب بغدادی نے اس کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ کہ اس نے یحییٰ بن یحییٰ اور عصام بن یوسف سے باطل احادیث روایت کی ہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ جھوٹ بولتا ہے اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

جعفر بن الحجاج الموصلی کا بیان ہے کہ ایک بار یہ موصل آیا۔ اور منکر احادیث روایت کرنے لگا۔ محدثین کی ایک جماعت اس ارادہ سے اس کے پاس گئی کہ ہم اس کی روایات پر نکتہ چینی کریں گے۔ وہ ایک حلقہ میں بیٹھا تھا۔ اس نے ہمیں جب دور سے آتے دیکھا تو فوراً تاڑ گیا۔ اور فی البدیہہ یہ حدیث وضع کر کے بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قرآن کلام اللہ ہے جو مخلوق نہیں ہے۔ ہم اس پر اعتراض کی جرأت بھی نہ کر سکے۔ اور عوام کے خوف سے واپس چلے آئے۔ میزان۔ ج ۳ ص ۱۳۳

حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں کچھ نہ فرمایا تھا۔ بلکہ یہ مسئلہ مامون الرشید نے دو سو سال بعد پیدا کیا۔ اس کے باعث بڑے بڑے ائمہ نے مصائب اٹھائے۔ نتیجۃً عوام ہر اس شخص کے دشمن بن گئے جو یہ دعویٰ کرتا کہ قرآن مخلوق ہے۔ اب اگر یہ علما یہ کہتے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے تو عوام یہ خیال کرتے کہ یہ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں ان محدثین کو ہرگز نہ چھوڑتے۔ بہتری اسی میں تھی کہ اپنی جان بچا لیں۔

محمد بن بیان الثقفی خطیب کہتے ہیں یہ وضع الحدیث ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی ذرا بھی حیا نہ تھی۔ اس نے بڑے بڑے ائمہ محدثین کے نام سے حضرت انسؓ کی جانب منسوب کر کے یہ حدیث وضع کی کہ جب سورۃ والتین نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے

حضرت انسؓ کہتے ہیں ہم نے ابن عباسؓ سے اس کی تفسیر دریافت کی تو انھوں نے فرمایا تین سے مراد شام کے شہر ہیں۔ زیتون سے مراد فلسطین۔ طور سینا سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ نے موسیٰؑ سے کلام کیا۔ انسان سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات۔ الا الذین اٰمنوا سے مراد ابوبکرؓ و عمرؓ فلھم اجر سے مراد عثمانؓ ہے اور فما یکذبک بعد بالدین سے مراد علیؓ ہیں۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت اس محمد بن بیان نے وضع کی ہے۔ میزان ج۳ ص۴۹

لطف یہ ہے کہ جب سورۃ والتین نازل ہوئی تو ابن عباس عالم وجود میں بھی نہ آئے تھے اور انسؓ بن مالک اس وقت اسلام نہ لائے تھے۔ اور نہ انسؓ بن مالک کا مکہ سے تعلق ہے اور یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی (غالباً ہمارے صوفیاء نے اس قسم کی کہانیوں سے دین کی صورت بگاڑ دی ہے)

پھر انسؓ بن مالک ابن عباسؓ سے عمر میں کافی بڑے ہیں۔ انھیں ابن عباسؓ سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔

اس محمد بن بیان کا دعویٰ ہے کہ یہ روایت مجھ سے حسن بن کثیر نے بیان کی اور وہ امام احمد بن حنبل سے نقل کرتا ہے۔ یہ حسن بن کثیر کون شخص ہے۔ ذہبی اور خطیب کہتے ہیں مجہول ہے۔ میزان ج۱ ص۵۱۹

خطیب کہتے ہیں کہ یہ روایت ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ اور اس کے الفاظ مختصر ہیں۔

ان اللہ یتجلی للخلائق عامۃ ویتجلی لک خاصۃ

اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے عام طور پر تجلی فرمائے گا اور تیرے لئے خاص طور پر

لیکن اس کا ایک راوی بنوس بن احمد بن بنوس ہے جو مجہول ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ اللآلی ج۱ ص۲۸٦ موضوعات لابن الجوزی ج۱ ص۳۰۲

بلکہ بنوس کا عربی و فارسی میں کوئی وجود نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ راوی فرضی ہو۔ ہمارے نزدیک اس کے کچھ اور راوی بھی مجہول ہیں۔

خطیب کہتے ہیں انس کی اس روایت کی ایک اور بھی سند بیان کی جاتی ہے لیکن اس سند میں بھی متعدد مجہول ہیں۔

سیوطی لکھتے ہیں کہ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب قبیلہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ ان میں سے بعض نے لغو گفتگو کی۔ آپؐ نے ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے ابوبکرؓ تم یہ گفتگو سن رہے ہو۔ انھیں جواب دو۔ ابوبکرؓ نے انھیں بہت عمدہ جواب دیا۔ آپؐ نے ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے رضوان الاکبر عطا کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ رضوان الاکبر کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمام مومنین کے لئے عام طور پر تجلی فرمائے گا۔ لیکن اے ابوبکرؓ تیرے لئے خاص طور پر تجلی فرمائے گا۔

سیوطی لکھتے ہیں اس کا ایک راوی محمد بن خالد ہے جو کذاب ہے۔ اللآلی ج ۱ ص ۲۸۶

حلیہ کی اس روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر صوفی اپنی کتاب میں یہ روایت نقل کرتا ہے۔ اور پھر بھی حضرت علیؓ کو ان پر فضیلت دیتا ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ وفد بن عبدالقیس کا حال صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے۔ بلکہ مؤرخین کے نزدیک وہ سب سے بہترین وفد ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کی اور اس کے سردار اشج کی توصیف فرمائی ہے۔ کیا ابوبکرؓ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ قبیلہ بنی عبدالقیس کی مذمت کی جائے؟ ابوبکرؓ کو ان سے کونسی عداوت تھی جو ان کے سامنے یہ فضیلت بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی؟ دراصل معاملہ یہ ہے کہ تصوف اور کذب بیانی باہم لازم و ملزوم ہیں۔

دراصل ابونعیم نے یہ روایت محمد بن احمد بن الحسن الجرجانی سے نقل کی ہے جو صوفی ابوالعباس الاصم کا شاگرد ہے۔ حاکم لکھتے ہیں کہ یہ پاگل ہو گیا تھا اور اس کا دماغ چل گیا تھا (میزان جلد ۳ ص ۴۶۶)

محمد بن احمد بن الحسن نے یہ روایت یوسف بن الحکیم سے نقل کی ہے جو مجہول ہے۔ اور وہ اسے محمد بن خالد الختلی سے نقل کرتا ہے۔ جو کذاب ہے۔ ابن جوزی موضوعات میں فرماتے ہیں محدثین نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔ اور اس روایت کا واضع وہی ہے۔ ابن مندہ کہتے ہیں یہ منکر روایات نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۵۳۳

محمد بن خالد نے یہ روایت کثیر بن ہشام سے نقل کی ہے۔ اور وہ بھی مجہول ہے۔

دراصل تصوف اور تشیع کی گاڑی اس وقت تک آگے نہیں بڑھتی جب تک اس میں مجہول اور کذاب راویوں کی روایات شامل نہ ہوں: بلکہ اتفاق سے انھیں ثقہ اور معروف راوی کبھی دستیاب نہیں ہوتے کیونکہ کہانی بھی تو غیر معروف ہوتی ہے۔

سیوطی لکھتے ہیں کہ ابونعیم نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث سے ثابت ہے اور اسے بڑے بڑے علماء نے روایت کیا ہے۔ صرف ختلی کثیر سے نقل کرنے میں تنہا ہے۔

یعنی ان دو حضرات کے علاوہ یقیناً بڑے بڑے عالم ہیں۔ سچا فرمایا وہ عالم الکذاب ہوں گے نہ کہ عالم الصدق۔ جیسا کہ یہ ختلی ہے۔

حاکم نے بھی اسے مستدرک میں ختلی سے نقل کیا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ اسی ختلی نے اسے وضع کیا ہے۔ اللآلی جلد ۱۔ ص ۲۸۷

خطیب بغدادی نے حضرت جابرؓ کی یہ روایت ایک اور سند سے بھی نقل کی ہے جس میں وفد عبد القیس کا کوئی تذکرہ نہیں۔ صرف ابوبکرؓ کے لئے تجلّی کا ذکر ہے لیکن خطیب کہتے ہیں اس کی سند میں علی بن عبدۃ التیمی ہے جو واضع الحدیث ہے۔

الغرض جابرؓ کی اس روایت کی جتنی بھی سندات ہیں ان میں سے ہر سند میں کوئی نہ کوئی کذاب اور واضع الحدیث موجود ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ ابتدائی دور کے محدثین نے اسے اپنی کتاب میں کیوں روایت نہیں کیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ روایت قطعاً ناقابل اعتبار تھی۔

ابن حبان نے اسی مضمون کی ایک روایت حضرت ابوہریرہؓ سے بھی نقل کی ہے۔ جس میں غار سے نکلنے کے وقت یہ الفاظ کہے گئے ہیں۔ نیز ابوہریرہؓ کی روایت اور انسؓ کی روایت میں ایک لفظ کا بھی فرق نہیں۔ لیکن ابن حبان کہتے ہیں۔ ابوہریرہؓ کی اس حدیث کا راوی محمد بن محمد بن عمر بن یونس الیمامی ہے جو کذاب ہے۔ اور ابن حبان کہتے ہیں ہماری رائے یہ ہے کہ یہ انسؓ والی روایت تھی جسے اس یمامی کذاب نے نئی سند وضع کر کے ابوہریرہؓ کی جانب منسوب کر دیا۔ اللالی ج ۲ – ص۲۴۳

ابن حبان کہتے ہیں یہ روایت حضرت عائشہؓ کی جانب بھی منسوب کی گئی ہے لیکن اس کا ایک راوی عبداللہ بن واقد ہے جو متروک ہے۔ اس لحاظ سے روایت عائشہؓ بھی قابلِ قبول نہیں۔

سیوطی کی چونکہ یہ عادت ہے کہ وہ حتی الامکان اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ موضوع سے موضوع روایت کو کسی نہ کسی طرح صحیح ثابت کیا جائے اور انھوں نے اپنی زندگی میں یہی ایک واحد کارنامہ انجام دیا ہے۔ ابن حبان کی یہ بحث نقل کر کے کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ عبداللہ بن واقد میں کوئی برائی نہیں۔ گویا حدیث عائشہؓ صحیح ہے اور اس کے صحیح ہونے کی وجہ سے گزشتہ تمام روایات خود بخود صحیح ثابت ہو گئیں۔ کیونکہ یہ صحیح روایت ان کی شاہد ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا واقعتاً عبداللہ بن واقد اتنا قابل اعتماد ہے کہ جس کی وجہ سے اس روایت کو صحیح قرار دیا جا سکے؟ اور کیا عبداللہ بن واقد سے جو راوی اسے روایت کر رہے ہیں وہ سب قابلِ اعتبار ہیں؟

بے شک امام احمد اس میں کوئی عیب تصور نہیں کرتے۔ بلکہ یحیٰ بن معین بھی اسے ثقہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن ابن عدی کہتے ہیں کہ متقدمین نے اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ لیکن اس کی روایت سراپا ظلمت ہوتی ہے۔ ذہبی نے اس کی ایک حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔ (میزان ج ۲ – ص۵۲۰)

یہ بھی ذہن میں رہے کہ ابن ماجہ کے علاوہ کسی نے اس کی روایت نقل نہیں کی

جہاں ابن حبان نے اسے متروک قرار دیا ہے وہاں حافظ ابن حجر جو سیوطی کے استاد ہیں اور جن سے آگے بڑھنے کی ہوس میں سیوطی نے موضوعات کو سینے سے لگایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ عبداللہ بن واقد الحرانی کی اصل خراسان ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ متروک ہے، صرف امام احمد نے اس کی تعریف کی ہے۔ بڑھاپے میں اس کا دماغ درست نہ رہا تھا۔ اور حدیث میں تدلیس (دھوکہ) سے کام لیتا ہے۔ (تقریب صفحہ ۱۹۳)

امام نسائی کتاب الضعفاء صفحہ ۶۴ پر لکھتے ہیں عبداللہ بن واقد الحرانی متروک ہے۔ (کتاب الضعفاء للبخاری صفحہ ۶۵)

کتاب الضعفاء کے محشی محمود ابراہیم مزید لکھتے ہیں۔ ابوزرعہ اور دارقطنی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث بیکار ہے۔ ہاں یحیٰی بن معین کا ایک قول یہ ہے کہ ثقہ ہے۔ لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ غلطیاں بہت کرتا ہے۔ جبکہ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ کچھ نہیں ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ جزیرہ کا نہایت عابد انسان تھا۔ لیکن عبادت کی جانب توجہ کے باعث حدیث یاد نہ رکھ سکتا تھا جس کی وجہ سے یہ منکرات بیان کرنے لگا۔ اس کی روایت پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ امام احمد نے اس کی نیکی کے باعث دھوکہ کھایا ہو۔

جہاں تک امام احمد کا تعلق ہے۔ ان کا پورا قول یہ ہے کہ اس میں کوئی برائی تو نہیں۔ نیک آدمی ہے۔ اہل سنت کے طریقہ پر چلتا ہے۔ لیکن غلطیاں بہت کرتا ہے۔ (کتاب الضعفاء للبخاری صفحہ ۶۵)

قارئین نے ملاحظہ کر لیا ہوگا کہ سیوطی نے ایک موضوع روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کس قسم کی تدلیس سے کام لیا ہے۔

عبداللہ بن واقد سے نقل کرنے والا عبداللہ بن محمد الحرانی ہے۔ ہمیں اس کا تذکرہ آج تک کہیں نظر نہیں آیا۔ کاش سیوطی خود اس کا حال بیان فرما دیتے۔ کیونکہ ذہبی ابن عدی، ابن حجر، بخاری اور نسائی وغیرہ نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ اسی طرح عبداللہ الحرانی سے نقل کرنے والا حسن بن علی بن زید بھی مجہول ہے۔ اور بعد کے بھی

جتنے روایات ہیں سب مجہول ہیں۔ سیوطی نے امام احمد کا سہارا لے کر ملت کو دھوکہ دیا ہے۔

سیوطی نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ابوالحسین بن بشیر نے ان کی فوائد سے ایک نئی روایت اس کی تائید میں حضرت علیؓ کی پیش کی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ قیامت کے روز سب سے اول کس سے حساب لیا جائے گا۔ فرمایا ابوبکرؓ، میں نے عرض کیا ان کے بعد، فرمایا عمرؓ، میں نے عرض کیا ان کے بعد، فرمایا پھر مجھ سے میں نے عرض کیا کہ عثمانؓ کہاں جائیں گے۔ فرمایا میں نے عثمانؓ سے خاموشی سے ایک ضرورت طلب کی تھی جو انھوں نے خاموشی سے پوری کی۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ وہ عثمانؓ کا حساب نہ لے۔ پھر ایک منادی ندا دیگا کہ سابقین اولین کہاں ہیں۔ تو سوال ہوگا کہ سابقین سے کیا مراد ہے۔ منادی جواب دے گا۔ ابوبکرؓ کہاں ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ ابوبکرؓ کے لئے خاص طور پر تجلی فرمائے گا۔ اور دوسرے لوگوں کے لئے عام طور پر۔ (اللالی ج ۱ ص۲۸۵)

سیوطی نے یہ روایت نقل کر کے سکوت اختیار کیا۔ اور واللہ اعلم کہکر آگے بڑھ گئے۔ کاش وہ اتنا ہی غور فرما لیتے کہ سابقون الاولون جمع ہے واحد نہیں لیکن سیوطی روایت پرستی کے مرض میں اس حد تک مبتلا ہیں کہ انھیں درایت کی کوئی ضرورت نہیں۔

رہ گیا یہ مسئلہ کہ حضرت عثمانؓ نے آپؐ کی حاجت پوری کی اس لئے آپؐ نے دعا کی اور وہ حساب سے مبرا ہوگئے۔ اس کے لئے عرض یہ ہے کہ سب سے زیادہ آپ کی حاجتیں ابوبکرؓ نے پوری کی ہیں جتنی کہ آپؐ زندگی بھر ان کا احسان نہ اتار سکے آخر ان کے لئے یہ دعا کیوں نہیں کی گئی۔

اب رہ گئی اس روایت کی سندی حالت تو حضرت علیؓ سے اسے حسن بصری روایت کر رہے ہیں۔ اور تمام محدثین متفق ہیں کہ حسن بصری نے حضرت علیؓ کو نہیں دیکھا۔ اس طرح یہ روایت منقطع ہوئی۔ اور اس پر بھی محدثین کا اتفاق ہے کہ سب سے بدترین منقطع روایت حسن بصری کی ہے۔ سیوطی ضعف پرستی کے مرض میں تمام

اصول حدیث بھول گئے۔ امام احمد جن کا سہارا سیوطی نے سابقہ روایت میں لیا تھا فرماتے ہیں۔ سب سے بدترین مرسل حسن بصری کی مرسل ہے۔ وہ درمیان سے ضعیف اور مجہول راویوں کو گرا دیتے ہیں۔

حسن سے نقل کرنے والا ابوعبدہ ہے۔ ہم نے آج تک حسن بصری کے شاگردوں میں اس کا نام کہیں نہیں دیکھا۔ اور نہ رجال کی کتابوں میں اس کا کوئی تذکرہ ہے۔ ابوعبدہ سے نقل کرنے والا عطاء بن المبارک ہے۔ ازدی کہتے ہیں کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون بلا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ جس شخص سے روایت کرتا ہے اس کا نام ابوعبدہ نہیں۔ بلکہ ابوعبیدۃ الناجی ہے۔ (میزان جلد ۳ ص۷۶)

اس سے سیوطی کی لاعلمی کی اور حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اب آیئے ذرا ہم ابوعبیدۃ الناجی کا چہرہ بھی دیکھ لیں۔ ذہبی کہتے ہیں اس کا نام بکر بن الاسود ہے۔ اسے ابن ابی الاسود بھی کہا جاتا ہے۔ حسن بصری سے روایات نقل کرتا ہے۔ بہت اونچے درجے کا زاہد و متقی انسان ہے۔ یحیٰ بن سعید القطان کہتے ہیں کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں نیکی کے غلبہ میں حفظ حدیث سے غافل ہو گیا۔ نتیجتاً زیادہ تر مہمل روایات نقل کرتا ہے۔ یحیٰ بن کثیر العنبری اس کی جب بھی کوئی روایت کرتے تو فرماتے یہ کذاب ہے۔ (میزان جلد ا ص۳۴۲)

عطاء بن مبارک سے یہ روایت نقل کرنے والا محمد بن بشر ہے۔ یہ کونسا محمد بن بشر ہے۔ کیونکہ محمد بن بشر نامی چار افراد ہیں۔ ایک محمد بن بشر التینسی، حاکم کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ ایک محمد بن بشر المدنی، ذہبی کہتے ہیں واہی انسان ہے، ایک محمد بن بشر بن شریک الکوفی، ذہبی کہتے ہیں پسندیدہ انسان نہیں' اور ایک محمد بن بشر وہ ہے جس نے امام مالک سے ایک منکر روایت نقل کی ہے' اور وہ مجہول ہے۔

محمد بن بشر سے نقل کرنے والا ابراہیم بن عبداللہ ہے۔ ابراہیم بن عبداللہ نامی بیسیوں ہیں۔ یہ کون ہے اس کی خبر سیوطی کو ہو گی۔ یہ حال ہے اس روایت کا

جس پر سیوطی نے نہ صرف سکوت اختیار کیا، بلکہ ایک موضوع روایت کی شہادت میں پیش کیا۔ قربان جائیے اس سادگی کے۔

ایک عجیب کہانی

اللآلی میں ہے کہ ابوالحسین بن مہندی باللہ نے اپنی "فوائد" میں حضرت حذیفہ بن الیمان سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ نے سوال فرمایا۔ ابوبکرؓ کہاں ہیں۔ ابوبکرؓ نے آخر صفوں میں سے جواب دیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ابوبکرؓ کے لیے جگہ دو۔ اور ابوبکرؓ سے فرمایا تم میرے قریب آؤ۔ کیونکہ تم پہلی تکبیر میں میرے ساتھ شریک تھے؟

انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کے ساتھ پہلی صف میں تھا۔ آپ نے تکبیر کہی۔ میں نے بھی تکبیر کہی۔ آپ نے سورۂ فاتحہ شروع فرمائی اور اس کی قراءت کی۔ میرے دل میں وضو کی جانب سے وسوسہ پیدا ہوا۔ میں مسجد کے دروازے کی طرف گیا تو ایک ہاتف کو سنا جو مجھے آپ کے پیچھے سے آواز دے رہا تھا۔ میں ادھر متوجہ ہوا۔ اچانک مجھے سونے کے ایک پیالہ میں برف کا سپید پانی بھرا نظر آیا۔ جو شہد سے زیادہ میٹھا اور مکھن سے زیادہ لذیذ تھا۔ اس پر ایک سبز رومال ڈھکا تھا جس پر تحریر تھا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ الصدیق ابوبکر۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ صدیق ابوبکر ہیں۔

میں نے وہ رومال لے لیا اور اسے اپنے کاندھے پر ڈال لیا۔ پھر اچھی طرح سے وضو کیا۔ وضو کر کے وہ رومال اسی پیالے پر ڈال دیا۔ (یہ تو بہت ہی برا ہوا یہ ابوبکر کے پاس رہتا تو کم از کم وہ یادگار رہتا۔ اور ثبوت کے طور پر رافضیوں کے سامنے پیش کیا جا سکتا تھا) پھر میں آ کر نماز میں شامل ہوا۔ اور آپ پہلی رکعت کے رکوع میں تھے۔ اس طرح یا رسول اللہ آپ کے ساتھ میری نماز پوری ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوبکر تجھے بشارت ہو تو نے جبرئیلؑ جیسا وضو کیا، جس نے تجھے رومال دیا وہ میکائیلؑ تھے۔ اور جس نے مجھے جھکنے سے روکا تا وقتیکہ تو نماز میں شامل نہ ہو وہ اسرافیلؑ تھے۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ موضوع ہے، اور اس کا راوی محمد بن زیاد کذاب ہے۔

سیوطی کا دعویٰ ہے کہ یہ روایت محمد بن زیاد نے وضع نہیں کی۔ بلکہ کسی اور کی وضع کردہ ہے۔ کیونکہ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں یہ روایت علی بن داؤد نے محمد بن زیاد سے نقل کی ہے۔ اور علی بن داؤد سے جعفر بن ابی عثمان الطیالسی نے (لآلی جلد ۱ صفحہ ۲۹۔ موضوعات ابن جوزی۔ جلد ۱ صفحہ ۳۰)

اول تو ذہبی کے ان الفاظ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس روایت کا واضع محمد بن زیاد نہیں لیکن اگر ہم سیوطی کے تخیل کو قبول بھی کر لیں تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ ان تینوں راویوں میں سے ایک نہ ایک راوی اس کا واضع ہے۔

سیوطی کا یہ تخیل کہ اس روایت کو محمد بن زیاد المیمونی نے وضع نہیں کیا اور امام ذہبی کے الفاظ سے غلط تاثر دینے کی جو کوشش کی ہے۔ تو خود امام ذہبی میزان میں محمد بن زیاد المیمونی کے حال میں لکھتے ہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں۔ یہ محمد بن زیاد کذاب ہے بھینگا ہے، احادیث وضع کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ کذاب ہے۔ علی بن المدینی کہتے ہیں، میں نے اس سے جتنی روایات لکھی تھیں سب پھینک دیں۔ وہ تو انتہا سے زیادہ ضعیف ہے۔ ابو زرعہ اور دارقطنی کہتے ہیں کذاب ہے۔ (میزان ج ۳ صفحہ ۵۵۳)

سیوطی خوب جانتے ہوں گے کہ کسی کو کذاب اور وضع الحدیث کہنے کا مقصد کیا ہوتا ہے۔ اس کا مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ اس روایت کا واضع فلاں ہے۔ نسائی لکھتے ہیں محمد بن زیاد متروک الحدیث ہے (کتاب الضعفاء للنسائی صفحہ ۹۰)

بخاری لکھتے ہیں۔ محمد بن زیاد متروک الحدیث ہے۔ اور عمرو بن زرارہ کا قول ہے کہ اس پر وضع حدیث کا الزام ہے (کتاب الضعفاء للبخاری صفحہ ۱۰۱)

اب ہم علی بن داؤد کا جب تذکرہ میزان میں دیکھتے ہیں تو وہاں ذہبی یہ الفاظ لکھتے ہیں کہ اس سے جعفر بن ابی عثمان نے ایک منکر روایت نقل کی ہے (میزان جلد ۳ ص ۱۲۶) گویا ذہبی نے اس علی بن داؤد پر حدیث وضع کرنے کا کوئی الزام قائم نہیں کیا۔ بلکہ صرف یہ بیان کیا کہ یہ اس جھوٹ کا ناقل ہے۔ امام ابن الجوزی نے جو فیصلہ دیا تھا وہ یقینی طور پر صحیح تھا۔

تخلیق انسانی سے قبل فرشتوں سے خلافت ابی بکر کی بیعت

خطیب بغدادی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ ایک رات جب میری باری آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ اور میرے بستر پر لیٹے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، کیا میں آپ کی تمام ازواج میں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں میں نے عرض کیا میرے باپ کی کچھ فضیلت بیان کیجئے آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالٰی نے جب ارواح پیدا کیں تو ان تمام ارواح میں ابوبکرؓ کی روح کو پسند کیا۔ ان کے جسم کی تیاری کے لیے جنت سے مٹی لی گئی، اور آب حیات سے پانی لیا گیا۔ اور ان کے لئے جنت میں سپید موتیوں کا ایک محل تیار کیا گیا جس کے کنگورے سونے اور چاندی کے ہیں۔

نیز اللہ تعالٰی نے یہ امر اپنے ذمہ لیا کہ ابوبکرؓ کی کوئی نیکی سلب نہ کرے گا اور نہ ان سے کسی برائی کا سوال کرے گا جس طرح اللہ تعالٰی نے اپنے اوپر ایک ذمہ داری لی ہے۔ اسی طرح میں نے بھی اللہ سے اس کی ذمہ داری لی ہے کہ میری قبر میں میرا ساتھی، میری تنہائی میں میرا انیس، اور میرے بعد ابوبکرؓ کے علاوہ کوئی خلیفہ نہ ہوگا۔ اس بات کی بیعت جبرئیل و میکائیل نے بھی کی ہے۔ اور ان کی خلافت کے نام سے ایک سپید جھنڈا گاڑ دیا گیا ہے۔ یہ جھنڈا عرش کے نیچے قائم کیا گیا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرشتوں سے فرمایا میں نے

اپنے بندے کے لئے جو کچھ پسند کیا ہے کیا تم اس پر راضی ہو؟ - تیرے باپ کے لئے اے عائشہؓ کیا یہ فخر کم ہے کہ ان کی بیعت جبرئیلؑ ومیکائیلؑ اور آسمان کے تمام فرشتوں نے کی ہے۔ صرف شیاطین کی ایک جماعت جو سمندر میں رہتی ہے اس نے اس بیعت کو قبول نہیں کیا۔ ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ میزان سے کچھ تعلق ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اس پر میں نے حضورؐ کی پیشانی چوم لی۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے عائشہؓ کیا تیرے لئے یہ کافی نہیں کہ تو ہر شخص کی ماں ہے وہ کون ہے جس کی تو ماں نہیں؟

اللہ کی قسم میں اللہ کا نبی ہوں۔ جو شخص اللہ تعالےٰ یا میری ذات سے تبرا کرنا چاہے گا وہ اے عائشہؓ تجھ سے تبرا کرے گا۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں۔ یہ روایت ثابت نہیں۔ اگرچہ اس کے تمام راوی ثقہ ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ روایت قطان نے وضع کی ہے، یا لوگوں نے ان کو سکھا کر ان سے کہلوائی ہے۔ کیونکہ وہ ایک نیک آدمی ہیں۔ (یعنی صوفی ہیں)۔ اگرچہ ان کی بقیہ احادیث درست ہوتی ہیں۔

اس روایت کو محمد بن بابشان نے بھی سلمۃ بن شبیب کے ذریعہ عبدالرزاق سے نقل کیا ہے۔ لیکن وہ ثقہ راویوں کے نام سے منکر احادیث بیان کرتا ہے۔ (اللالی ج۱ ص۲۹۱)

سیوطی لکھتے ہیں کہ میزان میں قطان کے حال میں ہے کہ اس روایت کی دونوں سندیں باطل ہیں۔ جہاں تک محمد بن بابشان کا تعلق ہے تو اگرچہ دارقطنی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ذہبی کہتے ہیں وہ ایسی ایسی بکواس بیان کرتا ہے جنھیں دل قبول نہیں کرتا۔ (اللالی جلد ۱ ص۲۹۱۔ الموضوعات جلد ۱ ص۳۱۱)

اس کے بعد سیوطی نے محمد بن بابشان کی روایت ابوالحسن علی بن محمد الجرجانی کی تاریخ جرجان سے نقل کی۔ اور اس کے بعد یہ بھی تحریر کیا کہ ایسی باتیں عقل تسلیم نہیں کرتی۔ اور ممکن ہے کہ محمد بن بابشان کی کسی نے یہ روایت گھڑ کر سنائی ہے۔

سیوطی لکھتے ہیں اس روایت کی دو اور بھی سندات ہیں لیکن یہ سب عبدالرزاق پر جاکر ختم ہوجاتی ہیں۔ (اللآلی ج ۱ ص۲۹۱)

بقیہ تمام روات ایک ہیں۔ یعنی عبدالرزاق، معمر، زہری۔ ہاں ان سندات میں یہ ضرور فرق ہے کہ کسی روایت میں ہے کہ زہری نے یہ روایت حضرت انسؓ کے ذریعہ حضرت عائشہؓ سے نقل کی۔ اور کسی روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ کے ذریعہ حضرت عائشہؓ سے نقل کی۔ حالانکہ امام زہری نے ابن عباسؓ کو زندگی میں نہیں دیکھا۔ ہاں حضرت انسؓ کو ضرور دیکھا ہے لیکن ان سے بہت کم روایات سنی ہیں۔ اور یہ حضرات اپنے زمانہ کے اہل سنت کے امام ہیں۔ ان کی ذات اس جھوٹ سے مبرا ہے۔ رہا عبدالرزاق بن ہمام تو وہ رافضی ہے جس سے یہ ہرگز توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ابوبکرؓ کی فضیلت میں ایسی روایت بیان کریگا۔ لہٰذا جس شخص نے زہری اور معمر پر جھوٹ بولا ہے اس نے عبدالرزاق پر بھی جھوٹ بولا ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ عبدالرزاق کا انتقال ۲۱۱ھ میں ہوا، اور انھوں نے تمام روایات مصنف میں جمع کر دی ہیں۔ جو شائع بھی ہوچکی ہے۔ اس کتاب میں اس روایت کا کوئی وجود نہیں۔ لہٰذا جس نے بھی یہ روایت وضع کی ہے اس نے ۲۱۱ھ کے بعد وضع کی ہے۔ اور جن مصنفین نے اس روایت کو اپنی کتابوں میں نقل کیا وہ سب پانچویں صدی کے افراد ہیں۔ گویا پانچویں صدی سے قبل اس روایت کا کوئی پتہ نہ تھا۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ تبرائیوں کو دیکھ کر کسی سنی نے جواباً یہ روایت وضع کی ہو۔ ممکن ہے کہ یہ اسی زمانہ میں وضع کی گئی ہو جب کہ بغداد پر بنی بویہ رافضی قابض تھے اور انھوں نے مساجد کے دروازوں پر صحابہ پر نام لیکر لعنت تحریر کی تھی۔

اس روایت کی پہلی سند میں بقول خطیب قطان ہے۔ اس کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ اس کا نام ہارون بن احمد ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ ایک سیدھا

سادھا مسکین آدمی تھا۔ کہ اسے جو بات پڑھا دی جاتی وہ بلا سوچے سمجھے بیان کرنے لگتا۔ اور یہ روایت باطل ہے۔ (میزان جلد ۴ صفحہ ۲۸۳)

دوسری سند میں محمد بن بابشان نے جو بقول سیوطی و ذہبی اسی قسم کا انسان تھا جس کو جس قسم کا چاہے سبق پڑھایا جا سکتا تھا۔ لیکن تیسری سند پر سیوطی نے کوئی بحث نہیں کی۔

تیسری سند میں ایک راوی عبد الصمد ابو العباس الہاشمی ہے۔ یہ عبد الصمد علی بن عبد اللہ بن عباس کا بیٹا ہے۔ یہ گورنر بھی تھا۔ ذہبی لکھتے ہیں اس کی روایت منکر ہے۔ اور یہ قابل حجت نہیں۔ حفاظ حدیث نے اس پر اس لئے خاموشی اختیار کی کہ یہ عباسی تھا۔ اور حکومت کے خطرہ کے باعث سکوت اختیار کیا۔

میرے نزدیک اس روایت کا راوی عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ عبد الصمد محمد بن عبد اللہ بن عباس کا بھائی ہے۔ اور محمد کا انتقال بنو عباس کی خلافت سے قبل ہو چکا تھا۔ یہ عبد الصمد زیادہ سے زیادہ ۱۸۰ھ تک زندہ رہ سکتا ہے۔ جب کہ اس روایت کی سند یہ بتا رہی ہے کہ یہ عبد الصمد عبد الرزاق کے کافی عرصہ بعد پیدا ہوا۔ کیونکہ اس روایت کو عبد الرزاق سے ابان بن یزید نے نقل کیا ہے۔ ابان سے حسین بن علی نقل کر رہا ہے اور حسین بن علی سے یہ عبد الصمد ناقل ہے۔ لہٰذا یہ عبد الصمد تیسری صدی کے آخر یا چوتھی صدی کے ابتدا میں پیدا ہوا۔ لہٰذا یہ قطعاً مجہول ہے۔

ابو بکر کے لئے جنت میں ایک معلق قبہ

خطیب بغدادی نے حضرت براءؓ بن عازب سے نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کے لئے اعلیٰ علیین میں سفید یا قوت کا ایک قبہ تیار کیا ہے جو قدرت الٰہی کے ذریعہ معلق ہے۔ جسے رحمت کی ہوائیں حرکت دیتی رہتی ہیں۔ قبہ میں چار ہزار دروازے ہیں۔ جب بھی ابو بکرؓ اللہ کو دیکھنے

مشتاق ہوں گے۔ قبہ کا ایک دروازہ کھول دیا جائے گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے
(موضوعات جلد ۱ ص ۳۱۳)۔

بظاہر تو اس روایت میں ایک خوبی بیان کی جارہی ہے۔ لیکن اگر ان الفاظ پر گہری نظر ڈالی جائے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کی خوبی ہوئی یا ان کے لئے قید ہوئی۔

خطیب لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور اسے اشنانی نے وضع کیا ہے۔ (اللالی جلد ۱ ص ۲۹۲)

یہ اشنانی کون ہے۔ اس پر تو ہم بعد میں گفتگو کریں گے۔ لیکن ہے یہ کوئی بہت پہنچا ہوا بزرگ جس نے اس روایت کو اس شخص کی جانب منسوب کیا ہے جس کی تمام زندگی کذاب اور ضعیف راویوں پر جرح اور حدیث کی پرکھ میں گزر گئی جو فن رجال اور جرح و تعدیل میں بخاری و مسلم اور ابوداؤد جیسی ہستیوں کے استاد ہیں۔ اور جو اس معاملہ میں سب سے زیادہ شدید ترین سمجھے جاتے ہیں۔ یعنی امام یحیٰ بن معین المتوفی ۲۳۵ھ۔

پھر اس وضاع نے یہیں تک اکتفا نہیں کیا۔ اوپر کی سند کے جتنے بھی راوی بیان کئے وہ سب ائمہ زمانہ ہیں۔ یعنی یہ نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہے بلکہ یحیٰ بن معین کے زمانہ تک تمام حضرات پر جھوٹ ہے۔

اشنانی کا نام محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن ثابت ہے۔ اس کی کنیت ابوبکر ہے۔ بغداد کا باشندہ ہے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے یحیٰ بن معین، احمد بن حنبل اور علی بن الجعد سے روایات سنی ہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں دجال ہے۔ خطیب کہتے ہیں حدیث وضع کیا کرتا تھا۔ ذہبی کہتے ہیں اس کی وضع کردہ روایات میں سے یہ روایت جو پیش کی گئی سب سے بدترین ہے۔ (میزان جلد ۳ ص ۶۰۵)

بعینہ یہی روایت احمد بن نصر بن عبداللہ الذراع نے صدقہ بن موسیٰ اور عبداللہ بن حماد القطیعی کے ذریعہ عبداللہ بن عمر سے نقل کی ہے۔ اس روایت میں

صرف اتنا لفظ زیادہ ہے کہ ابوبکرؓ اللہ تعالیٰ کو بے حجاب دیکھیں گے۔

خطیب کہتے ہیں یہ روایت بھی باطل ہے۔ صدقہ اور عبداللہ بن حماد القطیعی سے سوائے ذراع کے کوئی حدیث روایت نہیں کرتا۔ غالباً یہ دونوں افراد اس کے ہاتھوں کے تیار کردہ ہیں۔ ورنہ عالم وجود میں تو ان کا کوئی وجود نہیں۔ (اللالی ج ۱ ص ۲۹۲)

اتفاق سے اس کی سند میں اوپر کے راوی سب اپنے اپنے زمانہ کے امام ہیں۔

اللآلی میں کتابت میں یہ لفظ ذراع لکھا گیا ہے۔ یہ لفظ ذراع نہیں بلکہ ذارع ہے۔

یہ احمد بن نصر بن عبداللہ بن الذارع بغداد کا کچا شدہ ہے۔ اس نے جہاں ابوبکرؓ کی فضیلت میں یہ حدیث وضع کی وہاں زیادہ تر اس کی موضوعات علیؓ کے فضائل میں ہیں۔ یعنی یہ روایت ایک تقیہ تھی۔ اسی لئے تو ابوبکرؓ کو پنجرے میں قید کیا گیا دارقطنی کہتے ہیں یہ دجال ہے۔ ذہبی اور ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۱۶۱)

جہاں تک خطیب بغدادی کے اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ صدقہ بن موسیٰ اور عبداللہ بن حماد القطیعی کا کوئی وجود نہ تھا۔ تو عبداللہ بن حماد کا مجھے کسی جگہ کوئی تذکرہ نظر نہیں آیا۔ ہاں ذہبی نے صدقہ بن موسیٰ کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن وہ لکھتے ہیں کہ اس سے احمد بن عبداللہ الذارع کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ بلکہ ذارع نے اپنی اکثر روایات اسی کے نام سے نقل کی ہیں۔ بات وہی ہے جو خطیب نے کہی ہے۔ صرف الفاظ کا فرق ہے۔

سیوطی لکھتے ہیں اس کا ایک اور بھی شاہد ہے۔ اور وہ ابوہریرہ کی حدیث ہے جو ابوالعباس الزوزنی نے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابوبکرؓ کو سپید موتیوں کا ایک قبہ ملے گا۔ جس کے چار دروازے ہوں گے۔ جو یاقوت کے بنے ہوں گے۔ اس قبہ کو رحمت کی ہوائیں حرکت دیتی رہیں گی۔ اس کے بیرونی حصہ اللہ کا عفو سے اور اندرونی حصہ رضائے الٰہی سے معمور ہوگا جب بھی ابوبکرؓ دیدار الٰہی کے مشتاق ہوں گے تو ان کے لئے دروازے کا ایک پٹ کھول دیا

جائے گا جس سے وہ اللہ کا دیدار کریں گے۔

یہ بھی اللہ کا شکر ہے کہ چار ہزار دروازوں سے چار تک تو نوبت پہنچی۔ سیوطی نے اپنی حسب عادت اس پر خاموشی اختیار کی۔ اور واللہ اعلم کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ گویا بقول سیوطی یہ روایت قابل اعتماد ہے۔ یعنی اگر کوئی قابل اعتراض بات تھی تو وہ صرف چار ہزار دروازوں کی تھی۔ ان کی خاموشی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

ابوالعباس زوزنی اور ابوہریرہؓ کے درمیان اس کی سند میں دس راوی ہیں۔ جن میں سے اوپر کے پانچ راوی تو یقیناً بظاہر قابل اعتماد ہیں۔ یعنی ابوخیثمہ، روح بن عبادہ، شعبہ، اعمش اور ابو صالح۔ لیکن نیچے کے چار راویوں کا مجھے کہیں کوئی تذکرہ نظر نہیں آیا۔ یعنی ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی، عمرو بہ عمرویہ البزاز، ابوعمرو حمزۃ بن القاسم اور ابو محمد عبدالواحد بن محمد الازدی۔ اس لحاظ سے یہ چاروں مجہول ہیں۔

درمیان کا ایک راوی ابوجعفر محمد بن عثمان بن ابی شیبۃ الکوفی ہے۔ ایک طبقہ کا خیال ہے کہ یہ حدیث اور رجال کے حافظ تھے۔ ان کی متعدد تصانیف بھی ہیں۔ صالح جزرہ کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں مجھے ان کی کوئی روایت منکر نظر نہیں آئی۔ اور میرا خیال بھی وہی ہے جو عبدان کا ہے۔ کہ ان میں کوئی برائی نہیں۔

اس کے برعکس امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ فرماتے ہیں کذاب ہے۔ ابن خراش کہتے ہیں یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ مطین کا قول ہے کہ اس شخص کی مثال عصائے موسیٰ کی طرح ہے جو ہر شئے کو نگل جاتا ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ دوسروں کی کتابیں لے کر روایات بیان کرتا تھا۔ برقانی کہتے ہیں میں تو ہمیشہ سے محدثین کی زبانی یہی سنتا آیا ہوں کہ یہ مجروح ہے۔

ذہبی کہتے ہیں اس کی عمر اسی سال سے زائد ہوئی اور ۲۹۷ھ میں اس نے انتقال کیا۔

ابن عقدہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن اسامۃ الکلبی، ابراہیم بن اسحاق الصواف اور داؤد بن یحیٰ کو یہ کہتے سُنا کہ یہ محمد بن عثمان کذاب ہے۔ بلکہ داؤد بن یحیٰ تو یہ بھی کہتے تھے۔ کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا ہے۔ جو انھوں نے کبھی بیان نہیں کیں۔ (میزان جلد ۳ صفحہ ۶۴۲)

ایسی صورت حال میں جب کہ اس کی سند میں چار راوی مجہول اور ایک کذاب وضاع ہے سیوطی کی خاموشی قابل غور ہے۔ انھوں نے اکثر مقامات پر اپنی اللالی میں یہی کارنامہ انجام دیا ہے کہ جن کہانیوں کو محدثین کرام نے موضوع قرار دیا تھا۔ انھیں کسی نہ کسی صورت میں صحیح ثابت کر دیا جائے۔

ایک یہودی کے عذاب میں تخفیف

ابن عدی نے حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک یہودی ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰؑ کو رسول بنایا، اور ان سے کلام کیا۔ میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ ابوبکرؓ نے یہودی کو حقیر سمجھتے ہوئے اوپر سر نہیں اٹھایا۔ اتنے میں جبرئیلؑ نازل ہوئے اور بولے اے محمد علی الاعلیٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ آپ اس یہودی سے جس نے ابوبکرؓ سے اپنی محبت کا دعویٰ کیا ہے جا کر فرمائیے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے دوزخ کے دو عذاب دور کر دئے ہیں۔ ایک تو اس کے گلے میں طوق نہ ڈالا جائے گا اور نہ اس کے پیروں میں بیڑیاں ڈالی جائیں گی یہ اس لئے کہ وہ ابوبکرؓ سے محبت رکھتا ہے۔ آپ نے اس یہودی کو اس سے مطلع کیا۔ اس نے فوراً کلمۂ شہادت پڑھ لیا اور کہنے لگا کہ اب تو میں ابوبکرؓ سے انتہائی محبت کروں گا۔ آپ نے فرمایا تجھے مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے دوزخ کو بالکل دور کر دیا اور تجھے ابوبکرؓ کی محبت کی وجہ سے جنت میں داخل کیا۔ (موضوعات)

ابن عدی کہتے ہیں اس روایت کی دو سندات ہیں۔ ایک سند میں حسن بن علی العدوی واضع الحدیث ہے۔ اور دوسری سند میں ابوعبداللہ غلام خلیل واضع الحدیث ہے

نیز علی بن احمد البصری مجہول ہے۔ (اللا لی ج ۱ ص ۲۹۲)

یہ حسن بن علی العدوی کون ہے ہم اس کا تفصیلی تذکرہ ذہبی کی میزان الاعتدال سے پیش قارئین کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ ذہبی کی میزان الاعتدال امام ابن عدی کی کامل کا خلاصہ ہے۔ گویا زبان تو ذہبی کی ہے۔ لیکن کلام ابن عدی کا ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں۔ یہ حسن بن علی بصرہ کا باشندہ ہے۔ ابو سعید اس کی کنیت ہے۔ قبیلہ بنی عدی سے تعلق رکھتا ہے۔ ذئب (بھیڑیا) کے لقب سے مشہور ہے۔ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اس نے خراش کے واسطہ سے چودہ احادیث حضرت انسؓ سے روایت کیں۔ اور بہت سے ایسے لوگوں سے روایت کرتا ہے جنہیں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔ نیز ثقہ ائمہ کا نام لے کر باطل احادیث پیش کرتا ہے۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں یہ ۲۱۰ھ میں پیدا ہوا۔ بغداد میں آکر سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس سے دارقطنی وغیرہ نے روایات لی ہیں۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ حسن بن علی العدوی کہتا ہے کہ ایک بار میرا بصرہ جانا ہوا۔ وہاں ایک باغ میں جہاں بھیڑ لگی تھی لوگ جمع تھے۔ میں بچوں کی طرح اچھل اچھل کر دیکھنے لگا۔ اور لوگوں سے سوال کیا کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ خراش ہیں جو حضرت انسؓ صحابی کے خادم ہیں۔ ان کی عمر ایک سو اسی سال ہے میں لوگوں کو دھکے دیتا ان کے قریب پہنچ گیا۔ لوگ ان سے حدیث لکھ رہے تھے۔ میں نے ان کے ہاتھ سے قلم لیا۔ اور ان سے حضرت علیؓ کی فضیلت میں تیرہ حدیثیں لکھیں، یہ ۲۲۲ھ کا واقعہ ہے، میری عمر اس وقت بارہ سال تھی۔

(خراش نامی کوئی حضرت انسؓ کا خادم نہیں گزرا۔ اور یہ دور تو اس وقت کا ہے جب کہ کسی تابعی کا وجود باقی نہیں رہا تھا۔)

ذہبی فرماتے ہیں یہ شخص کتنا قلیل الحیاء ہے۔ یہ اس پر بھی غور نہیں کرتا کہ کیا کیا جھوٹ بول رہا ہے۔ قاضی اسمٰعیل نے اسی جرم میں اسے گرفتار کیا تھا۔

ابن عدی کہتے ہیں۔ اس نے جتنی بھی روایات بیان کی ہیں چند کے علاوہ سب موضوع ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اسی نے انھیں وضع کیا ہے۔

حمزۃ السہمی کا بیان ہے کہ ابو محمد الحسن بن علی البصری فرمایا کرتے تھے۔ یہ حسن بن علی العدوی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہے۔ اور آپ کی جانب وہ باتیں منسوب کرتا ہے جو آپ نے نہیں فرمائیں۔ یہ خراش جو حضرت انس کا خادم بیان کیا جاتا ہے۔ یہ بھی اسی کا پیدا کردہ شخص ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں اس نے معتبر ائمہ کے نام سے ایک ہزار سے زائد روایات وضع کی ہیں۔ ۳۱۹ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ (میزان ج ۱ ص ۵۰۶)

اس روایت کی دوسری سند میں غلام خلیل ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ بغداد کا مشہور صوفی اور زاہد ہے۔ اس کا اصلی نام احمد بن محمد بن غالب الباہلی ہے۔ یہ کذاب ہے تفصیل اصل نام میں دیکھئے۔ (میزان ج ۳ ص ۳۳۶، الموضوعات ج ۱ ص ۳۱۳)

ذہبی جلد اول میں لکھتے ہیں کہ یہ غلام خلیل کا بغداد کے بڑے زاہدوں میں شمار ہوتا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے ابو عبداللہ النہاوندی سے سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے اس غلام خلیل سے سوال کیا کہ آپ جو حدیثیں بیان کرتے ہیں اس سے دل ہل جاتے ہیں۔ آپ نے یہ کس سے سنی، اس نے جواب دیا عوام کے دل نرم کرنے کیلئے ہم نے خود وضع کی ہیں۔

امام ابو داؤد فرماتے ہیں مجھے تو خوف یہ ہے کہ یہ کہیں بغداد کا دجال نہ ہو۔ دار قطنی کہتے ہیں متروک ہے۔

خطیب لکھتے ہیں کہ ۲۷۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ لوگ اس کا جنازہ تابوت میں بغداد سے بصرہ لے گئے۔ اس کی قبر پر ایک قبہ تعمیر کیا گیا۔ یہ تمام عمر لوبیا کھا کر گزارہ کرتا رہا۔

ابن عدی کہتے ہیں اس کا جھوٹا ہونا ظاہر ہے۔ ابو بکر النقاش کہتے ہیں یہ انتہائی واہی انسان ہے۔

ابوجعفر بن الشعیری کا بیان ہے کہ اس غلام خلیل نے بکر بن عیسیٰ کی حدیثیں جب بیان کیں تو میں اس کے پاس گیا۔ تو میں نے اس سے سوال کیا کہ یہ بکر بن عیسیٰ جس کی تم احادیث پیش کر رہے ہو کیا وہی ہے جس سے امام احمد بن حنبل نے احادیث سنی ہیں۔ تو وہ تو تیری پیدائش سے قبل گذر چکا۔ اس نے کچھ دیر تو غور کیا۔ میں نے اسے ڈرانے کے طور پر کہا یہ کوئی اور ہوگا۔ اس وقت تو وہ خاموش رہا۔ اگلے روز مجھ سے ملا اور کہنے لگا میں نے جو غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میں نے بصرہ میں ساٹھ ایسے اشخاص سے حدیث سنی ہے جن کا نام بکر بن عیسیٰ تھا۔

اسے ہماری زبان میں سپید جھوٹ کہا جاتا ہے۔ کہ سب استاد بکر نامی ہوں اور سب کے باپ کا نام عیسیٰ ہو، اور سب بصرہ کے باشندہ ہوں۔ حالانکہ بصرہ میں بکر بن عیسیٰ نامی ایک ہی صاحب گذرے ہیں جن کا انتقال ۲۰۴ھ میں ہوا۔

یہ جتنے بھی صوفیاء اور عابد و زاہد انسان گذرے ہیں۔ وہ دو ہی کام انجام دیتے رہے ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر دل سے گھڑ گھڑ کر جھوٹ بولتے رہے، یا دوسروں کے جھوٹ کی تشہیر کرتے رہے۔ انھوں نے ان جھوٹی روایات کا اتنا ڈھیر لگا دیا ہے کہ اچھی خاصی رام لیلا کی داستانیں معلوم ہوتی ہیں یا تو یہ اسلام کے در پردہ دشمن تھے، اگر ایسا نہ تھا تو پھر انھیں جاہل اور احمق ہی کہا جا سکتا ہے۔ امام یحییٰ بن سعید القطان جو امام مالک کے شاگرد اور فن رجال کے امام ہیں۔ جن کا انتقال ۱۹۸ھ میں ہوا۔ فرماتے ہیں۔

ما رأیت اکذب فی الحدیث من الصالحین

میں نے حدیث میں نیک لوگوں سے زیادہ جھوٹا کوئی انسان نہیں دیکھا۔

امام مسلم اپنی صحیح مسلم میں یہ قول نقل کر کے فرماتے ہیں۔

لا یتعمدون الکذب بل الکذب یجری علی لسانهم

یہ لوگ عمداً تو جھوٹ نہ بولتے تھے بلکہ ان کی زبانوں پر جھوٹ جاری رہتا تھا۔ (یعنی بلا ارادہ)

گویا یہ عباد و زہاد اور اتقیاء جھوٹ کی ایک مشین ہیں جس سے چوبیس گھنٹے ڈھل کر جھوٹ نکلتا رہتا ہے۔ اگرچہ ابتدائی دور کے صوفیاء عمداً جھوٹ نہ بولتے تھے۔ لیکن بعد میں صوفی غلام خلیل، نوح بن ابی مریم، غیاث بن ابراہیم جیسے بہت سے لوگوں نے یہ کام کر دکھایا۔ اگر محدثین کرام اصول حدیث، جرح و تعدیل اور اسماء الرجال جیسے فنون وضع نہ کرتے تو امت کے لئے اب اصل حقیقت پہچاننی بھی دشوار ہو جاتی۔

ان صوفیاء نے تبلیغ اسلام کے نام سے اسلام کی اصل صورت ہی مسخ کر دی ہے۔ اس میں عیسائیوں کی رہبانیت اور ہندوؤں کا یوگ پوری طرح داخل کر دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جن علاقوں میں اسلام ان صوفیاء کے ذریعہ پھیلا۔ ان علاقوں میں خرافات کی بھرمار نظر آتی ہے۔ اور جن علاقوں میں صحابہ کرامؓ کے ذریعہ اسلام پھیلا وہاں یہ خرافات آپ کو کم نظر آئے گی۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پاک و ہند کا وہ علاقہ جو بیرونی فاتحین کے ذریعہ مشرف باسلام ہوا، مثلاً سندھ، بلوچستان، سرحد، اور پنجاب وغیرہ وہاں ہمیشہ مسلم اکثریت رہی۔ اور جن علاقوں میں اسلام صوفیاء کے ذریعہ پھیلا وہاں کبھی مسلمان پانچ فی صد سے زیادہ نہ بڑھ سکے۔ اور وہ بھی عقیدۃً شیعہ ہوتے ہیں۔

فرشتوں کا دانتوں میں خلال کرنا

خطیب نے ابن عباسؓ کے ذریعہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور وہ خلال کر رہے تھے، میں نے ان سے سوال کیا کہ کیا اس خلال کے بارے میں مجھ پر کوئی حکم نازل کیا گیا ہے؟ انھوں نے فرمایا۔ کیونکہ ابوبکرؓ زمین میں خلال کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالے نے آسمان کے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ بھی خلال کیا کریں۔ (الموضوعات ابن جوزی ج ۱ ص ۳۰۲)
خطیب کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور اسے محمد بن عبداللہ بن ابراہیم

بن ثابت اَلاُشنَانی نے وضع کیا ہے۔ اللالی ج ۱۔ ص ۲۹۳۔ اس اشنانی کا حال اوپر گذر چکا۔

اس روایت میں اور بھی چند عیوب ہیں۔

۱۔ حنبل بن اسحاق بن حنبل اور ابوبکر بن شاذ دونوں مجہول ہیں۔

۲۔ اشنانی کا دعویٰ ہے کہ امام شعبہ نے یہ روایت مقسم سے نقل کی ہے۔ حالانکہ شعبہ نے مقسم سے کوئی روایت نہیں سُنی۔ وہ ان کی جو روایات بھی پیش کرتے ہیں وہ حکم بن ابی عتیبہ کے ذریعہ مقسم سے نقل کی ہیں۔ اس طرح درمیان سے یہ روایت منقطع بھی ہے۔

محبین ابی بکرؓ کے لئے جنت عدن

خطیب نے ابن عمرؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جب ابوبکر صدیق پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جنت عدن سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ مجھے میری عزت اور جلال کی قسم میں تجھ میں صرف اسی شخص کو داخل کروں گا جو اس مولود سے محبت رکھتا ہو۔

خطیب کہتے ہیں یہ روایت باطل ہے۔ اور اس کی سند میں متعدد راوی مجہول ہیں۔ لیکن محمد بن السری اور میسرۃ بن عبداللہ الخادم نے اسے احمد بن عصمۃ بن نوح سے بھی روایت کیا ہے۔ لیکن یہ دونوں راوی بھی مجہول ہیں (الموضوعات ج ۱ ص ۳۱۹)

سیوطی اس کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر یہ دونوں مجہول ہیں تو احمد بن علیک المطیری بھی تو مجہول ہے۔ اگر ہم اس کو ثقہ بھی مان لیں تو بھی ہرگز یہ گاڑی نہ چلے گی۔ کیونکہ اصل بحث کا دارومدار صرف اس بات پر نہیں ہے کہ احمد بن عصمہ سے نقل کرنے والے قابل اعتماد ہیں یا نہیں۔ بلکہ اصل مسئلہ خود احمد بن عصمہ کی ذات ہے۔ خطیب نے تو اس پر اس لئے کلام نہیں کیا کہ وہ جانتے تھے کہ تمام محدثین اس کے حال سے واقف ہیں۔ سیوطی نے یہ بات کہہ کر اپنی لاعلمی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ غالباً وہ اس احمد بن عصمہ کو کوئی امام الحدیث تصور کر بیٹھے ہیں۔

ذہبی لکھتے ہیں "احمد بن عصمۃ النیسابوری جو اسحاق بن راہویہ پر سے حدیث روایت کرتا ہے۔ وہ تو ایک تباہ کنندہ انسان ہے۔ اس نے یہ موضوع روایت بیان کی ہے۔ اور یہ اسی کی وضع کردہ ہے۔ (میزان جلد ۱ صفحہ ۱۱۹)

ابن جوزی نے موضوعات اور خطیب نے تاریخ بغداد میں جس طرح موضوع اور منکر روایات کی پول کھولی ہے۔ وہ سیوطی کو ہضم نہیں ہو رہی ہے۔ اسی لئے تمام تر کوشش یہی ہے کہ سابقہ محدثین کے کارناموں پر پانی پھیر دیا جائے۔ غالباً یہی وجہ ہے جو ہمارے دور کے علماء سیوطی کی کتابوں کو سینے سے لگاتے۔ اور ہر رطب و یابس میں سیوطی کا قول پیش کرتے ہیں۔ ان کی ہر کتاب رطب و یابس سے معمور نظر آئے گی۔ اگر یقین نہ آئے تو درمنثور اور تفسیر جلالین اٹھا کر دیکھ لیجئے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ اگر یہ تمام راوی بھی معتبر ہوتے تب بھی محدثین کی نظر میں یہ روایت نا قابل قبول ہوتی۔ کیونکہ سفیان بن عیینہ سے اسے نقل کرنے والے امام اسحاق بن راہویہ ہیں۔ اور انھوں نے امام سفیان بن عیینہ کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ سیوطی کے استاد حافظ ابن حجر تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ اسحاق بن ابراہیم کا انتقال ۲۳۸ھ میں ہوا۔ ان کی عمر بہتر سال ہوئی۔ گویا ان کی پیدائش ۲۱۶ھ میں ہوئی۔ اور سفیان بن عیینہ کے حال میں لکھتے ہیں کہ ان کا انتقال ۱۹۸ھ میں ہوا۔ اس لحاظ سے یہ روایت منقطع ہوئی۔ اور منقطع روایت نا قابل قبول ہے۔

یہ تو وہ ابحاث ہیں جن پر ہر اس شخص کی نظر چلی جاتی ہے جو اسماء الرجال سے تھوڑی بہت بھی واقفیت رکھتا ہو۔ ورنہ ایک فنی بحث اور بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ امام زہری سے ان کے جتنے شاگردوں نے احادیث روایت کی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ صحیح روایات کس کی ہوتی ہیں۔ علی بن المدینی کہتے ہیں سفیان بن عیینہ کی، جبکہ امام احمد فرماتے ہیں کہ سفیان نے زہری سے بیسیوں سے زیادہ منکر روایات نقل کی ہیں۔ اور انھوں نے زہری سے پانچ سال کی عمر میں تعلیم

حاصل کی تھی۔ لہذا بہترین روایات وہ ہیں جو امام زہری سے امام مالک نقل کریں۔ جبکہ دیگر محدثین کا کہنا ہے کہ زہری کی خدمت میں سب سے زیادہ متعمر رہے ہیں۔ لہذا ان کی روایات سب سے صحیح ہیں۔

اس پر بھی محدثین کا اتفاق ہے کہ سفیان بن عیینہ مدلس ہیں درمیان سے راوی گرا دیتے ہیں۔ اور پھر ایسے الفاظ میں حدیث روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے بذات خود سنی ہیں۔ اسی لئے محدثین کا اصول ہے کہ مدلس کی وہ روایت قبول نہیں جو عن کے ذریعہ روایت کی جائے۔ اور یہ روایت بھی عن کے ذریعہ مروی ہے افسوس کہ سیوطی نے روایت پرستی کے مرض میں مبتلا ہو کر تمام اصول احادیث کو خیرباد کہہ دیا۔

خطیب نے ایک اور سند سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ جس رات ابوبکر صدیق پیدا ہوئے تو فرشتوں نے ایک دوسرے کو خوشخبری سنائی۔ اور اللہ تعالےٰ نے جنت عدن سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ میں تجھ میں صرف اسی شخص کو داخل کروں گا جو اس مولود سے محبت کرے گا جو اس رات پیدا ہوا ہے۔ خطیب نے اس پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی۔ اس لئے کہ اس کی سند میں وہی اشنانی ہے جو پہلے بارہا گذر چکا ہے۔ اور اگر وہ اشنانی بھی نہ ہوتا تو اور متعدد عیوب اس کی سند میں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ابوبکرؓ کو خلیفہ متعین کرنا

عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ جب اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوئی تو عباسؓ علیؓ کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں۔ اور آپ سے اپنے لئے خلافت کا سوال کریں۔ یہ دونوں حضرات حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی معروضات پیش کیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے میرے بعد اپنے دین اور وحی پر ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا ہے۔ تم اس کا حکم سنو گے تو کامیاب ہو گے۔ اور اس کی اطاعت کرو تو ہدایت پا جاؤ گے۔ عباسؓ کہتے ہیں

ہم نے ان کی اطاعت کی۔ اور اللہ کی قسم ہدایت پا گئے۔ (الموضوعات ص ۳/۱)

خطیب کہتے ہیں اس کا راوی عمر بن ابراہیم بن خالد القرشی الہاشمی کذاب ہے۔ سیوطی لکھتے ہیں۔ میزان میں ہے یہ روایت صحیح نہیں۔ اور صحیح حدیث اس کا رد کر رہی ہے کہ جب حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے کہا تھا کہ چلو ہم حضورؐ سے خلافت لکھوا لیں۔ آخر حدیث تک۔ سیوطی کہتے ہیں یہ روایت ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں اور ابن مردویہ نے نقل کی ہے۔ (اللآلی ص ۲۹۴/۱)

شکر ہے کہ یہاں سیوطی نے رد نہیں کیا۔ ذہبی میزان میں اس عمر بن ابراہیم کے حال میں لکھتے ہیں کہ اس کا انتقال ۲۲۰ھ کے بعد ہوا ہے۔ شعبہ اور ابن ابی ذئب سے روایات نقل کرتا ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں کذاب ہے۔ خطیب نے بھی اسے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ (میزان ص ۳/۲)

ذہبی اور سیوطی نے جس صحیح حدیث کی جانب اشارہ کر کے اس روایت کا رد کیا ہے۔ وہ صحیح بخاری کی حدیث ہے۔ کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا تھے تو ایک روز حضرت علیؓ آپ کا حال دیکھ کر تشریف لائے۔ راہ میں حضرت عباسؓ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عباسؓ نے دریافت کیا اے ابو الحسنؓ اب حضورؐ کا کیا حال ہے۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ آج تو کچھ طبیعت سنبھلی ہوئی ہے۔ اس پر حضرت عباسؓ نے کہا میں نے عبد المطلب کی اولاد کو مرتے دیکھا ہے۔ آخر میں ان کی حالت سنبھل جاتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم تین دن بعد لاٹھی کے غلام (یعنی دوسروں کے) بن جاؤ گے۔ چلو کیوں نہ ہم حضورؐ سے اپنے لئے خلافت لکھوا لیں۔

اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ایسا نہ کرو۔ کیونکہ اگر حضورؐ نے انکار فرما دیا تو امت ہمیں قیامت تک بھی خلافت دینے کے لئے تیار نہ ہو گی۔ لہذا یہ واقعہ دوران مرض کا ہے۔ اور سورۂ نصر ابتدائے مرض سے قبل نازل ہوئی۔ اگر حضورؐ اسی وقت ابو بکرؓ کی خلافت کا اعلان کر چکے ہوتے تو دوران مرض اس قسم کی گفتگو لاحاصل ہوتی۔

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ خلافت ابی بکرؓ کا یہ واقعہ جھوٹ وضع کیا گیا ہے۔

اس کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ اگر آپ اسی طرح خلافت ابی بکرؓ کا اعلان فرما دیتے تو حضرت علیؓ اور بنی ہاشم بیعت ابی بکرؓ سے پیچھے نہ رہتے۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ یہ واقعہ سچا ہو یا جھوٹا۔ اس میں لطیفہ یہ ہے کہ یہ روایت خود بنو ہاشم کے افراد نے بیان کی ہے۔ یعنی عمر بن ابراہیم الہاشمی نے اسے عیسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے نقل کیا ہے۔ اور عیسیٰ نے اپنے والد علی بن عبد اللہ سے اور علی نے اپنے والد عبد اللہؓ بن عباسؓ صحابی سے۔

اگر اس کہانی میں ذرہ برابر بھی صداقت ہوتی تو عباسؓ اور ان کے بیٹے عبد اللہ بن عباسؓ یہ تصور قائم نہ کرتے کہ خلافت وراثتاً ان کا حق ہے۔ اور بارہا انھوں نے اس کا اقرار بھی کیا۔ اگر حضورؐ اپنے آپ ابو بکرؓ کو خلیفہ متعین فرما دیتے تو یہ ناممکن تھا کہ حضرت علیؓ حضرت عباسؓ اور حضرت عبد اللہؓ بن عباس اس قسم کی بات زبان سے نکالیں کیونکہ وہ تو سراسر مخالفت رسولؐ ہوتی۔ اور کسی صحابی کے بارے میں قطعاً یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمداً مخالفت کرے عیاذاً باللہ

وزارت ابی بکرؓ

ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کہ اچانک ابو بکرؓ سامنے سے گذرے۔ جبرئیلؑ بولے یہ ابو بکرؓ ہیں۔ آپ نے سوال کیا کہ اے جبرئیلؑ کیا تم ابو بکر کو پہچانتے ہو؟ انھوں نے فرمایا ہاں وہ آسمانوں میں زمین سے زیادہ مشہور ہیں۔ کیونکہ فرشتوں نے انھیں حلیم قریش کا (قریش کا بردبار) خطاب دیا ہے۔ یہ آپ کی زندگی میں آپ کے وزیر اور آپ کی موت کے بعد آپ کے خلیفہ ہیں۔ (الموضاعات - ج ۱ ص ۳۱۶)

ابن حبان کہتے ہیں اس کا راوی ابو ہارون اسمٰعیل بن محمد یوسف ہے۔ جو دوسرے راویوں کی روایات چرا کر بیان کرتا۔ اس کی روایت حجت نہیں۔ ابن طاہر کہتے ہیں یہ کذاب ہے۔
(اللآلی ج ۱ ص ۲۹۴)

ابن جوزی کہتے ہیں یہ ابو ہارون کذاب ہے۔ اور یہ سند قطعاً مجہول ہے (میزان ج ۱ ص ۲۳)
اس لئے کہ اس کے دو راوی نعلی بن الولید اور مخلد بن الحسین مجہول ہیں۔
اور ایک راوی ابو اسحٰق الفزاری جس کا نام ابراہیم بن محمد بن الحارث التیمی ہے تو ابو حاتم اس کے بارے میں کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ بخاری کہتے ہیں اس کی حدیث ثابت نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۵۵، کتاب الضعفاء للبخاری ص ۱۳)

سیوطی لکھتے ہیں اس کی ایک اور بھی سند ہے جو ابو العباس البشری نے شکریات کی ابتدا میں نقل کی ہے۔ اس روایت کے الفاظ ہیں کہ جبرئیلؑ آئے۔ اور کچھ دیر حضورؐ سے گفتگو کرتے رہے۔ اتنے میں ابو بکرؓ سامنے سے گزرے جبریل بولے اے محمدؐ یہ ابن ابی قحافہؓ جا رہے ہیں۔ آپؐ نے سوال کیا تم لوگ بھی اسے آسمان میں پہچانتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا قسم ہے اس ذاتؐ کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے یہ زمین سے زیادہ آسمان میں مشہور ہیں۔
آسمانوں میں ان کا نام حلیم قریش ہے۔

اس روایت میں وزارت و خلافت کا کوئی ذکر نہیں۔ خود سیوطی لکھتے ہیں اس کا راوی احمد بن الحسن بن ابان ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ کذاب ہے۔ دجال ہے۔ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ حدیث چور ہے۔ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں اس کی سند تاریک ہے۔
حافظ ابن حجر لسان المیزان میں پہلی روایت کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ مشہور ہیں۔ اور بجز مُعَلّی کے کوئی ایسا نہیں جس پر بحث کی جا سکے۔ ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابن جوزی کا یہ کہنا کہ اس کی سند تاریک ہے یہ قول مردود ہے۔ سیوطی کہتے ہیں لیکن بُنانی نے دارقطنی سے نقل کیا کہ پہلی سند میں اسماعیل بن محمد ابو ہارون ضعیف ہے۔ حاکم کہتے ہیں یہ موضوع روایات بیان کرتا ہے۔ (جلالی ج ۱ ص ۲۹۵)

نہ معلوم حافظ ابن حجر کس رو میں یہ بات فرما گئے۔ ورنہ تقریب میں انھوں نے معلیٰ بن الوکا رواتِ حدیث میں کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ پھر وہ معروف اور ثقہ کیسے ہوا۔ بعض اوقات حافظ صاحب بھی روایت پرستی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

ابوبکرؓ کا قیامت کے روز اونٹنی پر سوار ہو کر آنا

ابن حبان نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز حضورؐ کے سامنے ابوبکرؓ کا تذکرہ ہوا۔ آپؐ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ کا مثل کون ہو سکتا ہے جب لوگوں نے میری تکذیب کی اس وقت انھوں نے میری تصدیق کی اور مجھ پر ایمان لائے۔ اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی، مجھ پر اپنا مال خرچ کیا، اور میرے ساتھ جیش عسرہ (غزوہ تبوک) میں جہاد کیا۔ وہ قیامت کے روز جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہو کر آئیں گے جس کی ٹانگیں مشک و عنبر کی، جس کے پاؤں سبز زمرد کے ہوں گے۔ اور جس کی لگام تر و تازہ موتیوں کی ہو گی جس پر سندس اور استبرق کے دو سبز حلے پڑے ہوں گے۔ وہ مجھ سے گفتگو کرتے ہوں گے اور میں ان سے گفتگو کرتا ہوں گا۔ تو ندا آئے گی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ ابوبکرؓ صدیق ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ اس کا راوی اسحٰق بن بشر بن مقاتل کذاب ہے۔ (ص ۱۹۵ ج ۱ الموضوعات ص ۳۱۴ ج ۱)

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ اس اسحٰق کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ یہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ مطین کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوبکر بن ابی شیبۃ الکوفی کو کبھی اس اسحاق کے علاوہ کسی کو کذاب کہتے نہیں سنا۔ امام موسیٰ بن ہارون اور امام ابو زرعہ رازی بھی اسے کذاب کہتے ہیں۔ فلاس کہتے ہیں متروک ہے دار قطنی کہتے ہیں اس کا شمار وضاعین حدیث میں ہوتا ہے۔ ۲۲۸ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان جلد ۱ ص ۱۸۶۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا تھا۔ اس کی روایات لکھنا بھی جائز نہیں۔

قیامت کے روز ابوبکرؓ کیلئے ایک منبر نصب کیا جانا

خطیب نے حضرت معاذؓ بن جبل سے نقل کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے روز عرش کے سامنے حضرت ابراہیمؑ کے لئے ایک منبر نصب کیا جائے گا۔ ایک منبر میرے لئے نصب کیا جائے گا۔ اور ایک ابوبکرؓ کے لئے نصب ہو گا۔ وہ اس پر بیٹھیں گے۔ تو ایک منادی ندا کرے گا تیرا صدیق خلیل اور حبیب کے درمیان ہے۔ (الموضوعات جلد ۱ صفحہ ۳۱۷)

خطیب کہتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں۔ کیونکہ قاری ابوعبداللہ احمد بن محمد بن ابراہیم بن موسیٰ الفریرجب بغداد آئے تو نابینا تھے۔ اور ان کے ساتھ کتابیں تھیں جن کا کوئی اصول نہ تھا۔ ممکن ہے کہ کسی نے ان کی روایات میں یہ روایت داخل کر دی ہو۔ اور جس سے وہ روایت کر رہے ہیں یعنی ابوعمر محمد بن الحلیمی وہ کوئی معروف انسان نہیں۔ (الموضوعات جلد ۱ صفحہ ۳۱۸)

سیوطی کہتے ہیں محمد بن الحلیمی ضعف میں مشہور ہے۔ میزان میں ہے کہ یہ محمد بن احمد حلیمہ سعدیہ کی اولاد میں سے ہے۔ آدم بن ابی ایاس سے منکر بلکہ باطل روایات نقل کرتا ہے۔ ابونصر بن ماکولا کہتے ہیں۔ یہ روایت اس نے وضع کی ہے۔ ابن عساکر کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ یہ بیماری اس کی پیدا کردہ ہے۔ (اللالی ج۱ ص۲۹۶ میزان ج۱ ص۲۶۵)

ذہبی یہ بھی لکھتے ہیں کہ قاری احمد بن محمد بن ابراہیم الفریر نے ایک باطل روایت نقل کی ہے۔ (میزان ج۱ ص۱۳۶)

سیوطی لکھتے ہیں ابوالعباس المروزی اپنی کتاب شجرۃ العقل میں یہ روایت عبداللہؓ بن ادس صحابی سے بھی نقل کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ عزوجل ایک منبر ابراہیمؑ کے لئے، ایک میرے لئے اور ایک منبر ابوبکرؓ تیرے لئے نصب فرمائے گا۔ پھر اللہ

تعالیٰ تجلی فرمائے گا۔ ایک بار ہنستے ہوئے ابراہیمؑ کی طرف دیکھے گا۔ ایک بار میری جانب اور ایک بار اے ابو بکرؓ تیری جانب پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (آل عمران)

(ترجمہ) بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنھوں نے ان کا اتباع کیا تھا اور یہ نبیؐ ہیں اور یہ ایمان والے لوگوں میں ابراہیمؑ کے سب سے زیادہ حقدار وہ لوگ ہیں جنھوں نے ابراہیمؑ کی اتباع کی اور یہ نبیؐ۔ اور یہ مؤمنین (یعنی صحابہ کرام) ۳:۶۸

پھر فرمایا اہل ایمان سے مراد ابو بکر ہیں۔

سیوطی نے یہ روایت نقل کر کے خاموشی اختیار کی، اور واللہ اعلم کہکر آگے بڑھ گئے۔ گویا ان کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے۔ اور جب یہ صحیح ہو گی تو گذشتہ روایات اس کی شہادت کے باعث صحیح بن جائیں گی۔ لیکن ہماری بھی چند معروضات ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن اوسؓ صحابی سے اسے نقل کرنے والے حسن بصری ہیں۔ اور ان کی عبداللہ بن اوس سے ملاقات ثابت نہیں اور وہ تابعین میں مشہور مدلس ہیں۔ اور مدلس کی روایت عن قابل قبول نہیں ہوتی۔ بلکہ مرسل سمجھی جاتی ہے۔ اور حسن بصری کی مرسلات ائمہ حدیث کے نزدیک سب سے بدترین مرسلات ہیں۔ اس لئے یہ روایت قطعاً قابلِ قبول نہیں۔

۲۔ حسن بصری سے اسے نقل کرنے والے ہشام بن حسان ہیں۔ لیکن یہ بھی حسن کی طرح مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔ اور خاص طور پر حسن سے جتنی بھی روایات نقل کرتے ہیں وہ سب مرسل ہوتی ہیں۔ عباد بن منصور کا بیان ہے کہ میں نے کبھی ہشام بن حسان کو حسن بصری کے پاس نہیں دیکھا۔ جریر بن حازم کا بیان ہے کہ میں سات سال تک حسن بصری کے ساتھ رہا۔ انھیں کبھی حسن بصری کے پاس نہیں دیکھا۔ یحیٰی بن معین کہتے ہیں کہ امام شعبہ حسان کی تین قسم کی روایات سے احتراز کرتے تھے۔ ایک تو جو حسن بصری سے روایت کریں، دوسرے جو عطا سے

روایت کریں۔ تیسرے جو عکرمہ سے روایت کریں۔ دراصل حسن بصری سے یہ جو بھی روایات نقل کرتے ہیں وہ خوشب کے واسطے سے کرتے ہیں۔ اور اسے درمیان سے گرا دیتے ہیں۔ (میزان ج ۴ ص۲۹۶)

اس کے تین راوی علی بن یونس، اور حسن بن علی بن یونس۔ اور احمد بن محمد بن موسیٰ العنبری قطعاً مجہول ہیں۔

آسمانوں میں حضورؐ کے ساتھ ابوبکرؓ کا نام تحریر ہے

ابن عدی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب مجھے آسمانوں کی جانب لے جایا گیا تو میں جس آسمان سے بھی گزرا تو وہاں یہ لکھا ہوا پایا۔ محمد رسول اللہ وابوبکر من خلفی (یعنی میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں)

ابن عدی کہتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ غفاری احادیث وضع کیا کرتا تھا اور اس کا شیخ بالاتفاق ضعیف ہے۔ (اللالی ج۱ ص۲۹۶۔ موضوعات ج۱ ص۳۱۵)

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ غفاری کا اصل نام عبداللہ ابن ابی عمرو المدنی ہے لیکن محدثین اسے عبداللہ بن ابراہیم کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ کیونکہ محدثین اس کے ضعف کے باعث اس کا اصل نام لینا پسند نہیں کرتے۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنہیں کوئی دوسرا بیان نہیں کرتا۔ دارقطنی کہتے ہیں اس کی حدیث منکر ہے۔ ابن عدی نے حسن بن عرفہ کے تذکرہ میں اس کی دو حدیثیں نقل کیں، ذہبی کہتے ہیں یہ دونوں باطل ہیں۔ حاکم کہتے ہیں اس نے ضعیف راویوں کی ایک جماعت سے موضوع احادیث روایت کی ہیں۔ (میزان ج ۲ ص۳۸۹)

ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس سے ترمذی نے روایت کی ہے۔ اور یہ متروک ہے۔ ابن حبان نے اس پر وضع کا الزام لگایا ہے۔ (تقریب ص۱۶۷)

اس غفاری نے یہ روایت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے نقل کی ہے۔ یہ عبدالرحمٰن، عبداللہ اور اسامہ کا بھائی ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں زید بن اسلم کے تینوں بیٹے کچھ نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ضعیف ہیں۔ بخاری کہتے ہیں علی بن المدینی نے اس عبدالرحمٰن کو انتہائی ضعیف قرار دیا۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں ان تینوں بھائیوں میں عبداللہ ثقہ ہے۔ اور بقیہ دونوں ضعیف ہیں۔

ربیع بن سلیمان نے امام شافعی سے اس کا ایک لطیفہ نقل کیا ہے کہ کسی نے اس سے سوال کیا، کہ تم نے اپنے باپ سے یہ روایت سنی ہے کہ کشتی نوح نے سات بار بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی؟ اس نے جواب دیا ہاں۔

امام شافعی یہ بھی فرماتے ہیں کہ کسی نے امام مالک کے سامنے ایک روایت بیان کی انھوں نے سوال کیا تم سے یہ روایت کس نے بیان کی۔ اس نے ایک منقطع سند پیش کی۔ امام مالک نے فرمایا تم عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے پاس چلے جاؤ، وہ اپنے باپ کے واسطے سے حضرت نوح علیہ السلام سے حدیث روایت کر دے گا۔ (میزان ج ۲ ص۵۶۵) ۱۸۲ھ میں اس کی موت واقع ہوئی۔ کتاب الضعفاء للبخاری ص۷۱۔ کتاب الضعفاء للنسائی ص۶۷۔

علامہ محمد طاہر بن علی الپٹنی اپنی تذکرۃ الموضوعات میں فرماتے ہیں۔ اس کی سند میں عبداللہ بن ابراہیم ہے جو حدیث وضع کرتا تھا۔ وہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے نقل کر رہا ہے جو ضعیف ہے۔

اس کے بعد علامہ محمد طاہر اس حدیث کی صحت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس عبداللہ بن ابراہیم سے ابوداؤد اور ترمذی نے حدیث روایت کی ہے۔ اس کے اور بھی متعدد شواہد موجود ہیں۔ کیونکہ یہ روایت ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابوالدرداءؓ، ابوسعیدؓ، براءؓ، انسؓ، اور حضرت علیؓ سے بھی مروی ہے۔ (تذکرۃ الموضوعات ص۹۳)

تقریباً یہی دعویٰ سیوطی نے کیا ہے۔ بلکہ انھوں نے اختصار سے کام نہیں لیا اس روایت کے فوراً بعد وہ فرماتے ہیں۔

میں اللہ سے استخارہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ روایت حسن ہے، اس پر موضوع

اور ضعیف ہونے کا حکم جاری نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ اس کی متعدد شواہد موجود ہیں مثلاً۔

خطیب نے اپنی تاریخ میں ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا، تو میں جس آسمان سے بھی گزرا وہاں یہ لکھا ہوا پایا۔ محمد رسول اللہ، ابو بکر الصدیق من خلفی۔

خطیب کہتے ہیں اسے اعمش نے ابو صالح کے ذریعہ ابو سعید سے نقل کیا ہے۔ لیکن اس روایت کی یہ سند غریب ہے کیونکہ اس سند کے ذریعہ محمد بن عبداللہ المہری کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ بشرطیکہ یہ ان سے یہ روایت محفوظ بھی ہو، اگرچہ وہ ثقہ ہیں۔ لیکن ہم اس روایت کو غلط سمجھتے ہیں۔

صحیح یہ ہے کہ یہ روایت ابو سعید سے مروی نہیں۔ بلکہ اس سند سے ابن عباس سے ان الفاظ میں مروی ہے" کہ میں جس آسمان سے بھی گزرا وہاں یہ لکھا ہوا دیکھا۔ محمد رسول اللہ ابو بکر الصدیق۔ (اللآلی ج ۱ | ص۲۹۵)

خطیب نے اس روایت پر سکوت اختیار کیا۔ اور سیوطی اور علامہ محمد طاہر پٹنی نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ کہ انھوں نے اس روایت کو حسن یا صحیح مان لیا لیکن ذہبی میزان میں محمد بن عبداللہ بن یوسف المہری کے حال میں لکھتے ہیں۔

اس مہری کو خطیب نے ثقہ قرار دیا ہے۔ باوجودیکہ اس کی ایک باطل روایت بھی نقل کی۔ اور اس کے بعد ابن عباسؓ کی روایت پیش کر کے سکوت اختیار کیا۔ ان کا یہ سکوت بھی باطل ہے۔ بیشک یہ تمام راوی ثقہ ہیں۔ لیکن نہ معلوم کس نے ان کی جانب منسوب کی۔ اللہ کی قسم ابو معاویہ کی جانب اس کی نسبت ہرگز جائز نہیں۔ (میزان جلد ۳ ص۱۱۶) لیکن عمر بن احمد الواعظ کے حال میں ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ بغداد کا رہنے والا ہے کذاب سے روایت کرتا ہے۔ میرے نزدیک یہ روایت اسی کی وضع کردہ ہے۔ (میزان ج ۳ ص۱۸۳)

جب ابو معاویہ کی جانب اس کی نسبت جائز نہیں تو اعمش اور مجاہد کی جانب

کیسے جائز ہوگی۔ اور اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ اگرچہ ابو معاویہ کو اکثر محدثین نے قبول کیا ہے۔ لیکن حاکم لکھتے ہیں۔

احتج بہ الشیخان وقد اشتہر عند الغلواء غلو التشیع۔ (میزان ج ۴ ص ۵۷۵)

اس سے اگرچہ بخاری و مسلم نے روایت لی ہے لیکن ان سے غلو فی التشیع مشہور ہے (یعنی یہ غالی قسم کے شیعہ ہیں)

جو شخص غالی شیعہ ہوگا کیا وہ ابوبکرؓ کے بارے میں ایسی روایت بیان کر سکتا ہے

پھر یہ ابو معاویہ نہ صرف غالی شیعہ ہے بلکہ مرجیٔ بھی ہے۔ اور امام وکیع نے اسی لئے اس کی نماز جنازہ تک نہیں پڑھی۔ (میزان ج ۴ ص ۵۷۵)

پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ ہر دو روایت میں اعمش موجود ہیں۔ پہلی روایت میں اعمش نے اسے ابو صالح کے ذریعہ ابو سعید سے روایت کیا تھا۔ اور اس روایت میں مجاہد کے ذریعہ ابن عباس کی جانب منسوب کیا۔ حالانکہ تمام محدثین اس پر متفق ہیں کہ اعمش مدلس ہیں اور ابو صالح سے تدلیس کرتے ہیں۔ یعنی درمیان سے راوی گرا دیتے ہیں۔ اور جہاں تک مجاہد کا تعلق ہے تو مجاہد سے انھوں نے کوئی روایت نہیں سنی۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبانِ مبارک سے کوئی ایسی بات فرماتے، اور وہ اتنی عام ہوتی کہ متعدد صحابہ اسے نقل کرتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نہ تو بقول مورخین بنو ہاشم اپنی خلافت کے لئے فاطمہؓ کے گھر جمع ہوتے، اور نہ انصار سقیفۂ بنی سعدہ میں۔ اس لئے کہ اس حدیث کے بیان کرنے والوں میں براءؓ بن عازب، ابو سعید خدریؓ، انسؓ بن مالک اور ابو الدرداءؓ یہ سب انصاری ہیں۔ ان حضرات نے انصار سے کیوں نہ یہ حدیث بیان کی۔ اور کیوں انھیں اس اقدام سے متنبہ نہیں کیا۔ محض روایت حدیث کو دیکھ کر فیصلہ کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہ تاریخی حقیقت بھی ہمارے سامنے ہے کہ بعد میں کذابین نے بڑے بڑے ائمہ کے نام سے احادیث وضع کی ہیں۔ مثلاً امام احمدؒ

امام یحییٰ بن معین، امام مالک اور امام شعبہ وغیرہ۔ سابقہ صفحات میں اس کی مثالیں گزر چکی ہیں۔

خطیب بغدادی نے پھر ابو ہریرہؓ کی روایت پیش کی جو اوپر گزر چکی ہے جس میں ابراہیم بن عبداللہ الغفاری ہے جو کذاب ہے۔

سیوطی لکھتے ہیں اس کی ایک شاہد اور بھی ہے۔ جو بزار نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن ابراہیم الغفاری نے عبدالرحمان بن زید بن اسلم کے واسطے سے ابن عمر سے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ (اللآلی جلد ا ص۲۹۶)

افسوس یہ ہے کہ سیوطی نے پہلی روایت کے تحت خطیب کا قول نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن ابراہیم حدیث وضع کیا کرتا تھا۔ اور عبدالرحمان متفقہ طور پر ضعیف ہے۔ اب اس کی روایت کیسے صحیح مان لی جائے گی۔ کیونکہ ابن عمر کی حدیث کے راوی بھی وہی دونوں ہیں۔ کیا سیوطی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر اس روایت کو ابو ہریرہؓ کی جانب منسوب کیا جائے تو جھوٹ اور ابن عمرؓ کی جانب منسوب کیا جائے تو درست حالانکہ یہ مثل بھی تو مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ غفاری نے اسے کبھی ابو ہریرہؓ کی جانب منسوب کیا اور کبھی ابن عمرؓ کی جانب۔

سیوطی نے اس کے بعد بطور شہادت پھر وہی ابن عباسؓ کی روایت ابن شاہین کے حوالہ سے پیش کر دی جس میں ایک نیا راوی ابراہیم بن حماد بن اسحٰق بن اسمٰعیل بن حماد بن زید ہے۔ لیکن یہ راوی قطعاً مجہول ہے۔

سیوطی لکھتے ہیں دارقطنی نے افراد میں محمد بن فضیل کے ذریعہ ابوالدرداؓ سے نقل کیا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جب مجھے معراج ہوئی اور میں عرش پر پہنچایا گیا۔ تو وہاں ایک سبز پتے پر سپید نور سے لکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر صدیق

دارقطنی اس کے بعد لکھتے ہیں کہ محمد بن فضیل کے علاوہ ابن جریر سے اور کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور محمد بن فضیل سے سری بن عاصم، اور عمر بن اسمٰعیل بن مجالد کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔ ابن جوزی نے اس روایت کو اپنی واہیات میں نقل

کر کے کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ سری بن عاصم کی حدیث حجت نہیں ہو سکتی۔ (اللآلی ج ۱ ص ۲۹۵)

دار قطنی نے دعویٰ کیا ہے کہ محمد بن فضیل سے اسے سری بن عاصم اور عمر بن اسمٰعیل بن مجالد کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ ابن جوزی نے سری کی روایت پر بحث کی ہے لیکن عمر بن اسمٰعیل کی روایت پر کوئی بحث نہیں کی۔ غالباً سیوطی نے یہ تصور کر لیا ہے کہ عمر بن اسمٰعیل ثقہ ہے اور اس کی روایت درست ہے۔ لہذا ہم پہلے عمر بن اسمٰعیل کا حال میزان سے پیش کرتے ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں۔

عمر بن اسمٰعیل بن مجالد بن سعید، ہمدان کا باشندہ ہے۔ اپنے باپ سے نقل نقل کرتا ہے یحییٰ بن معین نے اسے کذاب کہا ہے، نسائی اور دار قطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ حدیث چور ہے۔ اس نے ابو معاویہ کے واسطے سے ابن عباس سے یہ روایت بھی وضع کی۔ جو ابن جریر نے نقل کی ہے۔ ابن جریر میں یہ الفاظ ہیں کہ میں نے معراج کی رات ایک سبز ٹکڑا دیکھا جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق لکھا ہوا تھا۔ (میزان ج ۳ ص ۲۱۲)

جہاں تک سری بن عاصم کا تعلق ہے تو ذہبی لکھتے ہیں یہ بھی ہمدان کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو عاصم ہے۔ خلیفہ المعتز باللہ کا مؤدب تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ واہی انسان ہے۔ حدیث چور تھا۔ ابن خراش کہتے ہیں کذاب ہے۔ ذہبی تو کہتے ہیں اسلام میں یہ بلا اسی کی نازل کردہ ہے۔ (میزان ج ۲ ص ۱۱۷)

اگر ہم سیوطی کی حمایت میں ان تمام ابحاث کو نظر انداز کر دیں۔ بلکہ ان کذابین کو بھی ثقہ مان لیں تب بھی یہ روایت قطعاً صحیح نہ ہو گی۔ اس لئے کہ ابو الدرداءؓ سے اسے عطاء روایت کر رہے ہیں۔ راوی نے عطا کے باپ کا نام ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ عطا نامی تابعین بیس سے کم نہیں ہیں جن میں سے بعض ثقہ ہیں اور بعض غیر ثقہ۔ پھر کوئی عطا نامی ایسا نہیں ہے جس نے حضرت ابو الدرداءؓ سے احادیث سنی ہوں۔ ایسی صورت میں یہ روایت قطعاً قابل قبول نہ ہو گی۔

۴۔ عطاء سے اسے ابن جریر نقل کر رہے ہیں۔ اور وہ مدلس ہیں مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔ اور ماشاء اللہ اپنی حیات ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں ابن جریج موضوع روایات کو مرسل طور پر نقل کرتا ہے۔

سیوطی نے دیلمی کے حوالہ سے ابو سعیدؓ خدری کی ایک اور روایت بطور شہادت پیش کی ہے، جس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

"کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے دیکھا کہ عرش کے ارد گرد آیۃ الکرسی آخر تک لکھی ہوئی ہے۔ اور اس کے ساتھ تحریر ہے۔ محمد رسول اللہ سورج اور چاند کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل پیدا کئے گئے اور ان کے فوراً بعد ابو بکرؓ صدیق۔ (اللآلی ج۱ ص۱۹)

سیوطی نے اس پر بھی سکوت اختیار کیا ہے۔ یہ اس قسم کے تخیلات ہیں جو شیعہ حضرت علیؓ کے بارے میں پیش کرتے ہیں۔ غالباً یہ روایات شیعوں کے جواب میں وضع کی گئیں۔

اس روایت کے تحت سب سے پہلی عرض تو یہ ہے کہ اس کا ایک راوی عبدالرحمان بن زید بن اسلم ہے۔ جس کا تفصیلی حال اوپر گزر چکا۔ اور جس کے بارے میں امام مالک نے فرمایا تھا یہ تو اپنے باپ کے نام سے حضرت نوحؑ سے بھی حدیث نقل کر دے گا۔ یعنی یہ تمام جھوٹ اپنے باپ کے نام سے بولتا ہے امام مالک سے زیادہ کون اس کے حال سے واقف ہوگا۔ دونوں مدینہ کے باشندہ ہیں، اور دونوں ہم عصر ہیں۔ امام مالک کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی جبکہ اس عبدالرحمان کی موت ۱۸۲ھ میں ہوئی۔ اور تمام محدثین اس کے ضعف پر متفق ہیں۔

اس عبدالرحمان سے یہ روایت عبدالمنعم بن بشیر نقل کر رہا ہے۔ اس کی کنیت ابوالخیر ہے۔ مصر کا باشندہ ہے۔ ذہبی نے اس کی ایک روایت کو انتہائی منکر قرار دیا۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ انتہائی درجہ منکر الحدیث ہے۔ اس کی روایت بطور دلیل پیش کرنا جائز نہیں۔

یحیٰ بن معین کا بیان ہے کہ میں اس عبدالمنعم کے پاس گیا۔ اس نے ابوداؤد کی دو سو احادیث نکال کر مجھے دکھائیں جو سب مجہول تھیں۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ کیا تم نے یہ سب روایات ابوداؤد سے سنی ہیں۔ اس نے جواب دیا ہاں۔ میں نے اس سے کہا اے شیخ اللہ سے ڈر۔ یہ تو ابوموودد پر کھلا جھوٹ ہے۔ اس کے بعد میں اُٹھ کر چلا آیا۔ اور میں نے اس کی کوئی روایت نہیں لکھی۔ (میزان ج ۲ ص۲۶۹)

بس یہی فرق ہے متقدمین اور متاخرین میں کہ متقدمین اس قسم کے کذابوں کی روایات نقل کرنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ اور متاخرین اسے اپنا دین و ایمان بناتے اور ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

عبدالمنعم سے نقل کرنے والا ازہر بن زفر ہے۔ مجھے اس کا حال کہیں نظر نہیں آیا۔ اور نہ متقدمین نے اس سے کوئی روایت لی ہے۔

اس کے بعد تین راوی لگاتار مجہول ہیں۔ یعنی احمد، ابومنصور، اور ابراہیم بن محمد بن عبید بن جہینۃ الشہروری۔ ایسی صورت میں یہ روایت ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہے۔

سیوطی ایک اور شہادت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ختلی نے دیباجہ میں ایک اور سند سے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عرش کے پائے پر لکھا ہوا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ان کے وزیر ابوبکر صدیق اور عمر فاروق ہیں۔ (اللآلی ج ۱ ص۲۹۵)

قربان جائیے اس سادگی کے۔ سیوطی خود اللآلی ج ص۲۸۷ پر تحریر کرتے ہیں۔

تفرد به محمد بن خالد الختلي وهو كذاب

اسے صرف محمد بن خالد الختلی روایت کرتا ہے اور وہ کذاب ہے۔

ایسی صورت میں ہم کیا عرض کر سکتے ہیں۔ جس روایت کا جھوٹ ہونا خود سیوطی کو قبول ہو۔ تو اگر ہم اس کے کذب کا ثبوت اپنے ذمہ لے لیں تو یہ مفت کی دردسری ہے۔ لیکن یہ ضرور عرض کریں گے کہ اگر یہ ختلی اپنے وقت کے صدیق

بھی ہوتے تب بھی ہمیں یہ روایت قبول نہ ہوتی۔ اس لئے کہ یہ مرسل ہے۔ اور حسن بصری کی مرسلات محدثین کے نزدیک تمام مرسلات میں سب سے بدترین ہیں۔

حاکم معرفۃ علوم الحدیث میں لکھتے ہیں۔

اضعف المرسلات الحسن وعطاء بن ابی رباح

مرسلات میں سب سے زیادہ ضعیف حسن اور عطاء بن ابی رباح کی مرسلات ہیں

حسن سے اسے نقل کرنے والا عبداللہ بن اسمٰعیل ہے۔ یہ بھی بصرہ کا باشندہ ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں کمزور ہے عقیلی کہتے ہیں منکرالحدیث ہے۔ (میزان ج ۲ صفحہ ۳۹۲)

اس روایت کے بقیہ دو راوی یعنی نصر بن حریش اور ابوسہل مسلم الخراسانی مجہول ہیں۔

سیوطی لکھتے ہیں کہ خطیب نے ابن عباس سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ کہ جب مجھے (نبی کریمؐ) معراج ہوئی تو میں نے عرش پر لکھا دیکھا۔ لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق، عمر الفاروقؓ (اللآلی ج ۱ صفحہ ۲۹۵)

کیا ہی اچھا ہوتا کہ شیعوں کی طرح اپنے کلمہ اور اذان میں اس کا اضافہ کرلیا جاتا۔ دراصل یہ ایک ایسی کڑوی گولی ہے جو ہمیں قطعاً ہضم نہیں ہوسکتی۔ خواہ اسے کتنا ہی چینی میں کیوں نہ لپیٹ دیا جائے۔

خطیب نے اس پر کچھ کلام کیا ہے یا نہیں تو ان کی کتاب ہمارے پیش نظر نہیں لیکن ہمارا دل اسے ہرگز قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ جس روایت کی سند میں پورے چھ راوی مجہول ہوں اور خطیب انہے آسانی سے گوارا کرلیں۔

حضرت ابوالدرداء نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے ایک سبز ٹکڑا دیکھا جس پر سپید نور کے قلم سے لکھا ہوا تھا لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق۔

ابن جوزی کا بیان ہے، ابن حبان کہتے ہیں۔ سری بن عاصم کو حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ صفحہ ۱۹۲

ذہبی رقم طراز ہیں۔

سری بن عاصم بن سہل۔ اس کی کنیت ابو عاصم الہمدانی ہے۔ معتز باللہ کا مؤدب ہے اور کبھی اپنے دادا کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ ابن خراشی نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کی نازل کردہ مصیبتوں میں سے ایک مصیبت یہ یہ ہے کہ جب میں معراج میں گیا تو میں نے عرش کے اردگرد ایک پتے پر لکھا ہوا دیکھا محمد رسول اللہ۔ ابوبکر الصدیق۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص۱۱۷)

گویا ابن عدی، ابن جوزی اور ذہبی کے نزدیک یہ روایت سری بن عاصم کی وضع کردہ ہے۔ اگرچہ اس کے اور روات بھی قابل اعتراض ہیں۔ لیکن ان حضرات کے نزدیک صرف سری بن عاصم کا وجود اس روایت کے جھوٹا ہونے کیلئے کافی ہے۔

سیوطی لکھتے ہیں کہ ابن عساکر نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عرش کے پائے پر لکھا ہوا ہے۔ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق۔ (اللآلی ج ۱ ص۲۹۵)

ہماری پہلی عرض تو یہ ہے کہ ابن عساکر کی کتاب حدیث کی کتاب نہیں۔ بلکہ وہ تو ایک تاریخی کتاب ہے۔ اور اصول حدیث اور اصول تاریخ میں بیّن فرق ہے۔ مورخین کے نزدیک ایک یہودی اور ایک کذاب کی روایت بھی قابل قبول ہے۔ لیکن حدیث میں بجز عادل مسلم کے کسی کی شہادت قبول نہیں۔ اور ابن عساکر بھی متاخرین میں داخل ہیں۔

پھر اس روایت کی تو بسم اللہ ہی غلط ہے۔ اس لئے کہ حضرت انسؓ سے اُسے نقل کرنے والا حارث بن مریاد ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ حضرت انسؓ سے روایت کرتا ہے۔ ضعیف ہے مجہول ہے۔ (میزان ج ۱ ص۴۳۳)

اس کے بعد کے اکثر روات مجہول ہیں۔ کیونکہ مورخ کو ان کی معرفت اور عدالت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔

سیوطی لکھتے ہیں کہ ابن عساکر نے براءؓ بن عاذب سے روایت کیا ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا۔ تم جانتے ہو کہ عرش پر کیا لکھا ہے۔ عرش پر لکھا ہوا ہے۔ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ابوبکر الصدیق عمر الفاروق، عثمان الشہید، علی المرتضیٰ۔ (اللآلی ج ۱ ص ۲۹۹)

سیوطی اور ابن عساکر نے حقیقتاً اپنے سنی ہونے کا ثبوت پیش کر دیا ہے۔ ممکن ہے کہ آئندہ زمانہ میں اس میں عشرہ مبشرہ کا بھی اضافہ ہو جائے۔

حضرت براءؓ بن عازب سے اس روایت کو نقل کرنے والا عدی بن ثابت ہے اس سے بخاری و مسلم اور تمام اہل صحاح نے اس سے روایات لی ہیں۔ یہ کیسی ہستی ہیں؟ ہم اس سلسلہ میں کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ لیکن ذہبی نے ان کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا ہے، وہ پیش کئے دیتے ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں۔

شیعوں کے عالم ہیں۔ شیعوں میں یہ واحد صادق انسان ہیں، شیعوں کے قصہ گو اور ان کی مسجد کے امام ہیں۔ اگر تمام شیعہ انہی جیسے ہوتے تو ان کی شرارت کافی کم ہو جاتی۔

مسعودی کہتے ہیں ہم نے عدی بن ثابت سے زیادہ صحیح بات کہنے والا کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔ (مسعودی ان سے زیادہ شیعہ ہیں۔ یہ ایک گھریلو شہادت ہے)

امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور امام نسائی نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔

ذہبی کہتے ہیں ان کے نسب نامہ میں اختلاف ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ اپنے نانا کی جانب منسوب ہیں (یعنی ثابت ان کے باپ نہیں بلکہ نانا ہیں) ان کا نسب یہ ہے۔ عدی بن ابان بن ثابت بن قیس الخطیم الانصاری۔ ابن سعد نے ان کا یہی نسب بیان کیا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ان کا نسب یہ ہے۔ عدی بن ثابت بن دینار۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نسب یہ ہے۔ عدی بن ثابت بن عبید بن عازب۔ اس آخری نسب کے لحاظ سے یہ حضرت براءؓ بن عاذب کے بھائی کے پوتے ہیں۔

یہ اپنے نانا عبداللہ بن یزید الخطمی اور براءؓ بن عازب وغیرہ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں غالی شیعہ ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں غالی رافضی ہے لیکن ثقہ ہے۔ شیعہ کہتے ہیں واہیات روایات بیان کرتا ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں راہ حق سے ہٹا ہوا ہے۔ (میزان ج ۳ صلا)

کیا بعید ہے کہ بطور تقیہ عدی نے یہ روایت بیان کی ہو یا اس کا مقصود ہی یہ ہو کہ اہل سنت کو راہ حق سے ہٹایا جائے۔ اس عدی سے اسے علی بن زید بن جدعان نے روایت کیا ہے۔

ترمذی کہتے ہیں یہ سچا انسان ہے۔ موسیٰ بن اسمٰعیل کہتے ہیں یہ حدیث یاد نہ رکھ سکتا تھا۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں میں اس کے حافظ کی خرابی کے باعث اس کی روایت قبول نہیں کرتا۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں ضعیف ہے۔ حماد بن زید کا بیان ہے کہ یہ احادیث میں تبدیلی کیا کرتا تھا۔ فلاس کہتے ہیں یحییٰ بن سعید القطان اس کی حدیث سے گریز کرتے تھے۔ یزید بن زریع کا بیان ہے رافضی تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں ضعیف ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں ہے۔ احمد العجلی لکھتے ہیں یہ شیعہ ہے قوی نہیں۔ بخاری اور ابو حاتم کہتے ہیں یہ قابل حجت نہیں۔ ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا۔ دار قطنی کہتے ہیں یہ ہمیشہ ہی سے کمزور ہے۔ امام سفیان ثوری کا بیان ہے کہ میں نے اس سے روایات لکھی تھیں جو اچھی خاصی کتاب بن گئی تھی۔ لیکن میں نے ان روایات کو احتیاطاً چھوڑ دیا۔ مسلم، ترمذی، ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ نے اس کی روایات لی ہیں۔ (میزان جلد ۳ صلا)

اس کا ایک اور راوی عصام بن یوسف البلخی ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ایسی روایات نقل کرتا ہے جو اور کوئی بیان نہیں کرتا۔ (میزان ج ۳ صلا)

عصام سے نقل کرنے والا محمد بن عبد بن عامر السمرقندی ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ حدیثیں گھڑنے میں مشہور ہے۔ خطیب نے اس کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے کہ

یہ عصام بن یوسف وغیرہ سے باطل احادیث روایت کرتا ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں کذاب ہے۔ احادیث وضع کرتا ہے۔ (میزان ج ۳ ص ۱۳۳) ابن عساکر کی اس روایت کے بقیہ راوی مجہول ہیں۔

یہ وہ شہادتیں ہیں جو بقول سیوطی ثبوت کے لئے کافی ہیں۔ حالانکہ وہ بھی جانتے ہوں گے کہ قرآن نے ہمیں تحقیق کا حکم دیا ہے۔ اگر پانچ چھ صدی میں کوئی بات بیان کرنے والے سو دو سو بھی ہو جائیں تو ان کی کیا حیثیت ہے۔ ہاں اگر پہلی صدی میں ان کی تعداد دس بیس بھی ہوتی تو صداقت کی کچھ توقع کی جا سکتی تھی۔ پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس قسم کی کہانیاں حضرت علیؓ کے بارے میں مروی ہیں۔ ان کی کثرت تعداد دیکھتے ہوئے انھیں کیوں نہ قبول کیا جائے۔

حدیث معاذ بن جبل

حارث بن اسامہ نے اپنی سند میں حضرت معاذؓ بن جبل سے نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ عزوجل آسمان میں اس بات کو مکروہ سمجھتا ہے کہ ابو بکرؓ صدیق زمین میں کوئی غلطی کریں۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اسے ابو الحارث نصر بن حماد کے علاوہ کوئی بیان نہیں کرتا۔ اور اسے یحیٰ نے کذاب کہا ہے۔ نسائی کہتے ہیں ثقہ نہیں۔ مسلم کہتے ہیں اس کی روایت بے کار ہے۔ اور اس نے یہ روایت بکر بن خنیس سے نقل کی ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں وہ متروک ہے اور وہ اسے محمد بن سعید سے نقل کر رہا ہے۔ جو کذاب ہے۔ اور جسے پھانسی دی گئی۔ (اللآلی۔ جلد ۱ صفحہ ۳۰۰)

سیوطی فرماتے ہیں اس کی ایک اور بھی سند موجود ہے جو ابن شاہین نے سنہ میں ابو یحیٰ الحمانی کی سند سے نقل کی ہے۔ اس روایت کے الفاظ ہیں۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ کو

یمن بھیجنے کا ارادہ کیا۔ تو ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ اور عبدالرحمٰنؓ و سعدؓ کو جمع کیا۔ اور ان سے فرمایا تم لوگ بھی اپنی اپنی رائے دو۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگرچہ آپ نے ہمیں کلام کی اجازت دی ہے تب بھی ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم آپ کے روبرو کلام کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جس معاملہ میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی اس معاملہ میں میں بھی تم جیسا ایک انسان ہوں۔ لہٰذا تم بھی رائے دو۔ لوگوں نے اپنی اپنی رائے دی۔ اور ابوبکرؓ نے بھی کلام کیا۔ اور لوگوں سے نرمی سے گفتگو کرنے کا حکم دیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عزوجل آسمان میں اس امر کو برا سمجھتا ہے کہ زمین میں ابوبکرؓ کوئی خطا کریں۔

سیوطی کہتے ہیں اسے طبرانی نے بھی ابو یحییٰ الحمانی سے نقل کیا ہے۔ اور ابونعیم نے طبرانی کے واسطہ سے فضائل قرآن میں۔ (اللآلی ج ۱ ص ۳۰۳)

قارئین کرام یہ تصور نہ کر بیٹھیں کہ سیوطی نے جن روایات کا حوالہ دیا ہے۔ وہ متعدد روایات ہیں۔ بلکہ یہ صرف ایک ہی روایت ہے جو متعدد سندات کے ذریعہ ابو یحییٰ الحمانی سے مروی ہے اور ابو یحییٰ نے اسے ابوالعطوف جراح بن منہال اور ابو وضین بن عطاء کے ذریعہ عبادہ بن نسی سے نقل کیا ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ پہلی روایت جس پر ابن جوزی نے کلام کیا تھا۔ وہ بھی اس عبادہ بن نسی پر ختم ہو جاتی ہے۔ ابن جوزی نے اس مقام پر عبادہ پر کلام نہیں کیا۔ کیونکہ اس سے زیادہ خطرناک انسان موجود تھے۔ لہٰذا ان کی جانب اشارہ کر دیا۔ ہم آئندہ سطور میں بتائیں گے کہ اس ابو وضین، ابوالعطوف اور ابو یحییٰ کا کیا مقام ہے۔

ابو یحییٰ کا نام عبدالحمید بن عبدالرحمان الحمانی الکوفی ہے۔ بخاری، ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہے۔ یحییٰ بن معین کا ایک قول تو یہ ہے کہ یہ ثقہ ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں

امام احمد فرماتے ہیں ضعیف ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں یہ ارجاء کی دعوت دیتا تھا
(یعنی عمل چھوڑ کر اللہ کے بھروسہ پر بیٹھ جاؤ) ابن سعد کہتے ہیں ضعیف ہے (میزان ج ۱)
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں سچا ہے لیکن غلطیاں کرتا ہے۔ اور مرجی ہے (تقریب)
ابو یحییٰ یہ روایت ابوالعطوف سے نقل کر رہا ہے۔ یہ ابوالعطوف جزیرہ کا رہنے
والا ہے۔ اس کا نام جراح بن منہال ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث کے جراح تھے
امام احمد فرماتے ہیں اس میں غفلت کا مادہ بہت تھا۔ علی بن المدینی کہتے
ہیں اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبا
کہتے ہیں یہ شراب پیتا تھا۔ اور حدیث میں جھوٹ بولتا ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۳۹۰)
ممکن ہے کہ شراب کے نشہ میں ان روایات کا الہام ہوتا ہو۔

بخاری لکھتے ہیں۔ جراح بن منہال، ابوالعطوف الجزری منکر الحدیث
ہے۔ کتاب الضعفاء للبخاری ص ۲۶ ۔

نسائی لکھتے ہیں۔ جراح بن منہال متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء للنسائی

اس کا ایک اور راوی ابو وضین بن عطا ہے۔ یہ نام ابو وضین نہیں۔ غلطی
ابو زیادہ چھپ گیا ہے۔ اس کا نام وضین بن عطا بن کنانہ ہے۔ دمشق کا با
ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ سچا ہے لیکن حافظہ خراب تھا۔ ۱۴۹ھ میں ا
انتقال ہوا۔ (تقریب ص ۳۶۹)

حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔ اس کی کنیت ابو کنانہ ہے۔ ابوداؤد اور
نے اس سے روایات لی ہیں۔ امام احمد وغیرہ فرماتے ہیں ثقہ ہے۔ ابوداؤ
ہیں حدیث میں اچھا ہے قدری ہے (جو تقدیر کا منکر ہو) ابن سعد کہتے
ضعیف ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں۔ اس کی احادیث کچھ اچھی ہوتی ہیں اور کچھ
ویسے ایک عمدہ خطیب تھا۔ جوزجانی کہتے ہیں۔ اس کی حدیث واہی
ہے (میزان جلد ۴ ص ۳۳۴)

یہ تو وہ مجروح راوی ہیں جو ابن شاہین، طبرانی اور ابو نعیم کی سند میں

اور جو روات ان کے علاوہ ہیں وہ اکثر مجہول ہیں۔ ایسی روایت کو شہادت میں پیش کرنا جس کا کوئی راوی جرح سے پاک نہ ہو کسی محدث کو زیب نہیں دیتا۔

معراج کی شب علیؓ کی خلافت کے لئے دعاء

ابوبکر جوزقی نے حضرت ابوسعید خدری سے نقل کیا ہے، ارشاد رسول ہے کہ جب مجھے آسمانوں پہلے جایا گیا، تو میں نے دعا کی۔ اے اللہ میرے بعد علیؓ بن ابی طالب کو خلیفہ بنا دیجئے۔ میری اس دعا سے آسمان کانپ اٹھے، اور فرشتے ہر جانب سے آواز دینے لگے۔ اے محمدؐ یہ آیت پڑھو۔

ماتشاءون الا ان یشاء اللہ — اور تم کچھ نہیں چاہتے مگر جو کچھ اللہ چاہے۔ و اللہ یہ چاہتا ہے کہ آپ کے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوں۔ ابن جوزی کہتے ہیں یہ موضوع ہے اور اس کا واضع یوسف بن جعفر ہے۔ (اللآلی ج ۱ ص ۳۰۱)

سیوطی نے اس کی سند نقل نہیں کی۔ جہاں تک یوسف بن جعفر کا تعلق ہے ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ خوارزم کا باشندہ ہے۔ متاخرین میں سے ہے۔ ابن جوزی نے اس پر حدیث کے وضع کرنے کا الزام قائم کیا ہے۔ ابوسعید استعاش کہتے ہیں یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ (میزان ج ۴ ص ۴۶۳)

سیوطی کہتے ہیں ابوسعیدؓ خدری اس روایت کو دیلمی نے بھی نقل کیا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ میرے بعد علیؓ کو خلیفہ بنا دیجئے۔ جس پر فرشتے چیخ اٹھے، اور بولے اے محمد اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے۔ اور تیرے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوں گے۔ (اللآلی ج ۱ ص ۳۰۱)

اگر معراج کے وقت یہ باتیں پیش آئیں، اور آسمانوں، اور عرش الٰہی پر ابوبکرؓ کا لکھا ہوتا۔ اور حضورؐ نے یہ سب کچھ بیان کیا ہوتا، تو کیا یہ ممکن تھا کہ وفات نبیؐ کے وقت صحابہؓ کرام مسئلہ خلافت میں اختلاف کریں، اور حضرت عباسؓ حضرت علیؓ کو یہ مشورہ دیں کہ حضور کے پاس چل کر خلافت لکھوا لو، نہ

حضرت علیؓ اور بنو ہاشم بیت فاطمہؓ میں جمع ہو کر اپنی خلافت کے لئے کوشش کرتے۔ کیونکہ جو مسئلہ گیارہ بارہ سال قبل طے کر دیا گیا۔ اس کے لئے اب صحابہ کا اختلاف صرف اس صورت میں ممکن ہے جب ان تمام صحابہ کو یا تو مخالف رسول تسلیم کر لیا جائے یا جاہل مطلق۔ اعیاذاً باللہ۔ گویا رافضیوں نے حضرت علیؓ کی خلافت کے لئے جو طریقہ اختیار کیا وہی سنیوں نے بھی اختیار کیا۔ اور منزل دونوں کی ایک رہی۔ افسوس کہ روایت پرستی کے مرض نے اچھے اچھے علماء کو عقل سے بیگانہ بنا دیا ہے۔

جب ہم دیلمی کی اس روایت کی سند پر غور کرتے ہیں تو مزید حیرت یہ ہوتی ہے کہ اس کا ایک راوی عبدالرزاق بن ہمام ہے جو رافضی ہے۔ اور ایک رافضی کی زبان سے ایسی بات نکلنا خلاف عقل معلوم ہوتا ہے۔ پھر عبدالرزاق نے یہ روایت معمر سے نقل کی ہے۔ اور محدثین کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ عبدالرزاق معمر کی روایت میں غلطیاں کرتا ہے۔ پھر معمر اسے سعید سے نقل کر رہے ہیں۔ یہ سعید کون ہے۔ اس کے باپ کا نام قطعاً ظاہر نہیں کیا گیا۔ حالانکہ امام معمر نے کسی سعید نامی شخص سے روایت نہیں لی۔ یہ تو اوپر کے ان رواۃ کا حال ہے جو اکثر محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ لیکن اس سند میں پیچھے کے لگاتار چھ راوی مجہول ہیں جن کا تذکرہ مجھے کتب رجال میں کہیں نظر نہیں آتا۔

حیرت تو اس پر ہے کہ سیوطی نے اسے بطور شہادت پیش کر کے خاموشی اختیار کی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کا نصب العین یہ بنا لیا ہے کہ ہر مہمل کہانی کی تائید کرتی اور اسے ثابت کرنا ہے۔ جو متقدمین کے طریقۂ کار کے قطعاً خلاف ہے۔

ابو جحیفہ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تین بار یہ سوال کیا کہ اے اللہ علیؓ کو مقدم فرما دے تو اللہ تعالیٰ نے اس بات سے انکار فرمایا۔ اور ابوبکرؓ کو مقدم ماننے کے علاوہ کسی بات کو قبول نہیں کیا۔

ابن جوزی کا بیان ہے۔ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں
اس روایت کے دو راوی علی اور یحییٰ ہر دو مجہول ہیں (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ص ۱۶۰ ج ۱)
علی سے مراد علی بن الحسن البکلی اور یحییٰ سے مراد یحییٰ بن القریس ہے۔ اور یہ ہر دو
راوی مجہول ہیں۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

گھوڑے کی سواری اور خلافت

ہارون اور محمد المستملی نے عبداللہ بن جراد سے نقل کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ کی خدمت میں ایک گھوڑا لایا گیا۔ آپ اس پر سوار ہوئے۔ پھر فرمایا اس گھوڑے پر وہ شخص سوار ہو گا جو میرے بعد خلیفہ ہو گا۔ تو ابو بکرؓ اس پر سوار ہوئے۔ ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور عبداللہ بن جراد کچھ نہیں۔

سیوطی نے ابن عدی کا قول نقل کیا ہے کہ اس عبداللہ بن جراد سے بہت سی منکر روایات نقل کی گئی ہیں۔ اور اس کا دعویٰ تھا کہ اس کا چچا صحابی ہے حالانکہ وہ خود بھی اور اس کا چچا بھی دونوں غیر معروف ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ لوگ اس کے سامنے روایات وضع کر کے لاتے اور یہ انہیں لوگوں سے بیان کرتا۔ اور اسے خود کچھ خبر نہ تھی۔ ابو مسہر کا بیان ہے کہ ہم اس سے مذاق کیا کرتے تھے۔ دراصل یہ شخص بازاروں میں بھیک مانگتا۔ ہم اس سے ازروئے مذاق پوچھتے کہ تیرے چچا نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا کچھ سنا ہے۔ یہ جواب میں کہتا۔ امام سفیان ثوری کی جامع اور امام مالک کی مؤطا اور کچھ فوائد یعنی یہ حضرت عقل کل تھے۔

حافظ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے۔ کہ عبداللہ بن جراد نامی دو شخص ہیں۔ ایک عبداللہ بن جراد بن منتفق بن عامر بن عقیل العامری العقیلی یہ تو صحابی ہیں۔ بخاری نے ان کا صحابہ میں تذکرہ کیا ہے۔ بخاری کہتے ہیں ان سے ابو قتادہ شامی نے روایت

کی ہے۔ دوسرا شخص عبداللہ بن جراد بن معاویہ بن فروح بن خفاجہ ہے۔ جس سے علی بن اشدق حدیث روایت کرتا ہے۔ اور یہ صحابی نہیں۔ اس طرح بخاری نے دونوں کے درمیان فرق واضح کیا۔ پہلے شخص کا شمار صحابہ میں کیا۔ اور دوسرے کا بعد کے لوگوں میں اور اس دوسرے کے بارے میں فرمایا۔ واہی انسان ہے۔ اس کی حدیث بیکار ہے۔ اور کوئی روایت اس کی ثابت نہیں۔

ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ عبداللہ بن جراد مجہول ہے۔ اس کی روایت صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ یعلی بن اشدق الکذاب سے روایات نقل کرتا ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں یہ معروف نہیں اور نہ اس کی روایت صحیح ہے۔ (میزان جلد ۲ صفحہ ۴)

ذہبی کے یعلی بن الاشدق العقیلی کے تذکرہ میں وہ تمام باتیں نقل کیں جو سیوطی نے بیان کی ہیں۔ مزید یہ تحریر کیا ہے کہ یہ یعلی ہارون رشید کے دور تک زندہ تھا۔ یہ طائف کا باشندہ تھا۔ اور رقہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس نے تین اشخاص سے روایات لی ہیں۔ اور تینوں کو صحابی قرار دیا۔ عبداللہ بن جراد، رقاد بن ربیعہ اور کلیب بن جری۔ حالانکہ یہ تینوں مجہول ہیں۔

ابوزرعہ کہتے ہیں یہ اشدق کچھ نہیں۔ اس کی بات صحیح نہ سمجھی جائے۔ بخاری کہتے ہیں اس کی کوئی روایت نہ لکھی جائے۔ (میزان جلد ۳ صفحہ ۴۵)

ابوبکرؓ و عمرؓ درجۂ علیا میں ہوں گے

ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوسعیدؓ سے نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بلند درجے والے نیچے درجے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے افق میں ستارہ چمکتے دیکھتے ہو۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ بھی درجۂ علیا والوں میں ہوں گے۔ اور ان میں بہتر ہوں گے۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۸)

ترمذی کہتے ہیں یہ روایت حسن ہے۔ ایک دوسری سند سے بھی عطیہ کے ذریعہ ابوسعیدؓ سے مروی ہے۔ ابن ماجہ نے اسے دوسری سند سے روایت کیا ہے۔ (ابن ماجہ ترجمہ ج ۱ صفحہ ۶۶)

لیکن یہ تمام سندات عطیہ پر ختم ہو جاتی ہیں۔ اس حدیث کی عدم صحت کا دار و مدار عطیہ پر موقوف ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ابوسعید سے مراد کون ہے۔ صحابۂ کرام میں ابوسعید سے مراد حضرت ابوسعید خدری ہوتے ہیں۔ ابن ماجہ نے اسی لئے خدری کے لفظ کا بھی اضافہ کیا ہے۔ لیکن یہاں صورت حال قطعاً ایسی نہیں ہے۔ جیسا کہ عطیہ کے حال میں اس کی وضاحت خود بخود سامنے آجائے گی۔

اس عطیہ سے مراد عطیہ بن سعد العوفی الکوفی ہے۔ یہ مشہور تابعی ہے۔ ابن عباس ابن عمرؓ اور ابوسعیدؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں۔ اس کی روایت برائے تحقیق لکھ لی جائے لیکن یہ ضعیف ہے۔ سالم المرادی کہتے ہیں یہ شیعہ تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں۔ ضعیف الحدیث ہے ہشیم اس پر جرح کیا کرتے تھے علی بن المدینی نے یحییٰ بن سعید القطان کا قول نقل کیا ہے۔ کہ میرے نزدیک ابوہارون العبدی، بشر بن حرب اور عطیہ ضعف میں یکساں درجہ رکھتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ یہ عطیہ کلبی کذاب کے پاس جاتا اور اس سے تفسیر حاصل کرتا ہے۔ اور کلبی کذاب کی کنیت ابوسعید ہے۔ یہ جب بھی کلبی کذاب کی روایت بیان کرتا ہے تو اس کا نام لینے کے بجائے یہ کہتا ہے کہ ابوسعید نے ایسا کہا۔ یہ کام اس لئے کیا جاتا ہے کہ لوگ دھوکہ کھا سکیں کہ ابوسعید سے مراد ابوسعید خدری ہیں۔ (میزان جلد ۳ ص۸۰)

جیسا کہ یہاں ترمذی اور ابن ماجہ نے دھوکہ کھایا ہے۔ سمعانی نے بھی یہی بات تحریر کی ہے۔ اس سے یہ بات سامنے آئی کہ جب بھی عطیہ ابوسعید کا نام لے تو اس سے مراد کلبی کذاب ہوتا ہے۔ اور وہ روایت کلبی کا جھوٹ ہوتی ہے۔ نسائی لکھتے ہیں کہ عطیہ العوفی ضعیف ہے۔ (کتاب الضعفاء للنسائی ص۸۶)

کلبی کذّاب

بہتر محسوس ہوتا ہے کہ آگے کچھ لکھنے سے قبل کچھ اس کلبی کا تذکرہ بھی کر دیا جائے

اس لئے کہ کلبی کا فساد اس دور میں بھی عام ہے۔ آج عربی اور اردو میں تفسیر ابن عباسؓ کے نام سے جو تفسیر بازاروں میں دستیاب ہے وہ اسی کلبی کی وضع کردہ ہے۔ اس نے یہ تفسیر ابوصالح کے واسطے سے ابن عباس کی جانب منسوب کی ہے۔ اس کی روایات ترمذی ابن ماجہ اور کتب تفاسیر میں پائی جاتی ہیں۔

اس کا نام محمد بن السائب ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے، ابونضر کنیت ہے۔ ماہر انساب مفسر اور مورخ مانا جاتا ہے۔ امام شعبی اور ابوصالح سے روایات نقل کرتا ہے۔ اور اس سے اس کا بیٹا ہشام اور ابومعاویہ الضریر روایات نقل کرتا ہے۔

امام سفیان ثوری کوفی فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک روز کلبی نے یہ بات بیان کی، کہ مجھ سے ابوصالح نے کہا تھا کہ میں نے ابن عباسؓ کے نام سے جتنی روایات تجھ سے بیان کی ہیں یہ کسی کے سامنے بیان نہ کرنا (یعنی یہ علم سینہ بسینہ تھا۔ لیکن شاگرد اتنا بے غیرت نکلا کہ اس نے یہ علم باطن پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ اسی علم باطن کا نام تفسیر کلبی اور تفسیر ابن عباس ہے۔)

ابومعاویہ کا بیان ہے کہ میں نے کلبی کو کہتے سنا ہے کہ میں نے جتنے دن میں قرآن حفظ کیا اتنے دن میں روئے زمین پر کوئی حفظ نہ کر سکا۔ کیونکہ میں نے قرآن چھ یا سات دن میں حفظ کر لیا تھا۔ اور جیسی بھول مجھے واقع ہوئی ایسی بھول کسی کو واقع نہ ہوئی ہوگی۔ میں نے اپنی مٹھی میں اپنی داڑھی اس ارادے سے پکڑی کہ نیچے سے کاٹوں گا۔ لیکن بھول کر اوپر سے کاٹ دی۔ (اسی طرح اس نے تاریخ و تفسیر اور احادیث کو بھی کاٹ کر پھونک دیا ہے۔)

اسی واقعہ کو امام یزید بن ہارون نے کلبی سے اس طرح نقل کیا ہے کہ میں نے جو شئے زندگی میں یاد کرنی چاہی میں اسے ضرور بھول گیا۔ ایک روز حجام کے روبرو میں نے اپنی ڈاڑھی مٹھی میں لی، اور اس سے یہ کہنے کا ارادہ کیا کہ نیچے سے کاٹنا لیکن بھول کر یہ کہدیا کہ اوپر سے کاٹ دو، اس نے داڑھی اوپر سے کاٹ دی۔

دراصل یہ ابتدائی دور تھا، تمام مسلمان داڑھی رکھتے تھے۔ اپنے اس عیب کو

چھپانے کے لئے اس نے یہ بات وضع کی۔ گویا مسلمانوں میں ڈاڑھی کٹانے کی بنیاد کلبی نے رکھی۔

یعلی بن عبید کہتے ہیں کہ ایک روز امام سفیان ثوری نے فرمایا اس کلبی کی روایات سے بچو، کسی نے عرض کیا۔ آپ بھی تو اس سے روایات لیتے ہیں۔ فرمایا میں اس کے سچ اور جھوٹ کو پہچانتا ہوں۔

بخاری کہتے ہیں کہ یحیی بن سعید القطان اور عبدالرحمن بن مہدی نے کلبی کی روایت ترک کی ہیں۔ پھر بخاری نے باسند سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ مجھ سے اس کلبی نے یہ بات خود کہی ہے کہ میں جو بھی حدیث ابو صالح سے نقل کرتا ہوں وہ خالص جھوٹ ہوتی ہے (اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ تفسیر ابن عباس کے نام سے جو کتاب پائی جاتی ہے وہ کذب و فریب کا ایک شاہکار ہے۔ اس لئے کہ اس میں تمام روایات کلبی نے ابو صالح سے نقل کی ہیں۔ یہ سب خود کلبی کی وضع کردہ ہیں)

یعلی کا بیان ہے کہ میں کلبی کے پاس جاتا اور اس سے قرآن پڑھتا تھا۔ اس نے ایک روز کہا کہ میں ایک بار بیمار ہو گیا تھا جس کے باعث میں سب کچھ بھول گیا۔ میں آل محمد کے پاس گیا۔ انھوں نے میرے منہ میں تھوکا۔ جس سے مجھے سب کچھ یاد آ گیا۔ میں نے اسے جواب دیا۔ اللہ کی قسم اب میں تیری کوئی روایت قبول نہ کروں گا۔ اور میں نے اس کی روایت ترک کر دی۔ تقریباً یہی واقعہ امام زائدہ نے بیان کیا ہے۔

یزید بن زریع کا قول ہے کہ یہ کلبی سبائی تھا۔ امام اعمش کوفی فرماتے ہیں اس کلبی سبائی سے بچو۔ کیونکہ میں نے اپنے زمانہ میں جتنے لوگوں کو دیکھا ہے وہ سب ان سبائیوں کو کذاب کہہ کر پکارتے تھے۔ (امام اعمش ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۷ھ میں وفات پائی۔)

امام سفیان بن عیینہ مکی کا بیان ہے کہ کلبی نے ابو صالح کا یہ قول مجھ سے بیان کیا کہ مکہ کا کوئی فرد بشر ایسا نہیں جس کو اور جس کے باپ کو میں جانتا ہوں۔

اس کلبی نے ابو صالح اور ابن عباسؓ کے واسطہ سے حضورؐ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔ کہ شراب جب تک نشہ پیدا نہ کرے حلال ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ کلبی سبائی تھا، اور ان لوگوں میں سے تھا جو اس کے قائل تھے کہ حضرت علیؓ کی موت واقع نہیں ہوئی۔ وہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اور زمین کو اسی طرح عدل سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ یہ لوگ جب کسی بادل کو دیکھتے تو کہتے کہ امیرالمؤمنین بادل میں تشریف لے جارہے ہیں۔

ہمام کا بیان ہے کہ میں نے کلبی کو خود یہ کہتے سنا کہ میں سبائی ہوں۔

ابو عوانہ کا بیان ہے کہ میں نے کلبی کو یہ کہتے سنا ہے کہ جبرائیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے کر آتے تو اگر آپ بیت الخلا میں ہوتے تو جبرئیلؑ علیؓ پر وحی کر کے چلے جاتے۔

احمد بن زہیر کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا۔ کیا تفسیر کلبی (یعنی تفسیر ابن عباس) دیکھنا حلال ہے؟۔ انھوں نے جواب دیا نہیں۔

یحیٰ بن معین کہتے ہیں یہ کلبی ثقہ نہیں ہے۔ جوزجانی کا قول ہے کہ یہ کذاب ہے۔ دارقطنی اور دیگر محدثین کہتے ہیں متروک ہے۔

ابن حبان کا قول ہے کہ دین کے معاملہ میں اس کا جو مذہب ہے اور جس طرح اس کا جھوٹ اظہر من الشمس ہے، اس کے بعد اس کے حالات پر مزید بحث ایک مہمل شئے ہے۔

یہ شخص ابو صالح کے واسطہ سے ابن عباسؓ سے تفسیر نقل کرتا ہے۔ حالانکہ ابو صالح نے زندگی میں بھی ابن عباسؓ کو نہیں دیکھا۔ اور اس کلبی نے ابو صالح سے چند باتیں سنی تھیں۔ جب اس کلبی کو روایت گھڑنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو ابو صالح کو زمین کی گہرائیوں سے باہر نکال لاتا ہے۔ اس کی روایات کا کتابوں میں ذکر کرنا بھی حلال نہیں۔ کجا کہ اس کی روایت کو دلیل میں پیش کرنا۔

ہم نے یہ تمام تفصیل میزان الاعتدال ج ۳ ص۵۵۶ تا ص۵۵۹ سے نقل کی ہے۔

امام بخاری نے کتاب الضعفاء الصغیر میں سفیان الثوری سے نقل کیا ہے کہ کلبی کہتا تھا کہ مجھ سے ابو صالح نے کہا تھا کہ میں تجھ سے جو بھی حدیث بیان کرتا ہوں وہ جھوٹ ہوتی ہے۔ کتاب الضعفاء للبخاری ص۱۰۱ غالباً کلبی نے ابو صالح کے نام سے اپنی حقیقت ظاہر کی ہے۔ ۱۴۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

یہ حقیقت اوپر واضح ہو چکی ہے عطیۃ العوفی رافضی اس کلبی رافضی کا شاگرد ہے۔ اور اس کلبی کی دو کنیتیں ہیں۔ ایک کنیت ابو النضر ہے جو مشہور ہے۔ اور دوسری کنیت ابو سعید ہے جو غیر مشہور ہے۔ اور جب عطیہ یہ کہتا ہے کہ یہ حدیث ابو سعید سے مروی ہے تو اس سے مراد ابو سعید خدری نہیں ہوتے۔ بلکہ کلبی کذاب مراد ہوتا ہے۔ اور یہ روایت کلبی کی وضع کردہ ہوتی ہے اور عطیہ رافضی شاگردی کا حق ادا کرتے ہوئے اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔

ابوبکرؓ و عمرؓ کے علاوہ کوئی حضورؐ کی جانب نگاہ اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا

ترمذی نے حضرت انس سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ یعنی مہاجرین و انصار کے پاس باہر تشریف لائے۔ یہ صحابہ بیٹھے ہوئے تھے ان میں ابوبکرؓ و عمرؓ بھی ہوتے۔ ان صحابہ میں سے کوئی شخص نگاہ اٹھا کر آپ کی طرف نہ دیکھ سکتا تھا۔ یہ دونوں حضورؐ کی جانب دیکھتے اور حضورؐ ان کی جانب یہ حضورؐ کو دیکھ کر مسکراتے اور حضورؐ انھیں دیکھ کر۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے، اور حکم بن عطیہ کے علاوہ اسے کوئی نقل نہیں کرتا۔ اور حکم کے بارے میں بعض محدثین نے کلام کیا ہے۔ (ترمذی ج۲ ص۲۳)

گویا اس حدیث کا دارومدار حکم بن عطیہ پر ہے۔ اگر وہ ثقہ ہے تو روایت بھی صحیح ہوگی۔ اور اگر غیر ثقہ ہے تو روایت بھی ضعیف ہوگی۔ ذہبی اس حکم کے حال میں لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابوالولید کہتے ہیں ضعیف ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی روایت لکھ لی جائے لیکن یہ حجت نہیں۔ یہ اس روایت کو ثابت سے نقل کرنے میں تنہا ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں اس حکم میں تو کوئی برائی نہیں۔ لیکن اس سے ابوداؤد منکر روایات نقل کرتا ہے۔ (میزان ج ۱ ص۲۷۵)

یعنی امام احمد کے نزدیک اصل عیب حکم میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ اس ابوداؤد میں پایا جاتا ہے جو حکم سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس روایت کو بھی حکم سے ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

یہ ابوداؤد طیالسی ہے۔ جن کی حدیث میں ایک کتاب مسند مشہور ہے۔ یہ بخاری و مسلم کے استاد الاستاد ہیں۔ ان کا نام سلیمان بن داود ہے۔ حافظ الحدیث ہیں، ثقہ ہیں۔ لیکن انھوں نے کافی احادیث میں غلطیاں کی ہیں۔

حافظ ابراہیم بن سعید الجوہری فرماتے ہیں کہ انھوں نے ایک ہزار احادیث میں غلطیاں کیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں سچے ہیں لیکن غلطیاں بہت کرتے ہیں۔ (میزان جلد ۲ ص۲۰۳)

ہر صورت میں یہ روایت ضعف سے خالی نہیں۔ ہاں موضوع قطعاً نہیں ہے۔ لیکن دور صحابہ و تابعین اور تبع تابعین میں قطعاً غیر مشہور رہی۔ اور صرف ایک ایک راوی اسے روایت کرتا رہا۔ لہٰذا اس پر از روئے سند صحت کا حکم جاری نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حضرات سے جو قلبی تعلق تھا۔ اور جن کی دیگر احادیث صحیحہ بھی شہادت دے رہی ہیں۔ تو اس قسم کے حالات پیش آنا

بعید از عقل نہیں۔ جب کہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر امور ان دو حضرات کے مشورے کے بغیر انجام نہ دیتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ روایت صحت کے زیادہ قریب ہے۔

قیامت کے روز ابوبکرؓ و عمرؓ حضورؐ کے ساتھ اٹھائے جائیں گے

ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے، اور مسجد میں داخل ہوئے۔ آپؐ کے دائیں بائیں ابوبکرؓ و عمرؓ موجود تھے۔ آپ ان دونوں کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا ہم قیامت کے روز اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔ (ترمذی ج ۲ صـ۲۰۹ ۔ ابن ماجہ مترجم جلد ۱ صـ۵۵)

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ اور اس کا راوی سعید بن مسلمہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ لیکن یہ اور سند سے بھی نافع کے ذریعہ ابن عمرؓ سے مروی ہے۔

یہ سعید بن مسلمہ، خلیفہ ہشام بن عبدالملک بن مروان کا پوتا ہے یحیٰی بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں ہے۔ بخاری کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن عدی نے کامل میں اسکی یہ روایت اور ایک اور روایت نقل کر کے کہا ہے کہ میرا خیال یہ ہے کہ یہ قابل ترک نہیں۔ (میزان جلد ۲ صـ۱۵۸)

نسائی لکھتے ہیں یہ اسمٰعیل بن امیہ سے روایت کرتا ہے۔ ضعیف ہے۔ (کتاب الضعفاء صـ۵۳)

بخاری لکھتے ہیں یہ اسمٰعیل بن امیہ سے روایت کرتا ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ (کتاب الضعفاء صـ۵۲)

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ان تمام حضرات نے سعید پر جو کچھ بھی جرح کی ہے وہ دو روایات کے باعث کی ہے۔ ایک یہ روایت اور ایک یہ روایت کہ اگر کسی

جماعت کا کوئی معزز انسان تمہارے پاس آئے تو تم بھی اس کی عزت کرو۔"
بظاہر ان روایات میں کوئی ایسا عیب نظر نہیں آتا جس کے باعث سعید بن مسلمہ پر جرح کی جائے۔ اور نہ یہ محدثین اس کا کوئی عیب بیان کرتے ہیں۔ اس طرح یہ جرح مبہم ہے۔ اور جرح مبہم کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ لہٰذا صحیح بات وہی ہے جو ابن عدی نے کہی ہے کہ اس کی روایت کے ترک کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

یہ بھی ایک امکان ہے کہ چونکہ سعید اموی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ایک خلیفہ کا پوتا ہے اور اس کے دور میں بنو امیہ برباد ہوئے۔ اور بنو عباس نے انھیں بدنام کرنے کے لئے ہزارہا قسم کے ہتھکنڈے اختیار کئے۔ اور چونکہ بنو عباس بنو امیہ کے دشمن تھے اس لئے امویوں کی روایات سے گریز کیا گیا جس کا شکار یہ سعید بھی بنا ہو۔

یہ بھی دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے کہ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ یک جا دفن ہیں۔ لہٰذا جب قیامت کے روز اٹھیں گے تو یک جا ہی اٹھیں گے۔ اس میں تو کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اب اگر اعتراض ہو سکتا ہے تو صرف اس بات پر ہو سکتا ہے کہ آیا قیامت کے روز حضورؐ ان کے ہاتھ تھامے ہونگے یا نہیں، تاوقتیکہ اس کے خلاف کوئی روایت موجود نہ ہو تو یہ امر بھی خلاف عقل نہیں۔ لہٰذا اس روایت کو ضعیف قرار دینا یہ خود خلاف عقل ہے۔

ابو بکرؓ و عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں

ترمذی نے عطیہ کے ذریعہ ابو سعید سے نقل کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر نبی کے دو آسمانی اور دو زمینی وزیر ہوتے ہیں۔ میرے آسمانی وزیر جبرئیلؑ و میکائیلؑ ہیں۔ اور زمینی وزیر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ ترمذی کہتے ہیں یہ روایت حسن غریب ہے۔ اور اس کا ایک راوی ابوالحجاف ہے جس کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔ اور سفیان ثوری اس کے بارے میں کہتے ہیں

کہ وہ پسندیدہ انسان تھا۔ (ترمذی ج ۲ صلا۲۳)

ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک اس روایت کی سند میں اگر کوئی قابل اعتراض راوی تھا تو وہ صرف داؤد بن ابی عوف تھا۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس روایت کے متواتر تین راوی ایسے ہیں جو قطعاً ناقابل اعتبار ہیں۔

سب سے اول عطیہ بن سعید العوفی الرافضی ہے جو اسے ابو سعید سے نقل کر رہا ہے۔ اس کا تفصیلی حال اوپر گزر چکا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ جب یہ عن ابی سعید کہہ کر روایت کرتا ہے تو ابو سعید سے مراد ابو سعید خدری نہیں ہوتے بلکہ کلبی کذاب مراد ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی کنیت بھی ابو سعید ہے۔ (جیسا کہ ہم گذشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں) اور عطیہ اس کا شاگرد خاص ہے۔ اور یہ کنیت صرف اس لئے استعمال کی جاتی ہے تاکہ لوگوں کو دھوکہ لگے۔ اور وہ یہ تصور کریں کہ یہ روایت حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے۔ جیساکہ اس جگہ امام ترمذی کو بھی دھوکہ واقع ہوا ہے۔ کیونکہ ان کے الفاظ ہیں عن عطیۃ عن ابی سعید الخدری۔

گویا امام احمد کے نزدیک ہر وہ روایت جسے عطیہ ابو سعید سے نقل کرے وہ کلبی کذاب کی وضع کردہ ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں پیچھے کا راوی کتنا ہی معتبر کیوں نہ ہو، یہ روایت باطل و موضوع ہے۔

رہا داؤد بن ابی عوف جس کی کنیت ابو الجحاف ہے اور ترمذی نے اسے پسندیدہ انسان قرار دیا ہے۔ تو اس کی ذات مختلف فیہ ہے۔ بے شک اکثر ائمہ حدیث نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ مثلاً یحییٰ بن سعید القطان، احمد بن حنبل نسائی اور ابو حاتم۔ لیکن ابن عدی کہتے ہیں۔ یہ میرے نزدیک قطعاً حجت نہیں۔ یہ شیعہ ہے۔ اور اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل میں ہوتی ہیں۔ اس کے بعد ابن عدی نے اس کی کئی منکرات نقل کیں۔ مثلاً "اے علی رضؓ جس نے تجھے چھوڑا

اس نے مجھے چھوڑا، اور جس نے مجھے چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا، یا مثلاً اے علیؓ تو اور تیرے شیعہ جنت میں جائیں گے۔ (میزان جلد ۲ ص۱)

ابوالجحاف سے اس روایت کو تلید بن سلیمان نے نقل کیا ہے۔ ذہبی نے ابوالجحاف کے حالات میں ایک روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ساری آفت تلید کی ڈھائی ہوئی ہے۔ کیونکہ اس پر کذب کا اتہام ہے۔ (میزان جلد ۲ ص۱)

امام احمد فرماتے ہیں یہ تلید شیعہ ہے۔ لیکن ہمیں اس میں کوئی برائی نظر نہیں آتی۔

یحیٰ بن معین کہتے ہیں کذاب ہے۔ حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ ایک روز اپنی چھت پر چڑھ کر حضرت عثمانؓ کو گالیاں دینے لگا۔ اتفاق سے حضرت عثمانؓ کے غلاموں میں سے کسی غلام کا لڑکا ادھر سے گزر رہا تھا۔ اس نے اس کے تیر مارا جس سے تلید نیچے گر پڑا اور اس کے دونوں پاؤں ٹوٹ گئے۔

ابوداؤد کہتے ہیں رافضی ہے، ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ خبیث ہے۔ (میزان ج ۱ ص۵۳)۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء ص۲۶)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ رافضی ہے۔ ضعیف ہے۔ صالح جزرہ کا قول ہے کہ لوگوں نے اس کا نام بلید (بے وقوف) رکھ دیا تھا۔ کوفہ کا باشندہ ہے ۱۹۰ھ میں اس کی موت واقع ہوئی۔ (تقریب ص۴۹)

اس لحاظ سے اس روایت کے تمام راوی رافضی ہیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتے تھے آخر ان لوگوں کو حضرات ابی بکرؓ و عمرؓ پر اتنا پیار کیوں آیا جو ان کی فضیلت میں بھی رطب اللسان ہو گئے۔ یہ خبیث یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ہر نبی کے دو زمینی وزیر گزرے ہیں۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ایک نبی بھی ایسا ثابت نہیں کیا جا سکتا جس کے دو وزیر گزرے ہوں۔ حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ۔ ان میں سے کسی نبی کا ایک ہی وزیر ثابت کر دیا جائے۔ صرف ایک موسیٰ علیہ السلام ہیں جنھوں نے اپنے وزیر کے لئے بارگاہ الٰہی میں درخواست کی۔ اور

حضرت ہارونؑ کو ان کا وزیر بنایا گیا۔ اور ہارونؑ خود نبی تھے۔ اور جب کسی نبی کے دو وزیر نہیں گزرے تو عکس نقیض کے طور پر یہ خبیث یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کا بھی اس سے کوئی تعلق نہیں یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ کو حضورؐ کے بعد جو درجہ دیا جا رہا ہے نہیں وہ قابل قبول نہیں۔

حضرت سہل بن سعد کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت پر ابوبکر کی محبت اور ان کا شکر واجب ہے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ یہ روایت عمر بن ابراہیم کردی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور عمر بن ابراہیم کردی حدیث میں ردی انسان ہے۔

دار قطنی کا بیان ہے۔ یہ عمر بن ابراہیم کذاب ہے۔ احادیث وضع کرتا تھا۔
العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۱۸۹

ذہبی نے میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۱۸۰ پر عمر بن ابراہیم کی یہ روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ روایت انتہائی منکر ہے۔

دار قطنی کا بیان ہے کہ یہ عمر بن ابراہیم کذاب ہے۔ خطیب کا بیان ہے کہ یہ شخص ثقہ نہیں۔ حافظ ذہبی ص ۱۷۹ پر لکھتے ہیں کہ یہ شخص سنہ ۲۲۰ تک زندہ تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کو تمام ایمان لانے والوں کا ثواب

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اے ابوبکرؓ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں کا ثواب عطا فرمایا ہے جو مجھ پر ایمان لائیں۔ اور یہ افراد آدم کی پیدائش سے اس وقت تک ہیں جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھے اٹھائے گا۔ اور اے ابوبکرؓ اللہ نے تجھے ان تمام لوگوں کا ثواب عطا فرمایا جو میری بعثت سے قیامت تک ایمان لائیں گے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس میں حارث اعور کذاب اور وضاح حجت نہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۱۹

جہاں تک حارث کا تعلق ہے ہم پچھلی جلدوں میں اس کا تفصیلی حال پیش کر چکے ہیں۔ ابو اسحاق اور ان کے بیٹے اسرائیل بھی اگرچہ جرح سے خالی نہیں لیکن حارث اعور جیسے کذاب کی موجودگی میں کسی اور پر کلام کی ضرورت نہیں۔ لہذا یہ روایت انتہائی واہی اور رذی ہے۔ اور حارث اعور نے سنیوں کو بیوقوف بنانے کے لئے یہ کہانی وضع کر دی۔ حالانکہ وہ فرقہ جعفریہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس امر کا قائل ہے کہ علی بادلوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ اور بادلوں کی گرج علی کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز ہے۔ اور اس امر کا قائل ہے۔ کہ علی خیر البشر ہیں۔ جو ان کی فضیلت سے انکار کرے وہ کافر ہے۔ پہلے اس فرقہ کو فرقہ رجعیہ کہا جاتا تھا پھر اسی فرقہ کو بعد میں نصیریہ کہا جانے لگا۔ شام کی حکومت اسی کا فرقہ کے قبضہ میں ہے۔ اور ہمارے پاکستان میں قلندری فرقہ اسی بات کا قائل ہے۔ اور دنیا کی تمام حکومتیں علی چلا رہے ہیں۔ یہ لوگ خط بسم اللہ کے بجائے علی کے نام سے شروع کرتے ہیں۔ اور ابتدا میں بسم اللہ لکھنے کے بجائے یا علی مدد کا نعرہ مارتے ہیں۔ عیاذاً باللہ۔

نبی ﷺ پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے احسانات

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ سے فرمایا تیرا مال کتنا عمدہ ہے۔ اسی مال سے میرا مؤذن بلال آزاد ہوا ہے۔ میری وہ اونٹنی ہے جس پر میں نے ہجرت کی۔ اور تو نے اپنی بیٹی سے میرا نکاح کیا۔ اور اپنی جان اور مال مجھ پر قربان کیا۔ گویا میں جنت کے دروازے کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ تو میری امت کی شفاعت کر رہا ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کا راوی ابان ہے جو

متروک الحدیث ہے۔ شعبہ کا بیان ہے کہ میں ابان کی حدیث بیان کرنے سے زنا کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔

ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ فضل المختار باطل روایات بیان کرتا ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۱۹

جہاں تک ابان کا تعلق ہے تو ذہبی میزان الاعتدال میں رقم طراز ہے۔ دراصل یہ راوی ابان بن ابی عیاش ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ دینار زاہد ہے۔ اس کی کنیت ابو اسمٰعیل ہے۔ بصرہ کا رہنے والا ہے۔ ضعیف راویوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ یہ چھوٹے درجے کا تابعی ہے۔ حضرت انس وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔

شعیب بن حرب نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ گدھے کا پیشاب پیتا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں یہ کہوں کہ مجھے ابان بن ابی عیاش نے یہ بیان کیا۔

ابن ادریس وغیرہ کا بیان ہے کہ انھوں نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ آدمی کا زنا کرنا اس سے بہتر ہے کہ اس ابان سے کوئی روایت کرے۔

ابن ادریس کا بیان ہے کہ میں نے شعبہ سے بیان کیا کہ مجھ سے مہدی بن میمون نے بیان کیا اس نے سلم علوی سے نقل کیا کہ میں نے ابان بن ابی عیاش کو تاریک رات میں حضرت انس کی روایات لکھتے دیکھا۔ اس پر شعبہ نے کہا کہ یہ سلم تو دو رات پہلے چاند دیکھ لیتا تھا۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ عباد بن عباد کہتے ہیں میں اور حماد بن زید شعبہ کے پاس گئے اور انھیں اس بات سے روکا کہ تم ابان بن ابی عیاش کے خلاف کچھ کہو۔ تو وہ چند دن خاموش رہے۔ اس کے بعد جب ہماری شعبہ سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے میں اس خاموشی کو جائز نہیں سمجھتا۔ امام احمد کا بیان ہے کہ یہ شخص متروک ہے۔ اور وکیع جب اس کی روایت بیان کرتے تو کہتے ایک شخص نے بیان کیا۔ اور اس شخص کا اس کے ضعف کے باعث نام نہ لیتے (اور ان کی مراد ابان بن ابی عیاش ہوتی۔)

یحییٰ بن معین نے بیان کیا کہ یہ شخص متروک ہے اور کبھی کہتے ضعیف ہے۔

ابو عوانہ کا بیان ہے جب بھی میں بصرہ میں کوئی حدیث سنتا تو میں ابان کے پاس آتا۔ وہ مجھ سے وہ روایت حسن بصری کے ذریعہ بیان کر دیتا۔ حتیٰ کہ میں نے ان روایات کا ایک مصحف تیار کر لیا۔ جن میں سے میں اب کسی روایت کا بیان کرنا بھی حلال نہیں سمجھتا۔

ابو اسحاق السعدی الجوزجانی کا بیان ہے کہ یہ راوی ساقط الاعتبار ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ پھر ابن عدی نے ابان کی بہت سی منکر روایات بیان کیں۔

یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ ایک روز شعبہ نے کہا میرا گھر اور میرا گدھا مساکین کے نام پر صدقہ ہے۔ اگر ابان بن ابی عیاش حدیث میں جھوٹ نہ بولتا ہو۔

عبدان نے اپنے باپ کے ذریعہ شعبہ سے روایت کیا ہے کہ اگر لوگوں کی شرم نہ ہوتی تو میں اس ابان کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھتا۔

یزید بن زریع کا بیان ہے کہ میں نے اس ابان کو اس لئے چھوڑ دیا کہ اس نے حضرت انس سے ایک حدیث روایت کی تھی۔ میں نے ابان سے دریافت کیا کیا انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ ابان نے جواب دیا کیا حضرت انس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور سے روایت کرتے؟

معاذ بن معاذ کا بیان ہے کہ میں نے شعبہ سے دریافت کیا۔ کہ تم جو ابان پر اعتراض کرتے رہتے ہو کیا تم پر اس کی کوئی غلطی ظاہر ہوئی۔ فرمایا تمہیں ظن ہے۔ لیکن یہ ظن یقین کو پہنچا ہوا ہے۔

عبداللہ بن احمد بن شیویہ کا بیان ہے کہ میں نے ابورجا سے سنا کہتے تھے کہ ایک روز حماد بن زید نے کہا ہم نے شعبہ سے ابن ابی عیاش کے بارے میں سوال کیا اور یہ سوال اس کی عمر اور اس کے اہل بیت کے باعث کیا۔ انھوں نے ہم سے وعدہ کیا کہ اس کا خیال رکھیں گے۔ پھر ہم ایک جنازے میں جمع ہوئے۔ انھوں نے دور سے آواز دی ابو اسمٰعیل میں نے اپنی بات سے رجوع کر لیا ہے۔ اس سے زبان روکنا حلال نہیں کیونکہ یہ معاملہ دین کا ہے۔

کسی نے سفیان ثوری سے دریافت کیا۔ تم ابان کی روایات بہت کم لیتے ہو۔ اس کی کوئی خاص وجہ ہے۔ انھوں نے فرمایا وہ حدیث کو بہت بھولتا تھا۔

احمد بن حنبل نے عفان سے روایت کیا ہے کہ ابان بن ابی عیاش کو سب سے پہلے ہلاک کرنے والا ابو عوانہ ہے۔ دراصل ابو عوانہ نے حسن کی روایات جمع کی تھیں وہ انھیں لیکر ابان کے پاس گیا اور اسے حسن کی روایات سنائیں۔

محمد بن المثنیٰ کا بیان ہے کہ میں نے یحیٰ اور عبدالرحمٰن کو کبھی ابان بن ابی عیاش کی روایت بیان کرتے نہیں دیکھا۔

علی بن محمد المسہر کا بیان ہے کہ میں نے اور حمزۃ الزیات نے ابان بن ابی عیاش کی پانچ سو کے قریب روایات لکھیں۔ پھر میری حمزہ سے ملاقات ہوئی۔ اور میں نے اس سے بیان کیا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور میں نے آپ کے روبرو ابان کی روایات پیش کیں تو آپ نے ان روایات میں سے پانچ یا چھ احادیث پہچانیں (یعنی ایک فی صد درست اور باقی غلط تھیں)

عقیلی نے حافظ احمد بن علی الابار سے نقل کیا ہے کہ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ کیا آپ ابان بن ابی عیاش سے راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ابان بہت عبادت گزار لوگوں میں سے تھا۔ ساری رات قیام کرتا اور دن میں روزے رکھتا۔ اس نے حضرت حسن سے چند روایات سنیں تھیں۔ پھر حسن بصری کے ساتھ بیٹھنے لگا۔ حسن کی باتیں سن کر یاد رکھتا۔ اور جب حدیث بیان کرتا تو حسن بصری کو حضرت انس کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتا۔ اور یہ بھی نہ جانتا تھا کہ یہ کس کا قول ہے۔ اور شاید اس نے حضرت انس کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈیڑھ ہزار روایات کیں لیکن ان میں سے اکثر روایات بے اصل ہیں۔

سلیمان بن حرب کا بیان ہے کہ انھوں نے حماد بن زید سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ میرے پاس ابان بن ابی عیاش آیا اور کہنے لگا میں یہ جانتا ہوں کہ

شعبہ میرے خلاف کچھ نہ بولیں۔ حماد کا بیان ہے کہ میں نے اس موضوع پر شعبہ سے بات کی۔ وہ چند روز خاموش رہے۔ اور اس کے بعد رات کو میرے پاس آئے اور بولے کہ اس ابان سے زبان روکنا حلال نہیں۔ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہے۔ (یہ صوفیاء کا ہمیشہ دستور رہا ہے)

ابن حبان نے ابان کی وہ روایات گنائیں جو اس نے حسن بصری سے سنی تھیں پھر انھیں حضرت انس کے ذریعہ حضورؐ سے منسوب کر دیا۔ اس سلسلہ میں ایک تو وہ روایت ہے جو زیر بحث ہے۔ اور ایک روایت جبرئیل کا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر رونا۔ اور پھر حسین کی موت کی خبر سنانا اور ایک حضرت انس سے منسوب حضورؐ کا یہ ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم بندے کا یہ قول ہے۔

"اللّٰھم انی اسالک بان لک الحمد لا الہ الا انت بدیع السموات والارض ذوالجلال والاکرام"

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں سب تعریف تیرے ہی لئے ہے آپ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔ آپ زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے ہیں اور جلال و اکرام والے ہیں۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

یہ سب حسن بصریؒ کے اقوال تھے جو صوفی ابان نے حضرت انس کے ذریعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منسوب کئے (اللہ تعالیٰ ہمیں ان صوفیاء کے شر سے محفوظ رکھے)۔ میزان الاعتدال۔ ج ۱ ص۱۲

فضل بن المختار۔ ابان بن ابی عیاش سے یہ کہانی نقل کرنے والا فضل بن المختار ہے۔ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔ اس کی کنیت ابو سہل البصری ہے۔ ابو ذئب وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی۔ باطل روایات بیان کرتا ہے۔ ازدی کا بیان ہے کہ یہ شخص انتہا سے زیادہ منکر الحدیث ہے۔ ابن عطا کا قول ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں جن کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ پھر ذہبی نے اس کی متعدد اور منکر روایات نقل کیں۔ (میزان ج ۳ ص۳۵۵)

اس روایت کا ضعف ظاہر کرنے کے لئے سابقہ روایات بھی بہت ہیں انمیں حضورؐ کی روایات ماننا بھی جائز نہیں۔

حضرت ابوبکر کا بلاحساب جنت میں داخلہ

حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب جبرئیلؑ مجھے آسمان کی جانب لیکر چلے تو میں نے جبرئیلؑ سے عرض کیا۔ کیا میری امت پر حساب ہے۔ انھوں نے فرمایا تیری تمام امت پر حساب ہے، بجز ابوبکر صدیقؓ کے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ابوبکرؓ سے کہا جائے گا' جا جنت میں داخل ہوجا تو ابوبکر عرض کریں گے۔ میں اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گا جب تک ان لوگوں کو جنت میں داخل نہ کیا جائے جو مجھ سے دنیا میں محبت کرتے تھے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گا۔ جب تک وہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوجائیں جو مجھ سے دنیا میں محبت کرتے تھے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس روایت کا ایک راوی داؤد بن صغیر ہے جو مجروح ہے۔ خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ یہ داؤد بن صغیر ضعیف ہے۔ دار قطنی کا قول ہے کہ یہ راوی منکر الحدیث ہے (العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۱۹۱)

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا نام داؤد بن صغیر بن شبیب ہے۔ ابوعبدالرحمان اس کی کنیت ہے اور رد داؤد شامی کا کوئی وجود نہیں۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ اسی داؤد نے بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس نے اعمش، ابوعبدالرحمان النواز الشامی اور سلیمان سے احادیث روایت کی ہیں۔ اس سے اسحاق بن سنین اور فضل بن مخلد نے روایات نقل کی ہیں۔ اور یہ شخص ضعیف تھا ۲۳۰ھ تک باقی رہا۔ (میزان ج ۲ ص ۹)

ابن جوزی کا بیان ہے "رہا کثیر النواء تو نسائی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے ابن عدی کہتے ہیں۔ غالی قسم کا شیعہ تھا (العلل المتناهیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۱۹۱)
اس کثیر النواء کا تفصیلی حال سابقہ جلدوں میں تحریر کیا جا چکا ہے لہٰذا اس اعادہ کی ضرورت نہیں۔
ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس راوی نے کس قسم کی روایت بیان کی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ یہ تمام داؤد بن صیغران ہے اور میرا خیال ہے کہ اس نے اس روایت کو وضع کیا ہے۔ (العلل المتناهیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۱۹۰)

میرا گمان ہے کہ یہ روایت کثیر النواء کی وضع کردہ ہے۔ کیونکہ وہ کٹر رافضی ہے۔ اور رافضیوں کے نزدیک جھوٹ بولنا کار ثواب ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی غلطی پکڑنے پر اللہ کی پسندیدگی

حضرت معاذ بن جبل کا بیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالےٰ آسمان میں یہ بات ناپسند فرماتا ہے کہ کوئی شخص زمین میں ابوبکرؓ کی غلطی پکڑے۔

ابن الجوزی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں اور ابو الحارث بن حماد الجبلی بکر بن خنیس سے کوئی روایت نہیں کرتا۔ یحییٰ کا قول ہے کہ نصر کذاب ہے مسلم بن الحجاج کا بیان ہے کہ اس کی حدیث ردی ہوتی ہے۔ ابو ذرعہ کہتے ہیں کہ اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔

دار قطنی کا بیان ہے کہ اس روایت کا راوی بکر بن خنیس متروک ہے۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ محمد بن سعید سے مراد محمد بن سعید المصلوب ہے جو کذاب تھا اور اسلام کا مذاق اڑانے کے لئے روایت وضع کیا کرتا تھا۔ العلل المتناهیہ فی احادیث الواہیہ۔ ج ۱ ص ۱۹۱

ذہبی میزان الاعتدال جلد چہارم میں رقم طراز ہیں۔

نصر بن حماد الوراق۔ اس کی کنیت ابوالحارث ۔۔۔۔۔۔۔۔۔
اس نے بغداد میں شعبہ وغیرہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ نسائیؒ کا بیان ہے یہ شخص ثقہ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کو اس پر کلام ہے۔ ابن عدی نے اس کی متعدد منکر روایات نقل کی ہیں۔
مسلم کہتے ہیں یہ شخص حدیث میں ردی ہے۔ صالح جزرہ کا قول ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ عبداللہ بن داؤد نے یحیٰی بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ نصر بن محمد کذاب ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص۲۵۱)
بکر بن خنیس، یہ کوفہ کا ایک عبادت گزار شخص تھے۔ ان سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں۔ اور یہ بغداد میں آکر مقیم ہو گئے تھے۔ یہ ثابت البنانی اور لیث بن ابی سلیم اور ان کے ہم عمر لوگوں سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے وکیع طالوت بن عباد اور آدم وغیرہ روایت کرتے ہیں۔
یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ یہ شخص کچھ نہیں۔ اور ایک بار فرمایا یہ شخص ضعیف ہے اور ایک بار فرمایا یہ شخص نیک آدمی ہے اس میں کچھ حرج نہیں۔ نسائی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ شخص ضعیف ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں یہ شخص نیک آدمی ہے۔ قوی نہیں۔
ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ شخص اہل بصرہ اور اہل کوفہ سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ اور دل اس بات کی جانب متوجہ ہوتا ہے کہ یہ روایات خود اسی نے وضع کی ہیں (یہ وضع حدیث تصوف کی ایک خصوصیت ہے)
اس بکر بن خنیس نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جس شخص نے اپنے بھائی کے مارنے کا اہتمام کیا اور اسے اتنا کھانا کھلایا کہ اس کی بھوک ختم ہو گئی اور اس کو اتنا پانی پلایا کہ وہ سیراب ہو گیا تو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔

قیام اللیل کی ترغیب

ترمذی نے یحییٰ بن معین کے ذریعہ حضرت بلال سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اوپر رات کا قیام لازم کرلو۔ کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کی عادت تھی۔ یہ عبادت گناہوں سے روکتی ہے، برائیوں کو دور کرتی ہے اور جسم سے بیماریوں کو رفع کرتی ہے۔

ترمذی کہتے ہیں یہ روایت حسن غریب ہے۔ اور یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ میں نے محمد (یعنی بخاری) سے سنا وہ فرماتے تھے کہ محمد قرشی سے مراد محمد بن سعید الشامی ہے جس کی حدیث متروک کردی گئی ہے۔ (میزان ج ۱ صفحہ ۳۴۴)

محمد بن سعید (مصلوب) یہ شخص شامی ہے۔ اس کا تعلق اہل شام سے ہے۔ یہ ہلاک کرنے والا شخص ہے اس پر زندیق ہونے کا الزام ہے۔ اسی بات پر اسے پھانسی دی گئی۔ واللہ اعلم۔ یہ شخص مکحول کے شاگردوں میں داخل تھا۔

اس نے زہری۔ عبادۃ بن نسی اور ایک جماعت سے روایات نقل کی ہیں۔ اس سے ابن عجلان، ثوری، مروان، خزآری، ابومعاویہ اور محاربی وغیرہ سے روایات نقل کی ہیں۔

لوگوں نے اس شخص پر پردہ ڈالنے کے لئے اس شخص کے نام کو بہت تبدیل کیا ہے۔ کسی نے اسے محمد بن حسان کہا۔ اور اسے اس کے دادا کی جانب منسوب کردیا۔ کسی نے اس کا نام محمد بن ابی قیس رکھا۔ کسی نے محمد بن ابی حسان۔ کسی نے محمد بن ابی سہل۔ کسی نے محمد بن الطبری۔ کسی نے محمد مولیٰ بن ہاشم۔ کسی نے محمد الاردنی اور کسی نے محمد الشامی۔

سعید بن ابی ایوب نے ابن عجلان سے اس کا نام محمد سعید بن حسان بن قیس نقل کیا۔ کسی نے محمد بن زینب۔ کسی نے محمد بن ابی زکریا۔ کسی نے محمد بن الحسن۔ کسی نے ابوعبدالرحمان الشامی حتیٰ کہ بعض نے عبدالرحمان اور بعض نے عبدالکریم وغیرہ

نام تجویز کیا یہاں تک کہ اس شخص کے اتنے نام تجویز کئے گئے جو پوری مخلوق کو وسیع ہو گئے۔

نسائی کا بیان ہے کہ محمد بن سعید کو ابن سعد بن حسان بن قیس اور اسے ابن ابی قیس ابو عبد الرحمان بھی کہا جاتا ہے۔ یہ شخص ثقہ نہیں ہے، ماموں نہیں ہے۔

بخاری کا بیان ہے کہ یہ شخص مصلوب ہے اسے ابن الطبری بھی کہا جاتا ہے۔ عقیلی کو یہ وہم ہوا کہ یہ شخص عبد الرحمان بن ابی خمیلہ ہے، لیکن یہ بخاری کا وہم ہے۔

ابو احمد الحاکم کا بیان ہے کہ یہ شخص احادیث وضع کرتا تھا۔ ابو زرعہ دمشقی نے سند کے ذریعہ اس محمد بن سعید سے نقل کیا ہے کہ جب بات اچھی ہو تو اس کے لئے سند وضع کر کے اسے حضورؐ سے منسوب کر دیا جائے۔

یحیٰ بن یونس نے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ یہ شخص کذاب ہے۔

ابوزرعہ دمشقی نے احمد بن حنبل نے نقل کیا ہے کہ یہ شخص کذاب ہے۔

عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے والد احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ اس محمد بن سعید کو زندقہ کے الزام میں ابو جعفر نے پھانسی پر چڑھایا تھا۔

حسن بن رشیق نے نسائی سے نقل کیا کہ وضع میں جو لوگ مشہور کذاب ہیں وہ ابن ابی یحیٰ مدینہ میں، واقدی بغداد میں، مقاتل بن ابی سلیمان خراسان میں اور محمد بن سعید شام میں۔

دارقطنی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ شخص متروک ہے۔

عباس دوری نے یحیٰ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں یہ شخص محمد بن سعید الشامی منکر الحدیث ہے۔ یہ شخص صرف منکر الحدیث نہیں بلکہ اسے زندقہ کے باعث پھانسی دی گئی۔

ابو داؤد نے احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے کہ یہ شخص عمداً احادیث وضع کرتا تھا۔

مروان بن معاویہ نے اس محمد مذکور کے ذریعہ ابو سعید خدری سے روایت

نقل کی ہے۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اچانک آپ ایک لڑکے کے پاس سے گذرے جو بکری کی کھال اتار رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا رُک جاتا کہ تجھے دکھاؤں کہ بکری کی کھال کیسے اتاری جاتی ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھال اور گوشت کے درمیان داخل کر دیا۔ حتیٰ کہ آپ کا ہاتھ بغل تک پہنچ گیا۔ پھر فرمایا ایسے کھال اتارتے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ خون اور گوبر میں بھر گیا۔ پھر حضورؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور نہ آپ نے اپنا ہاتھ دھویا اور نہ کپڑوں پر جو خون اور لید لگ گئی تھی وہ دھوئی۔

(ابن الجوزی کہتے ہیں جو شخص کسی کذاب راوی کی تدلیس کرتا ہے اس شخص پر گناہ لازم ہے۔ کیونکہ اس شخص نے اس امر کی کوشش کی ہے کہ اس قسم کی لغو کہانیوں کے ذریعہ شریعت باطل ہو جائے۔ اس شخص سے بکر بن خنیس نے بھی حدیث روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے ہم سے ابو عبدالرحمٰن الشامی نے حدیث بیان کی۔ حالانکہ یہ ابو عبدالرحمٰن الشامی وہی محمد بن سعید المصلوب ہے۔)

اس محمد بن سعید سے یحییٰ بن سعید الاموی نے بھی حدیث روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے مجھ سے محمد بن سعید بن حسان نے بیان کیا۔ اس محمد بن سعید سے سعید بن ابی ہلال نے بھی حدیث روایت کی۔ وہ کہتا ہے مجھ سے محمد بن سعید الاموی نے حدیث روایت کی۔

عبداللہ بن احمد بن سوادہ کا بیان ہے کہ اس محمد بن سعید نے سو ناموں سے زیادہ اپنے ناموں کو تبدیل کیا جو میں نے ایک کتاب میں جمع کر دئے ہیں حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ بخاری نے بھی اس سے کئی جگہ روایات لے لی ہیں۔ وہ بھی اسے متعدد راوی سمجھ بیٹھے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۵۶۳)

حضرت ابوبکرؓ کی عزت پر سورج طلوع ہونا

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز

ابوالدرداؤ کو دیکھا جو ابوبکرؓ کے آگے چل رہا تھا۔ آپ نے ابوالدرداء سے ارشاد فرمایا کہ تو ایسے شخص کے آگے چل رہا ہے جس کی عزت پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ اس کا ایک راوی اسمٰعیل بن یحیٰ التیمی ہے جو ضعیف ہے اور اسے عطاء سے روایت کرتا ہے۔ اور عطاء ابوالدرداء سے اور یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

ذہبی میزان الاعتدال جلد ا ص ۲۵۳ پر لکھتے ہیں۔

اسماعیل بن یحیٰ بن عبیداللہ بن عبدالرحمان بن ابی بکر الصدیق۔ اس کی کنیت ابو یحیٰ التیمی ہے۔ یہ شخص ابو سنان، شیبانی ابن جریج اور معمر سے باطل کہانیاں روایت کرتا ہے۔

صالح بن محمد بن جزر کا بیان ہے کہ یہ شخص احادیث وضع کرتا تھا۔ ازدی کا بیان ہے کہ یہ شخص جھوٹوں کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے۔ اس سے روایت نقل کرنا بھی حلال نہیں۔

ابن عدی نے اسی اسماعیل بن یحیٰ کے ذریعہ حضرت عبداللہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دجّال نکلے گا تو اس کے ساتھ ستر ہزار کپڑا بننے والے ہوں گے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ روایت باطل ہے۔

اس اسماعیل بن یحیٰ نے ابن ابی ملیکہ کے ذریعہ ابن مسعود سے اور عطیہ کے ذریعہ ابوسعید خدری سے نقل کیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم کی والدہ نے عیسیٰ کو ایک خط لکھنے والے کے پاس بٹھایا۔ اس نے عیسیٰ سے کہا لکھو بسم اللہ۔ عیسیٰ نے پوچھا بسم اللہ کا کیا مطلب۔ اس استاد نے جواب دیا میں نہیں جانتا۔ عیسیٰ نے کہا با تو اللہ کی ہے سین سنا ء اللہ کا ہے میم سے مراد اس کی ملکیت ہے۔

ذہبی کا بیان ہے ابوجاد نے اس کو اس طرح بیان کیا۔

ابوجاد سے مراد وہ یہودی ہے جس نے ابجد، ہوز، کلمن، سعفص، قرشت ثخذ، ضظغ کلمات وضع کئے۔ جو آج تک بچوں کے بغدادی قاعدے میں پڑھائے

جاتے ہیں۔ انہی کلمات سے تاریخ نکالی جاتی ہے۔ گویا یہ تاریخ نکالنے کا فن یہودیوں کی ایجاد ہے (جسے ہندوستان کے مسلمانوں نے اسے اپنا ورثہ بنالیا ہے)

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ پھر ابن عدی نے اس کی ستائیس روایات بیان کیں۔ اور پھر فرمایا کہ اس شخص کی عام روایات باطل ہوتی ہیں۔

حافظ ابو علی النیسابوری لکھتے ہیں دار قطنی اور حاکم کا بیان ہے کہ یہ شخص کذاب ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کے متروک ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

اس شخص کی بلاؤں میں سے ایک بلا وہ ہے جو اس نے حارث اعور کے ذریعے حضرت علیؓ سے نقل کی کہ جس شخص نے سورۂ یٰسین سنی تو وہ اس شخص کے برابر ہے جس نے اللہ کی راہ بیس دینار خرچ کئے اور جس شخص نے سورۂ یٰسین کی تلاوت کی تو وہ اس شخص کے برابر ہے جس نے بیس حج کئے۔ اور جس شخص نے سورۂ یٰسین لکھی اور اس کو پی لیا تو اس کے پیٹ میں ایک ہزار یقین۔ ایک ہزار نور، ایک ہزار برکتیں۔ ایک ہزار رحمتیں اور ایک ہزار رزق عطا کئے جاتے ہیں۔ اور ایسے شخص سے ہر قسم کا کینہ اور برائی دور کر دی جاتی ہے۔

اس روایت کو عباس بن اسمٰعیل الرقی نے روایت کیا ہے اور وہ اس روایت کو عیل بن یحییٰ سے نقل کرتا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص۲۵۳)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی موجودگی میں دوسرے کی امامت جائز نہیں

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قوم میں ابو بکر ہوں اس کے لئے یہ مناسب نہیں کہ ابو بکرؓ کے علاوہ کوئی شخص ان کی امامت کر سکے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ احمد بن بشیر متروک ہے۔ اور عیسیٰ بن مامون منکر الحدیث ہے جس کی روایت کو

حجت سمجھنا جائز نہیں۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ۔ ج ا ص۱۹۱)

ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں احمد بن بشیر اور عیسیٰ بن مامون کے ذریعہ نقل کیا ہے۔ اور فرمایا یہ روایت غریب ہے۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۳)

احمد بن بشیر الکوفی۔ اس سے بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ شخص ہشام بن عروہ اور اعمش سے روایات نقل کرتا ہے۔ اور اس سے عروہ عرفہ۔ سلم بن جناد اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔

محمد بن عبداللہ بن مغیرہ کا بیان ہے کہ یہ شخص سچا تھا۔ لوگوں کے ساتھ جو حالات گزرے ہیں انھیں اچھی طرح پہچانتا تھا۔ اچھے فہم کا مالک تھا اور ان معاملات میں فرقہ شعوبیہ کا مالک تھا۔ اس معاملہ میں لوگوں سے جھگڑتا رہتا اور اس نے یہ بات لوگوں کے سامنے رکھی۔

ذہبی کا بیان ہے کہ شعوبیہ وہ فرقہ تھا جو اہل عجم (یعنی ایرانیوں) کو عربوں پر فضیلت دیتا (گویا یہ کٹر ایرانی تھا) ابوزرعہ کا بیان ہے کہ یہ شخص سچا ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ لیکن اس کی روایت کا اعتبار کیا جائیگا۔ نسائی کا قول ہے کہ یہ شخص قوی نہیں۔

(میرے نزدیک جو شخص اس کا قائل ہو کہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ وغیرہم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایرانی بہتر ہیں مجھے تو اس کے ایمان میں شبہ ہے کجا کہ اس شخص کو سچا ماننا)

اس احمد بن بشیر نے حضرت جابرؓ کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص اپنے گرجا میں عبادت کرتا تھا، ایک روز بارش ہوئی جس سے ہر طرف سبزہ اگ آیا۔ اچانک اس نے اپنے گدھے کو دیکھا جو چر رہا تھا تو عرض کیا اے (خدا) اگر تیرا بھی گدھا ہوتا تو میں اسے بھی اپنے گدھے کے ساتھ چراتا (اتفاق سے احمد بن بشیر نامی کوئی گدھا تھا)

عثمان دارمی کا بیان ہے کہ احمد بن بشیر متروک ہے۔

ذہبی میزان الاعتدال میں مزید لکھتے ہیں کہ بخاری نے اپنی صحیح میں اس سے روایات نقل کی ہیں۔ اس کا انتقال ۱۹۷ھ میں ہوا۔

عیسیٰ بن میمون القرشی المدنی۔ یہ شخص اپنے مالک قاسم بن محمد سے روایت نقل کرتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کا بیان ہے میں نے اس کے پاس جانے کی تیاری کی تھی اور میں نے دل میں سوچا تھا کہ اس سے سوال کروں گا کہ قاسم کے ذریعہ تم نے جو حضرت عائشہؓ سے روایات نقل کی ہیں، ان کی حقیقت کیا ہے۔ لیکن میں جا نہیں سکا۔ پھر میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ میں اب اس کے پاس نہیں جاؤں گا۔

بخاری کہتے ہیں یہ شخص منکر الحدیث ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ شخص موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔ یحیٰی بن معین کا قول ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ اور ایک دفعہ فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

بخاری کا بیان ہے کہ یہ شخص ضعیف ہے کچھ نہیں۔

فلاس کہتے ہیں متروک ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنھیں کوئی شخص بیان نہیں کرتا۔

نسائی کا قول ہے کہ یہ شخص ثقہ نہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ سے متعلق روایات

قیامت کے دن حضرت عمرؓ کو سب سے پہلے اعمال نامہ کا دیا جانا

خطیب بغدادی نے حضرت زیدؓ بن ثابت سے نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' اس امت میں سب سے اول جس شخص کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا' وہ عمر بن الخطاب ہوں گے۔ ان کے آگے سورج کی شعاعوں کی طرح شعاعیں ہوں گی۔ آپ سے عرض کیا گیا' تو پھر ابوبکرؓ کہاں ہوں گے، آپ نے فرمایا فرشتے انھیں جنت میں پہنچانے کی تیاری کرتے ہوں گے۔
خطیب لکھتے ہیں یہ روایت عمر بن ابراہیم بن خالد الکردی کی وضع کردہ ہے۔

(اللآلی ج ۱ ص ۳۰۲)

ذہبی نے اس کی متعدد روایات کو موضوع و منکر قرار دیا ہے۔ اور اتفاق سے یہ زیادہ تر ابوبکرؓ و عمرؓ کے فضائل میں ہیں۔ دار قطنی کہتے ہیں کذاب (میزان ۳۷.۲ ص ۱۷۹)

اس عمر بن ابراہیم یہ روایت مرحوم بن عبد الجبار بن عطاء بن سلیمان کے ذریعہ عاصم الاحوال سے نقل کی ہے لیکن میں نے "لسان المیزان" "میزان الاعتدال" "تاریخ کبیر بخاری" "الجرح والتعدیل" لابن ابی حاتم "تقریب التہذیب" "کتاب الضعفاء للبخاری" اور "کتاب الضعفاء للنسائی" میں اس کا حال تلاش کیا جو مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔ اس لحاظ سے میرے خیال میں قطعًا مجہول ہے۔

جہاں تک عاصم بن سلیمان الاحول کا تعلق ہے تو اگرچہ وہ ثقہ ہیں لیکن ان کا حافظہ کمزور تھا۔ اور حضرت زیدؓ بن ثابت سے انھوں نے کوئی حدیث نہیں سنی۔ اس طرح یہ روایت منقطع بھی ہے۔

عمر بن ابراہیم الکردی سے اس روایت کا ناقل اسحاق بن ابراہیم بن سنین ہے۔

حاکم کہتے ہیں یہ قوی نہیں ضعیف ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں قوی نہیں۔ ابن المنادی کہتے ہیں کہ ۲۸۳ھ میں اس کی وفات ہوئی۔ (میزان ج ۱ ص۱۵۱)

میرے بعد نبوّت ہوتی تو عمرؓ نبی ہوتے

ابن عدی نے حضرت بلالؓ بن رباح الحبشی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر میں تم میں نبی نہ بنا کر بھیجا جاتا تو عمرؓ کو نبی بنا کر بھیجا جاتا۔

ابن عدی کہتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں اس لئے کہ اس کا راوی زکریا بن یحیٰ الوقار کذاب ہے۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ (اللآلی ج ۱ ص۳۰۲)

ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ روایت حضرت عقبہؓ بن عامر سے بھی مروی ہے۔ اس کے بھی یہی الفاظ ہیں "کہ اگر میں نبی بنا کر نہ بھیجا جاتا تو عمرؓ نبی بنا کر بھیجے جاتے"

ابن عدی کہتے ہیں اس کا ایک راوی عبداللہ بن واقد متروک ہے۔ اور دوسرا راوی مشرح بن ہاعان قابل حجت نہیں۔ (اللآلی ج ۱ ص۳۰۲)

سیوطی اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ زکریا بن یحیٰ الوقار کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ اور عبداللہ بن واقد کو یحیٰ بن معین اور احمد بن حنبل وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ اور مشرح بن ہاعان سچا ہے۔ ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہے (لہذا یہ دونوں روایات صحیح ہیں)

ابن حبان بعض ایسے راویوں کو بھی ثقہ قرار دیتے ہیں جنھیں انھوں نے کتاب الضعفاء میں ضعیف قرار دیا ہو۔ اسی لئے روایت پرست لوگ جھوٹی روایات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ان کا سہارا لیتے ہیں۔ زکریا بن یحیٰ الوقار کو صرف ابن عدی نے کذاب قرار نہیں دیا۔ بلکہ صالح جزرہ کا بیان ہے کہ ہم سے زکریا نے فلاں روایت بیان کی۔ اور وہ بڑے جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ ابن یونس کا بیان ہے کہ یہ اسی سال زندہ رہا۔ اس نے ایک حلقہ بنا رکھا تھا۔ مصر کے نہایت

نیک اور عبادت گزاروں میں اس کا شمار تھا۔ یعنی یہ پکے صوفی تھے۔ حدیث میں ضعیف ہے۔ جب خلق قرآن کا مسئلہ اٹھا تو گرفتاری کے خوف سے طرابلس الغرب بھاگ گیا۔ عقیلی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (میزان جلد ۲ ص۷۷)

حافظ ابن حجر لسان المیزان میں لکھتے ہیں کہ ابن حبان نے اس زکریا کو ثقہ قرار دیا ہے لیکن ساتھ میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ غلطیاں کرتا اور ثقہ راویوں کے خلاف روایات نقل کرتا ہے۔ اس نے متعدد روایات میں غلطیاں کی ہیں۔ ابن یونس کہتے ہیں یہ منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ عقیلی کہتے ہیں کہ اس نے بشر بن بکر سے باطل روایت نقل کی ہے۔ (یعنی جو اوپر گزری ہے) ابو العرب التیمی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث بہت کمزور ہوتی ہے۔

ابن عدی لکھتے ہیں کہ اگرچہ اس کی بعض روایت درست ہوتی ہیں۔ لیکن بعض جھوٹی ہوتی ہیں۔ اور ان کے گھڑنے میں الزام ہے۔ کیونکہ یہ ثقہ راویوں سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ اور نیک لوگوں میں بیشتر فضائل اعمال میں جھوٹی احادیث روایت کرتے رہے ہیں۔ اور ان روایات کے گھڑنے کا انہی پر الزام ہے۔ (لسان المیزان ج ۲ ص۴۸۷)

حضرت بلالؓ بن رباح کی روایت میں صرف یہی زکریا قابل اعتراض نہیں۔ بلکہ بشر بن بکر اور ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی مریم بھی ناقابل اعتبار ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ منکر روایات نقل کرتے ہیں۔ (میزان ج ۲ ص۳۵)

رہی دوسری روایت یعنی عقبہؓ بن عامر کی حدیث تو اس کا راوی مشرح بن ہاعان ہے۔ جسے یحیٰ بن معین نے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابن حبان کہتے ہیں یہ عقبہ بن عامر صحابی کے نام سے منکر احادیث بیان کرتا ہے۔ جنھیں دوسرا بیان نہیں کرتا۔ عقیلی کہتے ہیں یہ وہ شخص ہے جو حجاج بن یوسف کے ساتھ شریک تھا اور جس نے کعبہ پر منجنیق سے حملہ کیا تھا۔ ذہبی کہتے ہیں جس روایت میں یہ منفرد ہو بہتر یہ ہے کہ اسے ترک کر دیا جائے۔ (میزان جلد ۴ ص۱۱)

سیوطی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ یہ روایت صحیح ہے۔ لیکن اگر اس روایت کا دارومدار صرف شارح کی ذات پر ہوتا تب تو یہ دعوے درست ہوتا، لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس روایت کی سند میں متعدد رواۃ ناقابل قبول ہیں۔

اس کا ایک راوی عبداللہ بن واقد ہے جس کے بارے میں سیوطی کا دعویٰ ہے کہ اسے یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل نے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن یہ ایک صریح دھوکہ ہے۔ کیونکہ ابن معین سے مختلف اقوال مروی ہیں۔ عباس بن محمد الدوری نے یحییٰ ابن معین سے نقل کیا ہے کہ ابوقتادہ حرانی یعنی عبداللہ بن واقد ثقہ ہے۔ لیکن دوابی نے عباس دوری کے ذریعہ یحییٰ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن واقد کچھ نہیں غلطیاں بہت کرتا ہے۔

امام احمد کا قول یہ ہے کہ اس راوی میں کوئی بُرائی نہیں، نیک آدمی ہے۔ لیکن بسا اوقات غلطیاں کرتا ہے۔ اور امام احمد نے یہ بات بلاوجہ نہیں فرمائی۔ بلکہ اس وقت کہی جب ان سے یہ کہا گیا کہ یعقوب بن اسمٰعیل بن صبیح اسے کذاب کہتے ہیں۔ تو گویا امام احمد نے کذب کی نفی کی۔ اور نفی کذب سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی روایت کو حجت تسلیم کر لیا جائے۔ اور علی الخصوص ایسی صورت میں جبکہ اس پر کذب کا الزام ہو۔

ابوزرعہ اور دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی روایت بیکار ہے۔ یعقوب بن اسمٰعیل کہتے ہیں کذاب ہے۔ اہل حران متفقہ طور پر اس کی روایت قبول نہیں کرتے۔ جوزجانی کہتے ہیں متروک۔ ابن حبان کہتے ہیں اس کا شمار جزیرہ کے عبادت گزاروں میں ہوتا تھا۔ اسی عبادت کے باعث حدیث کی جانب توجہ سے غافل ہو گیا۔ اور اس کی روایات میں منکرات داخل ہو گئیں۔ اس کی خبر کو حجت سمجھنا جائز نہیں۔ گویا اس کا اصل مرض تصوف ہے۔ (میزان ج ۲ ص ۱۰۵)

ابن عدی نے اس کی متعدد روایات نقل کر کے منکر اور موضوع قرار دیا ہے۔

جن میں سے ایک روایت حضرت فاطمہؓ کی فضیلت کے سلسلہ میں ہے۔
اور خود سیوطی نے اللآلی ج ا صلا۳۹۲ پر اس روایت کو موضوع قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن واقد متروک ہے۔ یہ عجیب و غریب فیصلہ ہے کہ ایک مقام پر عبد اللہ بن واقد کو متروک اور دوسرے مقام پر ثقہ تسلیم کیا جائے۔

ذہبی اس کی ایک روایت پر فیصلہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ روایت موضوع ہے اور عبد اللہ بن واقد ایک آفت ہے۔ (میزان جلد ۲ ص۵۱۹)

بخاری لکھتے ہیں کہ محدثین نے اس عبد اللہ بن واقد کی روایت ترک کردی ہے (کتاب الضعفاء للنسائی ص۶۴)

عبد الرحمٰن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد ابو حاتم رازی سے اس کے بارے میں سوال کیا۔ فرمایا محدثین کو اس پر اعتراض ہے۔ یہ منکر الحدیث ہے۔ اور اس کی حدیث ردی ہے۔

عبد الرحمٰن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے ابوزرعہ رازی سے اس عبد اللہ کے بارے میں دریافت کیا۔ کیا یہ عبد اللہ ضعیف الحدیث ہے؟ انھوں نے فرمایا ہاں۔ نہ تو اس سے روایت لی جائے۔ اور نہ اس کی کوئی روایت ہمیں پڑھ کر سنائی جائے۔ الجرح والتعدیل ابن ابی حاتم ج ۵ ص۱۹۳

سیوطی کے استاد حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ یہ عبد اللہ بن واقد خراسانی الاصل ہے۔ متروک ہے۔ اگرچہ امام احمد نے اسے اچھا کہا ہے۔ لیکن بڑھاپے میں اس کا دماغ خراب ہوگیا تھا۔ اور حدیث میں تدلیس سے کام لیتا تھا۔ (تقریب التہذیب ص۱۹۳)

اسی وجہ سے صحاح کے مصنفین میں سے کسی نے بھی اس کی روایت نہیں لی۔

سیوطی کو نہ معلوم حضرت عمرؓ کی نبوت سے کیوں دلچسپی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ان دو روایات یعنی حضرت بلالؓ اور حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت کے علاوہ ایک روایت عبد اللہ بن جبر الحضرمیؓ سے بھی مروی ہے جسے ابو العباس المروزی نے کتاب شجرۃ العقل میں نقل کیا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ سیوطی نے

اس کی جو سند بیان کی ہے اس میں بھی یہ عبداللہ بن واقد موجود ہے۔ اور اس کی سند میں دو راوی یعنی علی بن الحسین اور محمد بن عتبہ قطعاً مجہول ہیں۔

سیوطی لکھتے ہیں کہ یہ روایت دیلمی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی نقل کی ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں۔ کہ اگر میں نبی بنا کر نہ بھیجا جاتا تو تم میں عمرؓ نبی بنا کر بھیجے جاتے۔ اللہ تعالےٰ نے عمرؓ کی مدد کے لئے دو فرشتے معین کر رکھے ہیں جو اسے سیدھی راہ پر چلاتے رہتے ہیں۔ جب وہ کوئی غلطی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے غلطی سے ہٹا کر سیدھی راہ پر ڈال دیتے ہیں۔ (اللآلی ج ۱ صفحہ ۳۰۲)

ہمیں اس بات کا احساس نہ تھا کہ سیوطی روایت پرستی کے مرض میں اس حد تک آگے بڑھ جائیں گے کہ پورے علم الرجال کو بھی خیرباد کہدیں گے حالانکہ اس کی سند میں ایسے متعدد راوی موجود ہیں جو اپنی زبان حال سے یہ دعوےٰ کر رہے ہیں کہ یہ سب کچھ ہمارا جھوٹ ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کرنے والا عطاء بن ابی مسلم الخراسانی ہے۔ ابن حجر لکھتے ہیں سچا آدمی ہے۔ لیکن اسے وہم بہت ہوتا ہے۔ مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ اور تدلیس سے کام لیتا ہے۔ (تقریب صفحہ ۲۳۹)

ابن حبان کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں۔ یہ بلخ کا باشندہ تھا۔ اس کا شمار بصریین میں ہوتا ہے۔ یہ کچھ زمانہ تک خراسان میں رہا اس لئے خراسانی مشہور ہوا۔ یہ اللہ کے نیک بندوں میں سے تھا۔ لیکن اس کا حافظہ بہت خراب تھا۔ اسے وہم بھی بہت ہوتا تھا۔ حدیث میں غلطیاں کرتا تھا۔ اور اسے اپنی غلطی کا علم تک نہ تھا نتیجۃً جب اس قسم کی کہانیاں عام ہوئیں تو اس کی روایت دلیل میں پیش کرنا باطل ہو گیا۔ گویا یہ ایک پہنچے ہوئے صوفی تھے (میزان جلد ۳ صفحہ ۷۳)

اس کی اکثر صحابہ سے روایات مرسل ہیں۔ یعنی اس نے بہت کم صحابہ کو دیکھا ہے۔ اور درمیان سے راوی گرا دیتا ہے۔

اس عطاء سے یہ روایت نقل کرنے والا اسحاق بن نجیح الملطی ہے۔ اس کی تفصیل

حال ذہبی کی زبانی سنئے۔

اس کی کنیت ابو صالح ہے۔ عطاء الخراسانی اور ابن جریج سے روایات نقل کرتا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ جھوٹوں میں سب سے جھوٹا ہے۔ یحیٰ کہتے ہیں۔ یہ جھوٹ بولنے اور احادیث وضع کرنے میں مشہور زمانہ ہے۔ یعقوب الفسوی کا قول ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں کہ متروک ہے۔ فلاس کا بیان ہے کہ یہ تو کھلم کھلا احادیث وضع کرتا تھا۔

امام احمد فرماتے ہیں یہ انتہا سے زیادہ جھوٹا ہے۔ ابو حنیفہ کے قول کو عثمان بتی اور حسن بصری کی جانب منسوب کر دیتا ہے۔ یحیٰ بن معین کہتے ہیں یہ اسحاق کذاب ہے۔ خبیث ہے، اللہ کا دشمن ہے، بدترین انسان ہے۔

عبداللہ بن علی المدینی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد علی بن المدینی سے اس کے بارے میں دریافت کیا، انھوں نے فرمایا یہ کچھ نہیں۔

ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔ اس نے ایک وصیت نامہ ابو سعید خدری کے ذریعہ نقل کیا ہے۔ جس میں حضورؐ نے حضرت علیؓ کو وصیتیں فرمائی ہیں اور ان تمام وصیتوں میں عورتوں سے جماع کے طریقہ تعلیم دیئے گئے ہیں۔ معاذ اللہ۔ یعنی اس کی نظروں میں نبوت کی یہ حیثیت ہے۔ ایسا شخص تو قابل قتل ہے۔ نہ کہ اس کی روایت کو حجت سمجھا جائے۔ (میزان ج ۱ ص۱۹۲)

نسائی لکھتے ہیں کہ اسحاق بن نجیح متروک الحدیث ہے۔ (کتاب الضعفاء للنسائی ص۱۹)

سیوطی کے استاد ابن حجر لکھتے ہیں۔ کہ اس اسحاق نے بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ محدثین نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔ (تقریب ص۳۱)

ایسی روایت کو بطور شہادت پیش کرنا اور پھر اس پر سکوت اختیار کرنا یہ اہل علم کو زیب نہیں دیتا۔ سیوطی چونکہ کثرت تصنیف کے مرض میں مبتلا تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں وہ خود فریبی کا شکار ہوئے، وہاں انھوں نے خرافات کو صحت کا جامہ پہنا کر ایسے رنگ میں پیش کیا کہ بعد کے آنے والے اہل بدعت نے انھیں اپنا

امام تصور کرلیا۔ اگر وہ یہ تصنیفات نہ فرماتے تو امت پران کا یہ بہت بڑا احسان ہوتا۔ اپنی دانست میں انھوں نے یہ تصور کرلیا ہے کہ ابن جوزی، ابن عدی، ابن حبان اور خطیب بغدادی کا رد ہوگیا۔ اور اسی غرور میں وہ آخر تک مبتلا رہے۔ ہم اس کے علاوہ اور کیا عرض کر سکتے ہیں۔ "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

آسمانوں میں عمرؓ کی فضیلت

حسن بن عرفہ نے حضرت عمار بن یاسرؓ سے نقل کیا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا میرے پاس ابھی جبریلؑ آئے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ عمرؓ کی آسمان میں جو فضیلت ہے وہ بیان کرو۔ انھوں نے جواب دیا اے محمدؐ اگر میں عمرؓ کی وہ فضیلت بیان کروں جو ان کی آسمان میں ہے تو نوحؑ اپنی قوم میں جتنی مدت تک رہے یعنی ساڑھے نو سو سال تو اس مدت میں بھی عمرؓ کے فضائل کا شمار نہ ہو سکے گا۔ حالانکہ عمرؓ کی تمام نیکیاں ابوبکرؓ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ موضوع ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ اس کا راوی اسمٰعیل بن عبید بن نافع کون ہے۔ ازدی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ ایسی منکر روایات نقل کرتا ہے جن کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ (اللآلی ج ۱ ص ۳۰۳)

ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت باطل ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۲۳۳)

ابن حجر لکھتے ہیں یہ روایت باطل و موضوع ہے۔ ابن جوزی نے اسے موضوعات میں داخل کیا ہے۔ اور امام احمد نے بھی اسے موضوع قرار دیا ہے۔ (لسان المیزان ج ۱ ص ۴۱۲)

حسن بن عرفہ نے سعید بن المسیب کے ذریعہ ابی بن کعب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ جبریلؑ مجھ سے اکثر عمرؓ کا تذکرہ کرتے میں نے ان سے ایک روز کہا کہ عمرؓ کا اللہ کے نزدیک جو مقام ہے اور ان کے جو فضائل ہیں

مجھ سے بھی بیان کرو۔ انھوں نے کہا کہ اگر میں اتنے سال تک بیٹھا عمرؓ کے فضائل بیان کرتا رہوں جتنی حضرت نوحؑ کی عمر ہوئی ہے تب بھی یہ پورے نہ ہوں گے۔ اور اے محمد تیری موت کے بعد اسلام عمرؓ پر روئے گا۔

سیوطی لکھتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس لئے کہ عبداللہ الاسلمی کچھ نہیں۔ اور ابن حبان کہتے ہیں یہ سندات اور روایات میں تبدیلی کر دیتا ہے۔ لیکن یہ ابن ماجہ کا راوی ہے۔ (اللآلی جلد ۱ ص۳۰۳)

گویا یہ عبداللہ الاسلمی ابن ماجہ کا راوی ہے۔ اس لئے اس کے تمام جرائم قابل عفو ہیں۔ لیکن افسوس تو اس پر ہے کہ اگر عبداللہ کو معاف بھی کر دیا جائے تو یہ روایت تب بھی منقطع ہے۔ اس لئے کہ سعید بن مسیب ۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت ابیؓ کا انتقال ۱۹ھ میں ہوا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس عبداللہ کی جہالت کا نتیجہ ہے۔

عبداللہ بن عامر الاسلمی مدینہ کا باشندہ ہے۔ زہری اور نافع وغیرہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ امام احمد، نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں کچھ نہیں۔ علی بن المدینی کہتے ہیں یہ ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔ ابن سعد لکھتے ہیں کافی احادیث بیان کرتا ہے۔ قرآن کا قاری ہے۔ لیکن ضعیف سمجھا جاتا ہے بخاری کہتے ہیں محدثین کو اس کے حافظہ پر اعتراض ہے۔ (میزان ج ۲ ص۴۹)

نسائی لکھتے ہیں یہ عبداللہ بن عامر ضعیف ہے۔ (کتاب الضعفاء للنسائی ص۶۱)

اس کی سند میں اور متعدد راوی محمد بن رزق اللہ نامی، محمد بن عبدالحمید الواسطی مجہول اور ابوبکر محمد بن الحسین کذاب ہے۔

سیوطی کہتے ہیں کہ عمار کی حدیث طبرانی نے ایک اور سند سے بھی نقل کی ہے لیکن اتفاق سے اس میں وہی اسمٰعیل بن عبید اور ولید بن الفضل کذاب موجود ہیں

سیوطی کہتے ہیں کہ تمام نے اپنے فوائد میں ابیؓ کی روایت ایک اور سند کے ذریعہ امام مالکؒ سے نقل کی ہے۔ لیکن خود ہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ ذہبی میزان میں فرماتے ہیں کہ

اسے حسان بن غالب نے امام مالک سے روایت کیا ہے جو متروک ہے۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ حسان مصر کا ایک شیخ تھا۔ احادیث میں تبدیلیاں کرتا ہے۔ اور اپنی بکواس کو ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے۔ حاکم کہتے ہیں یہ امام مالک کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ (اللآلی جلد ۱ ص۳) ابن حبان مزید فرماتے ہیں اس کی روایت بیان کرنا بھی حلال نہیں۔ (میزان ج ۱ ص۲۳)

حافظ ابن حجر یہ تمام اقوال بیان کر کے مزید لکھتے ہیں کہ ازدی کا قول ہے کہ حسان منکر الحدیث ہے۔ ابونعیم اصبہانی کہتے ہیں امام مالک سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے اور ضعیف ہے۔ پھر دارقطنی نے اس کی یہ روایت اور ایک اور روایت نقل کر کے کہا ہے کہ یہ دونوں روایات موضوع ہیں۔ بلکہ یہ امام مالک پر بھی جھوٹ ہے۔ (لسان المیزان ج ۲ ص۱۸۹)

سیوطی لکھتے ہیں کہ یہ روایت حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت ابوسعیدؓ خدری سے بھی مروی ہے۔ یہ دونوں روایات ابن عساکر نے تحریر کی ہیں۔ لیکن حضرت زیدؓ بن ثابت والی روایت کی جو سند پیش کی ہے اس میں محمد بن یونس الکدیمی ہے جو قطعاً ناقابل اعتبار ہے۔

یہ محمد بن یونس القرشی الکدیمی البصری ۱۸۳ھ میں پیدا ہوا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے گیارہ سو محدثین سے احادیث سنی ہیں۔ امام علی بن المدینی سے کہا کرتا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں تم بھی نہیں جانتے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ اس نے بہت سے ایسے حضرات سے روایت حدیث سننے کا دعویٰ کیا۔ جن کو اس نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ عام محدثین نے اس کی روایات ترک کر دی ہیں۔

ابن حبان کہتے ہیں اس نے ایک ہزار سے زائد روایات وضع کی ہیں۔

ابوعبید الآجری کا بیان ہے کہ امام ابوداؤد، امام موسیٰ بن ہارون اسے برملا کذاب کہتے۔ بلکہ قاسم بن ذکریا المطرز تو یہاں تک کہتے کہ کل جب میں

اللہ کے روبرو پیش ہوں گا تو اس وقت اللہ سے یہ عرض کروں گا کہ یہ کذبی تیرے رسول اور علماء پر جھوٹ بولتا ہے۔ (میزان ج ۴ ص ۔۔)

جہاں تک ابو سعید کی روایت کا تعلق ہے تو اس کی سند میں بھی یہ محمد بن یونس موجود ہے۔ نیز اس کی سند میں اس کے علاوہ متعدد راوی مجہول ہیں اور داؤد بن سلیمان الخراسانی انتہائی ضعیف ہے۔

سیوطی اتنی شہادتیں پیش کرنے کے بعد فیصلہ دیتے ہیں کہ ان تمام روایات میں سب سے بہتر پہلی عمار والی روایت ہے۔ لیکن ذہبی نے اسے بھی باطل قرار دیا ہے۔ (اللآلی ج ۱ ص ۳۰۰)

جب بقول سیوطی یہ تمام روایات باطل تھیں تو انھیں بطور شہادت پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی جو فضول اتنے صفحات سیاہ ہوئے۔

حضرت عمرؓ سے مؤمن کے علاوہ کوئی محبت نہیں کرسکتا

حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ جبرئیلؑ مجھے اللہ کی جانب سے خبر دے رہے ہیں کہ ابو بکرؓ و عمرؓ سے متقی مؤمن کے علاوہ کوئی محبت نہیں کرسکتا اور بدبخت منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں کرسکتا۔

اس کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن مالک الانصاری ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی حدیث موضوع ہوتی ہے۔ ابن عدی نے اس کی دو حدیثیں بیان کرکے انھیں منکر قرار دیا۔ (میزان ج ۱ ص ۔۔)

اس ابراہیم سے یہ روایت احمد بن عیسیٰ الخشاب نے نقل کی ہے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ عمدہ راوی نہیں ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ دارقطنی کا قول ہے کہ احمد بن عیسیٰ قوی نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں ضعیف ہے ابن طاہر کا قول ہے کہ یہ کذاب ہے۔ احادیث موضوع کیا کرتا تھا۔

(میزان جلد ۱ ص ۱۲۶)

حضرت عمرؓ کو بُرا کہنے والا عنقریب فقیر ہو جائیگا

اجلح کا بیان ہے کہ ہم نے لوگوں سے سُنا ہے کہ جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو بُرا کہے وہ فقیر ہو جائے گا۔ اور قتل ہو کر مرے گا۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ اجلح بن عبداللہ کوفی ہے۔ اس کی کنیت ابو حجیۃ الکندی ہے وارلبعہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔ شعبی اور ان کے ہم عصروں سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے ثوری اور قطان وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں۔

یحییٰ بن معین اور عجلی کہتے ہیں ثقہ ہے۔ احمد کا قول ہے کہ اجلح اور فطر بن خلیفہ ایک جیسے ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ بد مذہب تھا۔ یحییٰ القطان کہتے ہیں میرے دل میں اس کی جانب سے شبہات ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں ہے تو سچا لیکن شیعہ ہے۔ جوزجانی کا قول ہے یہ اجلح تو جھوٹ گھڑنے میں ماہر ہے۔ (میزان جلد ۱ ص۷۹)

اجلح سے یہ کہانی شریک نے نقل کی ہے۔ اور اپنے دور کا رئیس الشیعہ ہے۔

حضرت عمرؓ سے بغض رکھنا ایسا ہے جیسا نبیؐ سے

حضرت ابو سعیدؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے عمرؓ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اور جس نے عمرؓ سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی میں جہاں بھی ٹھیروں عمرؓ میرے ساتھ ہوں گے۔ اور عمرؓ جہاں ٹھریں گے میں عمرؓ کے ساتھ ہوں گا۔

اس کا راوی احمد بن بکر البالسی ہے۔ اس کو ابن بکرویہ بھی کہا جاتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کے نام سے منکر کہانیاں بیان کرتا ہے۔ ابو الفتح الازدی کا قول ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ (میزان ج۱ ص۸۹)

ایک روایت کا ایک اور راوی حجاج بن ارطات ہے جو ناقابل قبول ہے۔

اور جس کا حال پہلے گذر چکا۔

نبیؐ کے نور سے ابوبکرؓ اور عمرؓ کا پیدا ہونا

ابونعیم نے اپنی امالی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اور پھر میرے نور سے ابوبکرؓ اور ابوبکرؓ کے نور سے عمرؓ پیدا کئے گئے اور عمرؓ کے نور سے میری امت پیدا کی گئی۔ اور عمرؓ اہل جنت کے چراغ ہیں۔

ابونعیم یہ روایت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں یہ روایت باطل ہے۔ اس لئے کہ یہ کتاب اللہ کے مخالف ہے۔ پھر ابونعیم نے اس کے راویوں پر بلا فائدہ بحث کی اور کہا ابومعشر متروک ہے شیخین نے اس سے روایت نہیں لی۔ اسی طرح ابوشعیب بھی متفقہ طور پر متروک ہے۔ یہی حال ہیثم بن جمیل کا ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں میرے نزدیک اس افسانہ کا واضع احمد بن یوسف المنبجی ہے جو مجہول ہے۔ اور یہ روایت سراسر جھوٹ ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۱۲۶)

حضرت عمرؓ کی نیکیاں ستاروں کے برابر

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کوئی ایسا بھی شخص ہے جس کی نیکیاں ستاروں کے برابر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا وہ عمرؓ ہیں۔ حالانکہ ان کی تمام نیکیاں ابوبکرؓ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

اس کا راوی بریہ بن محمد ہے جو یہ روایت اسمٰعیل الصفار سے نقل کر رہا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں کذاب ہے۔ اور یہ روایت اسی نے وضع کی ہے۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں اسی سند سے اس کی متعدد روایات پیش کر کے انھیں منکر قرار دیا۔ (میزان ج ۱ ص ۱۲۶)

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں اور بریہ کے علاوہ سب ثقہ ہیں۔
خطیب کا بیان ہے کہ اس کی تمام روایات باطل اور موضوع ہوتی ہیں اور اس کا متن

بہت ہی منکر ہوتا ہے۔ میرے نزدیک عبدالرزاق رافضی ہے۔ اور زہری پر بھی اعتراضات ہیں۔

نبی اکرم کے بعد حضرت علیؓ کا خلیفہ ہونا

زبیر بن عوام کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریمؐ کو فرماتے سنا کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکرؓ و عمرؓ ہوں گے۔ پھر اختلاف واقع ہو جائے گا تو ہم علیؓ کو بتانے گئے۔ اور انہیں بتایا۔ وہ بولے کہ زبیر نے سچ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت باطل ہے۔ اور یہ آفت عبدالرحمن بن عمرو بن جبلہ کی ڈھائی ہوئی ہے۔ اس نے یہ کہانی بشر بن حرب البز سے نقل کی ہے۔ جو انتہا سے زیادہ منکر الحدیث ہے۔ (میزان جلد ۱ ص ۳)

اسی ہزار فرشتوں کا حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کیلئے استغفار کرنا

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خبردار آسمان میں اسی ہزار فرشتے ہیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ سے محبت کرنیوالوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ اور اسی ہزار فرشتے ایسے ہیں جو ان دونوں سے بغض رکھنے والوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔

(ابوسعید العدوی) اس روایت کا اصل راوی حسن بن علی بن زکریا بن صالح ہے جو ابوسعید العدوی کی کنیت سے مشہور ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ اس کا لقب ذئب ہے ۲۱۰ھ میں پیدا۔ اور ۳۱۹ھ میں مرا ہے۔

دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن عدی کا قول ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اس نے فراش کے واسطے سے حضرت انسؓ سے چودہ احادیث روایت کیں، اور ایسے اشخاص سے بھی روایت کرتا ہے جن سے کوئی واقف تک نہیں

اور ثقہ راویوں کے نام سے جھوٹی اور باطل کہانیاں بیان کرتا ہے۔
خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ یہ بصرہ کا باشندہ تھا۔ بغداد میں مقیم ہو گیا تھا۔
دارقطنی اور ابن شاذان وغیرہ نے اس سے روایات نقل کی ہیں۔
خطیب کا بیان ہے کہ یہ ابو سعید عدوی کہتا تھا کہ میرا ایک بار بصرہ جانا ہوا تو ایک چکی پر مجھے ایک مجمع نظر آیا تو میں بچوں کی طرح اچھل اچھل کر دیکھنے لگا۔ وہاں وہاں ایک بوڑھا شخص بیٹھا تھا جس کے ارد گرد یہ مجمع لگا ہوا تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے۔ انھوں نے جواب دیا یہ حضرت انسؓ کا خادم خراش نامی ہے جس کی عمر ایک سو اسی سال ہے۔ میں اندر مجمع میں گھس گیا۔ لوگ اس سے احادیث لکھ رہے تھے۔ میں نے ایک شخص کے ہاتھ سے قلم لیا۔ اور تیرہ احادیث حضرت علیؓ کی فضیلت میں لکھیں (جو آگے کے تلے ہیں) اور یہ واقعہ ۲۲۳ھ کا ہے۔
ابو احمد الحاکم کہتے ہیں اس عدوی پر اعتراض ہے۔
ابن عدی کا فیصلہ ہے کہ اس کی اکثر احادیث موضوع ہوتی ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ یہ افسانے سب اسی نے وضع کئے ہیں۔
دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ اس نے ثقہ راویوں کے نام سے ایک ہزار سے زیادہ موضوع احادیث روایت کی ہیں۔
حمزۃ السہمی فرماتے ہیں۔ یہ عدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہے۔ اور آپ کی جانب وہ باتیں منسوب کرتا ہے جو آپ نے نہیں فرمائیں۔ اور دعویٰ یہ کرتا ہے کہ ہم سے یہ سب روایات حضرت انسؓ کے خادم خراش نامی نے بیان کیں۔ اور اس نے انسؓ سے سُنی (حالانکہ خراش نامی شخص جسے حضرت انسؓ کا خادم بیان کیا جا رہا ہے۔ یہ بھی اسی کا وضع کردہ ایک فرضی ہیرو ہے۔ جس کا تاریخ میں کوئی وجود نہ تھا۔ (میزان 17 ص۲۵۳)
یقیناً آسمان میں اسی ہزار فرشتے ہیں جو ابو بکرؓ و عمرؓ سے محبت کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔ اور دوسرے آسمان میں اسی

ہزار فرشتے ایسے ہیں جو ان لوگوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جو ابوبکرؓ و عمرؓ سے بغض رکھیں۔

ذہبی یہ روایت نقل کر کے لکھتے ہیں۔ یہ شخص کتنا بے حیا ہے کہ یہ بھی نہیں سوچتا کہ وہ کس قسم کا جھوٹ گھڑ رہا ہے۔ یعنی جھوٹ بولنے کے لئے بھی ہنر کی ضرورت ہوتی ہے۔

ان دونوں روایتوں کے اور راویوں پر بحث کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ بات تو مسلمہ ہے کہ یہ کہانیاں ابوسعید العدوی الموسوم حسن بن علی زکریا کی وضع کردہ ہیں۔

حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ سے محبت کرنے والا جنت میں داخل ہوگا

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپؐ علیؓ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اتنے میں سامنے سے ابوبکرؓ و عمرؓ آ گئے۔ آپؐ نے علیؓ سے مخاطب ہو کر سوال کیا۔ کہ اے علیؓ کیا تو ان دونوں شیخوں سے محبت کرتا ہے۔ علیؓ نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا ان دونوں سے محبت کیا کر جنت میں داخل ہو جائیگا۔

ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ روایت باطل ہے۔ اس کا ناقل حسن بن مکی ہے۔ جس نے معتبر راویوں کی جانب یہ کہانی منسوب کی۔ (میزان ج ۱ ص ۵۲۴)

حضرت عمرؓ کے ذکر سے اپنی محفلوں کو زینت دو

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ اپنی مجلسوں کو زینت دو۔ اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجکر اور دوسرے عمرؓ بن الخطاب کا ذکر کر کے۔

ذہبی کہتے ہیں یہ روایت منکر و موقوف ہے۔ اس کا واضع حسین بن عبدالرحمن الاحتیاطی ہے۔

علی بن المدینی کہتے ہیں محدثین نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔
خطیب تاریخ میں لکھتے ہیں۔ اس کا راوی حسین بن عبدالرحمٰن بن عباد بن الہیثم ہے جو ابو علی الاحتیاطی کی کنیت سے مشہور ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کا نام حسن ہے۔
مروزی لکھتے ہیں یہ روایات میں خلط ملط کرتا ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۵۳۹)

حضرت عمرؓ کی اونٹوں کے خریدنے کی کہانی

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک اعرابی اونٹ بیچنے کے لئے آیا۔ عمرؓ نے انھیں اٹھا اٹھا کر دیکھنا شروع کیا۔ ان اونٹوں کو پیر مارتے تاکہ اونٹ اُٹھ جائے اور یہ دیکھا جائے کہ اس کا دل کیسا ہے۔ اونٹ والا بولا میرے اونٹوں کو چھوڑ دے۔ تیرا باپ نہ ہو لیکن عمرؓ باز نہ آئے اونٹ والا بولا۔ میں تجھے ایک بہت بڑا آدمی سمجھتا ہوں۔ جب عمرؓ اس کام سے فارغ ہو گئے تو عمرؓ نے وہ اونٹ خرید لئے۔ اور پھر فرمایا یہ اونٹ لے چلو اور قیمت لے لو۔ اعرابی بولا۔ میں پہلے ان کی کاٹھی اور ان کا سامان اتار لوں۔ عمرؓ بولے میں نے تو اونٹ ان کے کجاووں کے ساتھ خریدے ہیں۔ اعرابی بولا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ایک بہت برا آدمی ہے۔ ابھی یہ دونوں جھگڑ رہے تھے کہ اتنے میں علیؓ آ گئے۔ عمرؓ بولے کیا تو اس پر راضی ہے کہ میرے اور تیرے درمیان یہ شخص فیصلہ کر دے۔ اس نے جواب دیا ہاں اور اس شخص کے سامنے دونوں نے قصہ بیان کیا۔ تو علیؓ بولے۔ اے امیرالمؤمنین اگر آپ نے کاٹھی اور رسیوں کی قیمت کی شرط لگائی تھی تو یہ سب چیزیں آپ کی ہیں۔ ورنہ یہ شخص اونٹوں کی قیمت میں ان چیزوں کا اضافہ کر سکتا ہے۔ (الحدیث)
اس کا راوی حفص بن اسلم الا صفر ہے۔
ابن عدی کہتے ہیں یہ عجیب و غریب کہانیاں بیان کرتا ہے۔ بخاری لکھتے

ہیں۔ اس سے سلیمان بن حرب اور حزامی بن عمارہ نے عجیب و غریب افسانے نقل کیے ہیں۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ ایسی روایات بیان کرتا ہے جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کہانیاں اس نے خود وضع کی ہیں۔ (میزان ج ا ص۵۵)

حضرت ابوہریرہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک مدت معینہ کے لیے چند اونٹ خریدے اس نے کہا اگر آپ پر اللہ کا حکم آ گیا تو میں کہاں جاؤں۔ آپ نے فرمایا ابوبکرؓ کے پاس جانا وہ میرا قرض ادا کر دے گا اور میرا وعدہ پورا کرے گا۔ اس نے کہا اگر ابوبکرؓ مر گئے۔ آپ نے فرمایا عمرؓ کے پاس جانا۔ وہ اس کی برابری کرے گا اور اس کی جگہ کھڑا ہو گا۔ اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرے گا۔ وہ بولا اگر عمرؓ پر بھی موت آ جائے آپ نے فرمایا۔ اگر تجھ سے مرنا ممکن ہو تو تو بھی مر جانا۔

اس کا راوی خالد بن عمرو القرشی الاموی السعیدی ہے۔ یہ حضرت سعیدؓ بن العاص کی اولاد میں سے تھا۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔

احمد کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابن عدی کی رائے ہے کہ اس نے یہ احادیث وضع کی ہیں۔ کیونکہ خالد بن عمرو نے یہ روایت لیث سے نقل کی ہے۔ اور امام لیث سے یحیٰ بن بکیر، قتیبہ، زغبہ اور یزید بن موہب نے جتنی احادیث نقل کی ہیں وہ میرے پاس تحریر شدہ موجود ہیں۔ ان میں سے کسی نے بھی یہ روایت نقل نہیں کی۔ (میزان جلد ا ص۶۳۵)

گویا جہاں یہ روایت جھوٹی ہے وہاں اس کی سند بھی جھوٹی ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سب سے پہلے حق تعالےٰ عمرؓ سے مصافحہ کریں گے۔ اور سب سے اول عمرؓ کو سلام کریں گے اور عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل فرمائیں گے۔

ذہبی کہتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔ اسے ابن ابی عاصم نے کتاب السنہ میں ذکر

کیا ہے۔ (یہ روایت ابن ماجہ میں بھی موجود ہے۔)

اس کا راوی داؤد بن عطاء المدنی ہے جس کی کنیت ابو سلیمان ہے۔ آلِ زبیرؓ غلام ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ میزان ج۲ ص۱۲

ابن کثیر جامع المسانید میں فرماتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ یہ موضوع ہو۔ اور یہ تمام آفت اس داؤد بن عطا کی ڈھائی ہوئی ہے۔

ذہبی تلخیص المستدرک میں لکھتے ہیں (مستدرک کا خلاصہ) یہ روایت موضوع ہے۔ اور اس کا ایک راوی کذاب ہے۔

اس میں ایک عیب یہ ہے کہ یہ روایت منقطع بھی ہے۔ اس لئے کہ سعید بن المسیب نے یہ روایت ابی بن کعب سے نقل کی ہے۔ سعید ۲۳ھ میں پیدا ہوئے جب کہ ابی بن کعب کا انتقال ۱۷ھ میں ہوا۔ یعنی جھوٹ گھڑنے والے کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ابیؓ تو سعید کی پیدائش سے چھ سال قبل انتقال کر چکے تھے۔

حضرت عبداللہؓ بن عمر فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بلالؓ باہر تشریف لائے۔ آپؐ نے بلالؓ سے فرمایا لوگوں میں اعلان کر دے کہ میرے بعد خلیفہ ابو بکرؓ ہوں اور ان کے بعد عمرؓ پھر عثمانؓ، اور اس کے بعد فرمایا۔ اے بلالؓ چلو۔ اللہ کے اس کے علاوہ اور امور سے انکار کر دیا

خطیب نے یہ روایت نقل کر کے لکھا ہے یہ روایت موضوع ہے۔ اور اس کا راوی سعید بن عبد الملک بن واقد الحرانی ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں محدثین کو اس پر کلام ہے۔ ذہبی کہتے ہیں اس نے جھوٹی احادیث روایت کی ہیں۔ (میزان ج۲ ص۱۵۱)

حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کا قیامت کے روز نبیؐ کے ساتھ اٹھایا جانا

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے۔ آپ کی داہنی جانب ابو بکرؓ اور بائیں جانب عمرؓ تھے۔ آپؐ نے

ارشاد فرمایا قیامت کے روز ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔
معمولی سے الفاظ کے فرق کے ساتھ یہ روایت سنن ابن ماجہ مترجمہ ج۱ ص۵ پر بھی موجود ہے۔
اس کا راوی سعید بن مسلمہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان الاموی ہے۔
اعمش اور اسمٰعیل بن امیہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے
یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ یہ اتنا ضعیف نہیں کہ اس کی روایت ترک کی جائے۔ (میزان ج۲ ص۱۵۸)
ترمذی نے یہ روایت نقل کرکے لکھا ہے کہ سعید بن مسلمہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔
ابویعلیٰ نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے عمرؓ تو میرا دنیا میں بھی ولی ہوگا۔ اور آخرت میں بھی میرا ولی ہوگا۔
ابویعلی سے یہ روایت ابن عدی نے نقل کی ہے۔
اس کا ایک راوی طلحہ بن زید الرقی ہے۔ یہ شخص کوفی بھی کہلاتا ہے اور شامی بھی کہلاتا ہے۔ واسط میں آکر مقیم ہوگیا تھا۔ خاندان کے لحاظ سے قرشی ہے۔
بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان لکھتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ اس کی بیان کردہ روایت بطور دلیل پیش کرنا بھی حلال نہیں۔
علی بن المدینی کا قول ہے کہ یہ شخص بدمذہب (شیعہ) تھا۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ صالح جزرہ کہتے ہیں اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ (میزان ج۲ ص۳۳۵)
اس کا ایک اور راوی عطاء الکنجارنی ہے جو قطعاً مجہول ہے۔ ایک اور راوی عبیدۃ بن حسان ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ احادیث وضع کرکے معتبر راویوں کی جانب منسوب کرتا۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے (میزان ج۲ ص۲۷)
اس کی سند میں ایک اور راوی وضاح بن حسان ہے۔ فسوی کا قول ہے کہ یہ ایک مغفل انسان تھا یعنی اسے تو کسی بات کی بھی خبر نہ تھی۔ (میزان ج۴ ص۳۳۳)

عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
سب سے پہلے زمین میری پھٹے گی۔ اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کی
پھر عمر رضی اللہ عنہ کی۔ الحدیث

اس کی سند میں عاصم بن عمر بن حفص العمری۔ اس کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

امام احمد کہتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں اس کی روایت بطور دلیل پیش کرنا جائز نہیں۔ نسائی کا قول ہے کہ یہ عاصم متروک ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں اگرچہ عاصم ضعیف ہے۔ لیکن اس کی احادیث اچھی ہوتی ہیں (میزان ج۲ ص۳۵۶)
اس عاصم سے یہ روایت عبداللہ بن نافع نے نقل کی ہے۔ یہ ابو بکر بن نافع اور عمر بن نافع کا بھائی ہے۔

ابن المدینی کہتے ہیں اس نے منکر روایات بیان کی ہیں۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ضعیف ہے کچھ نہیں۔ نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔ (میزان جلد ۲ ص۵۱۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میں ابو بکرؓ و عمرؓ کے درمیان حشر کیا جاؤں گا۔ پھر میرے پاس اہل مکہ
اور اہل مدینہ آئیں گے۔

خطیب نے یہ روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کا ایک راوی عبداللہ بن ابراہیم الغفاری ہے۔ وہ کمزور ہے۔ اور تدلیس کرتا ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں اس کی روایات ابوداؤد اور ترمذی میں موجود ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنھیں کوئی اور شخص بیان نہیں کرتا۔ یعنی دنیا سے نرالی۔ دار قطنی کہتے ہیں اس کی حدیث منکر ہوتی ہے۔ ابن عدی نے اس کی دو روایات حضرت

ابو بکرؓ و عمرؓ کی فضیلت میں نقل کیں۔ اور دونوں کو باطل قرار دیا۔ جن میں سے ایک روایت مذکورہ روایت ہے۔

حاکم ابو عبداللہ کہتے ہیں یہ ضعیف راویوں کی ایک ٹولی سے موضوع احادیث نقل کرکے بیان کرتا ہے۔ (میزان جلد ۲ صفحہ ۴۳۹)

اہلِ آسمان کا حضرت عمرؓ کے اسلام لانے پر خوشیاں منانا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب عمرؓ اسلام لائے تو جبرئیلؑ نازل ہوئے اور بولے اے محمدؐ۔ اہلِ آسمان عمرؓ کے اسلام سے خوشی منا رہے ہیں۔

اس کا راوی عبداللہ بن فراش بن حوشب ہے جو اپنے چچا عوام بن حوشب سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اس کی روایات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

دار قطنی کہتے ہیں یہ عبداللہ بن فراش ضعیف ہے۔ ابو زرعہ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث ردی ہے ہے، یہ عبداللہ شہاب کا بھائی ہے۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔

ابن عدی کا قول ہے کہ اس کی عام روایات محفوظ نہیں ہوتیں (میزان ج۲ ص۴۱۳)

اتفاق سے یہ روایت عبداللہ بن عباس کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ حالانکہ ابن عباسؓ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے سات آٹھ سال بعد پیدا ہوئے گویا یہ عبداللہ بن فراش جھوٹ بولنے کے فن سے بھی ناواقف تھا۔

میرے بعد حق عمرؓ کے ساتھ ہوگا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمرؓ مجھ سے ہیں اور میں عمرؓ سے ہوں اور میرے بعد حق عمرؓ کے ساتھ ہوگا۔

در اصل یہ ایک طویل کہانی کا ایک جزو ہے۔ تفصیلی کہانی اس طرح پر ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس نے اپنے بھائی فضل سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں آپ کے لئے باہر نکلا۔ اس وقت آپ سخت بخار میں مبتلا تھے۔ آپؐ کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور میں نے آپؐ کا ہاتھ پکڑا۔ آپ لوگوں کے سامنے تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا لوگوں کو آواز دو۔ میں نے لوگوں کو چیخ کر جمع کیا جب سب جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا۔
اما بعد۔ میں تیری جانب اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ میں نے جس کی کمر پر کوڑے بجائے ہوں تو یہ میری کمر موجود ہے۔ وہ مجھ سے قصاص لے لے۔ اور جس سے میں نے مال لیا ہو تو یہ میرا مال موجود ہے۔ وہ اس میں سے مال لے لے اور تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کنجوسی سے ڈرتا ہوں۔ اتنی بات کہکر آپؐ منبر سے نیچے اُتر آئے۔ اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر آپؐ نے اپنے مقالہ کا اعادہ شروع فرمایا۔
اس روایت کا تمام تر دارومدار دو شخصوں پر ہے۔ ایک عثمان بن صالح اور ایک ابن لہیعہ پر۔ عثمان نے یہ روایت ابن لہیعہ سے نقل کی ہے۔ اس لئے پہلے کچھ عثمان بن صالح کا تذکرہ ہو جائے۔
عثمان بن صالح۔ یہ شخص بنو سہم سے تعلق رکھتا ہے۔ لیث اور ابن لہیعہ سے احادیث سے روایت کرتا ہے۔ بخاری، نسائی اور ابن ماجہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔
ذہبی لکھتے ہیں یہ سچا ہے لیکن احمد بن صالح المصری نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ کیونکہ احمد بن محمد بن حجاج بن رشدین کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن صالح

سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا اس کا ذکر چھوڑو۔ میرا گمان یہ ہے کہ یہ احمد بن محمد بن حجاج کے نزدیک متروک ہے۔ ۲۱۹ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

سعید بن عمرو البردعی کا بیان ہے کہ میں نے ابو زرعہ سے ذکر کیا کہ مصر میں عثمان بن صالح کی سو روایات پائی جاتی ہیں جو سب اس نے ابن لہیعہ سے نقل کی ہیں۔ پھر میں نے ابو زرعہ کے سامنے ایک روایت پیش کی۔ فرمانے لگے میرے نزدیک یہ جھوٹ تو نہیں بولتا تھا۔ لیکن یہ خالد بن نجیح کے ساتھ روایات لکھتا۔ لوگوں نے ایسی روایات لکھوائیں جو انھوں نے شیخ سے نہیں سنی تھیں۔ گویا اس طرح اسے دھوکہ دیا۔

بردعی کہتے ہیں میں نے ایک دوسری روایت پیش کی تو ابو زرعہ کے ماموں ابو حاتم نے فرمایا یہ روایت جھوٹ ہے۔ میں نے ایک اور روایت پیش کی۔ انھوں نے اس پر بھی فرمایا یہ جھوٹ ہے۔ (میزان ج ۳ ص۳۹)

لیکن اس امر کی وضاحت نہیں ہو سکی کہ یہ جھوٹ عثمان بن صالح نے اپنے پاگل پن میں بولا ہے یا جھوٹ ابن لہیعہ نے بولا تھا جو عثمان بن صالح کا استاد ہے۔ لہٰذا آیئے اب ابن لہیعہ کا چہرہ بھی دیکھ لیجئے۔ ہو سکتا ہے کہ حقیقت پر سے پردہ اٹھ جائے۔

ابن لہیعہ۔ اس کا نام عبداللہ بن لہیعہ بن عقبۃ الحضرمی ہے۔ اس کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ مصر کا قاضی اور وہاں کا مشہور عالم تھا۔ اس کی روایات ابو داؤد ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ ترمذی نے اسے خود اپنی کتاب میں ضعیف قرار دیا ہے۔ بخاری و مسلم نے اس سے کوئی روایت نہیں لی۔ نسائی نے اپنی "سنن" میں اس سے صرف ایک روایت لی ہے۔ اور کتاب الضعفاء میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ اس کی حدیث حجت نہیں۔ حمیدی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید اسے کوئی حیثیت نہ دیتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں ابن لہیعہ کی بیان کردہ حدیث کو کچھ نہیں سمجھتا۔ جب تک ابن لہیعہ سے ابن المبارک حدیث روایت نہ کریں۔

نیز ابن مہدی کہتے ہیں میں اس کی کوئی روایت قبول نہیں کرتا۔ (میزان ج۲ ص۴۷۷)

ابن لہیعہ کا تفصیلی حال مناقب علیؓ میں ملاحظہ فرمایئے۔

اس طرح اس حدیث کے دونوں راوی ناقابل اعتبار قرار پائے۔ اور روایت منکر ہوئی۔

اس روایت کی سند میں عبداللہ بن واقد ہے جو ناقابل اعتبار ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن واقد اس کی کنیت ابوقتادہ الحرانی ہے ۲۱۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

بخاری لکھتے ہیں محدثین نے اس کی روایت کو ردی کہا ہے۔ ابوزرعہ اور دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی روایت ردی ہوتی ہے۔

عبداللہ بن احمد اور عباس الدوری نے یحیٰی بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ کچھ نہیں غلطیاں بہت کرتا تھا۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے تذکرہ کیا کہ یعقوب بن اسمٰعیل بن صبیح کہتے یہ عبداللہ بن واقد جھوٹ بولتا ہے۔ میرے والد پر یہ بات بہت شاق گذری اور فرمانے لگے کہ اہل حران اس پر اعتراضات کرتے ہیں۔ میں تو اسے سچا سمجھتا ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن واقد نیک آدمی ہے لیکن غلطیاں کرتا ہے۔

جوزجانی کہتے ہیں متروک ہے۔

ابن حبان کا قول ہے کہ یہ عبداللہ بن واقد جزیرہ کے عبادت گزار لوگوں میں سے تھا۔ کثرت عبادت کے باعث حفظ حدیث سے غافل ہو گیا۔ اس طرح اس کی روایات میں منکرات داخل ہو گئیں۔ میں اس کی روایت کو حجت سمجھنا جائز نہیں سمجھتا۔

ذہبی نے اس کی ایک روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ طبرانی نے اس کی ایک روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ عبداللہ بن واقد ایک آفت ہے۔ (میزان ج۲ ص۵۱۶)

عبداللہ بن واقد سے اسے نقل کرنے والا مصعب بن سعید ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں۔

مصعب بن سعید۔ اس کی کنیت ابو خیثمہ ہے مصعبہ کا رہنے والا ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں۔ دراصل یہ حران کا باشندہ تھا جصیصہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہ منکرات بیان کر کے انھیں ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا۔ اور روایت میں تبدیلیاں کیا کرتا تھا۔ پھر ابن عدی نے اس کی تین منکر روایات پیش کیں۔ ذہبی ان روایات کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ روایات تو اچھی خاصی بلائیں ہیں۔ (میزان جلد ۴ ص۱۱۹)

حضرت مسیحؑ کا دنیا میں دوبارہ آنا اور شادی کرنا

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عیسٰیؑ بن مریم نازل ہوں گے، پھر شادی کریں گے۔ اور ان کے بچے ہوں گے۔ اور دنیا میں پینتالیس سال ٹھریں گے۔ پھر مریں گے۔ اور میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوں گے۔ اور میں اور عیسٰیؑ ابوبکرؓ و عمرؓ کے درمیان ایک قبر سے کھڑے ہوں گے۔

حضرت عیسٰیؑ قبر میں حضورؐ کے ساتھ دفن ہوں گے یہ اس وقت ممکن ہے جب ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ دنیا میں کوئی یہ جاننے والا بھی باقی نہ رہے کہ یہاں قبر رسولؐ ہے۔ لہٰذا عیسٰیؑ کو دفن کرنے کے لئے پہلے حضورؐ کی قبر کا مٹانا شرط ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ ایسی روایت ہے جو برداشت بھی نہیں کی جا سکتی۔ اسکا ایک راوی عبدالرحمان بن زیاد بن انعم الافریقی ہے۔

عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم۔ یہ افریقہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابوایوب ہے۔ قبیلہ شعبان سے تعلق رکھتا ہے۔ افریقہ میں رہتا تھا۔ بہت نیک شخص تھا۔ ابوداؤد، ترمذی، اور ابن ماجہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔

یہ عبدالرحمان بن زیاد خلیفہ منصور کے پاس گیا۔ اسے نصیحت کی اور اُسے ڈانٹا کہ تم لوگ ظالم ہو۔ بخاری انھیں ضعیف کہا کرتے تھے۔ اسی لئے بخاری نے

کتاب الضعفاء میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

عباسؔ دوری نے یحیٰ سے نقل کیا ہے کہ اگرچہ یہ ضعیف ہے لیکن ابوبکر بن ابی مریم سے بہتر ہے۔ اس کی روایت میرے نزدیک ساقط الاعتبار نہیں۔

احمدؔ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ہم اس سے روایت لینے کے لئے تیار نہیں۔ نسائیؔ کہتے ہیں ضعیف ہے۔ دارقطنیؔ کہتے ہیں قوی نہیں۔

ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ موضوع روایات بیان کرتا اور انھیں ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے۔ دراصل عبدؔ الرحمان محمد بن سعید المصلوب جیسے زندیق سے روایات لیتا اور اس کا نام چھپا کر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔

اسحاق بن راہویہ کا بیان ہے میں نے یحیٰؔ بن سعید کو کہتے سُنا ہے کہ یہ عبدالرحمان ثقہ ہے۔ لیکن ابن مہدی کی رائے یہ ہے کہ یہ اس لائق نہیں کہ اس سے کوئی روایت نقل کی جائے۔

ابنؔ عدی کہتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنھیں اور کوئی نقل نہیں کرتا۔

احمدؔ بن صالح کا بیان ہے کہ یہ عبدالرحمان الافریقی روم میں قید تھا پھر رومیوں نے اسے اس خیال سے آزاد کر دیا کہ یہ خلیفہ سے کہکر ہمیں کچھ فائدہ پہنچائے گا۔ یہ رہا ہو کر ابوجعفر منصور کے پاس آیا۔ اس کے پاس جو لکھی ہوئی روایات ہیں وہ صحیح ہیں ابوداؤد کہتے ہیں میں نے احمدؔ بن صالح سے دریافت کیا۔ کیا اس کی حدیث کو حجت سمجھا جائے؟ انھوں نے فرمایا ہاں۔

اسماعیل بن عیاش کا بیان ہے کہ یہ عبدؔ الرحمان خلیفہ منصور کے پاس عمال کی شکایت کرنے گیا۔ ایک ماہ تک خلیفہ کے دروازے پر پڑا رہا۔ جب اسے اجازت ملی تو خلیفہ نے سوال کیا کیسے آنا ہوا؟۔

اس نے جواب دیا ہمارے شہروں میں حاکموں کا ظلم بڑھ چکا ہے۔ میں اس لئے آیا تھا کہ تمھیں وہاں کے حالات بتاؤں۔ لیکن یہاں آکر معلوم ہوا کہ ظلم کا سرچشمہ تو تیرا گھر ہے۔

منصور غصہ میں بھر گیا۔ پہلے تو اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ لیکن پھر دربار سے نکلوانے پر اکتفا کی۔

ابن آدریس نے اس واقعہ کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ افریقی کہتے ہیں میں نے منصور سے کہا امیرالمؤمنین ظلم عام ہو گیا ہے۔ اور لوگ برائیوں میں مبتلا ہیں۔ مجھے یہ گمان ہوا کہ چونکہ دارالخلافہ فاصلہ پر ہے۔ اس لئے یہ سب کچھ ہو رہا ہے لیکن جتنا جتنا دارالخلافہ کے قریب پہنچتا گیا۔ اتنا ہی ظلم بڑھتا گیا۔ منصور کافی دیر تک سر جھکائے رہا۔ پھر مجھ سے سوال کیا۔ آخر میں لوگوں کے ساتھ کس طرح پیش آؤں؟ میں نے جواب دیا کہ عمر بن عبدالعزیز کہا کرتے تھے کہ حاکم کی مثال ایک بازار کی طرح ہے جہاں مال آتا اور جاتا رہتا ہے۔ منصور پھر سوچ میں پڑ گیا۔ لیکن مجھے اس کے وزیر ربیع نے اشارہ کیا یہاں سے جاؤ۔ میں وہاں سے چلا آیا۔ اور اس کے بعد کبھی منصور کے پاس نہیں گیا۔

فلاس کا قول ہے کہ یحیٰی بن سعید القطان اور عبدالرحمان بن مہدی اس عبدالرحمن بن انعم سے روایت نہیں لیتے تھے۔ اس کا انتقال ۱۵۶ھ میں ہوا۔ اس کی عمر کافی ہوئی (میزان ج ۲ ص۱۵۶)

اس تمام گفتگو سے یہ امر تو واضح ہو گیا کہ اگرچہ یہ عبدالرحمان الافریقی نیک آدمی تھا لیکن اس کی روایت کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ ایک آدھ فرد کے علاوہ کسی نے بھی اس کی روایت کو قبول نہیں کیا۔

عبدالرحمان بن زیاد بن انعم الافریقی سے یہ روایت محمد بن یزید نے نقل کی ہے تلاش بسیار کے باوجود یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کونسا محمد بن یزید ہے جو اس کے بارے میں فیصلہ کیا جا سکے۔ ذہبی نے محمد بن یزید نامی سترہ افراد گنتائے ہیں۔ جن میں سے بعض کذاب اور بعض بین بین ہیں۔ اس لحاظ سے یہ محمد بن یزید مجہول ہے۔

ابو بکرؓ و عمرؓ سے کوئی مؤمن بغض نہیں کر سکتا

حضرت جابرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ سے کوئی مؤمن بغض نہیں کر سکتا اور کوئی منافق ان دونوں سے محبت نہیں کر سکتا۔

اس روایت کی سند میں عبدالرحمٰن بن مالک بن مغول ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن مالک بن مغول۔ اعمش اور اپنے باپ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ احمد اور دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کذاب ہے۔ اور ایک بار فرمایا احادیث وضع کرتا ہے۔ نسائی کہتے ہیں ثقہ نہیں۔ یہ روایت معلی بن ہلال نے بھی اعمش سے نقل کی ہے۔ لیکن وہ تو مسلم کذاب ہے۔ (میزان جلد ۲ صفحہ ۵۸۴)

اس لحاظ سے تو یہ جھوٹ ہے کہ حضورؐ نے ایسی کوئی بات فرمائی۔ لیکن جس شخص نے بھی یہ بات کہی ہے اپنی جگہ اس کی بات صحیح ہے۔

اسی عبدالرحمٰن نے ابن عمرؓ کی جانب سے روایت منسوب کی ہے۔ سید کهول اهل الجنة ابی بکر و عمر۔ اہل جنت ادھیڑ عمر کے لوگوں کے سردار ابوبکرؓ و عمرؓ ہوں گے۔

عبداللہ بن عباس نے اللہ کے قول وصالح المؤمنین کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں۔

اس کا راوی عبدالوہاب بن مجاہد ہے جو اپنے باپ سے روایت کر رہا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ احمد کہتے ہیں ضعیف ہے کچھ نہیں۔ وکیع کہتے ہیں لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ اس نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سنا۔ ابن عدی کہتے اس کی عام بیان کردہ روایات ایسی ہوتی ہیں کہ کوئی ان کی موافقت نہیں (میزان جلد ۲ صفحہ ۶۸۳)

حضرت عمرؓ کی رضا رحمت ہے اور ناراضگی عذاب

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ناقل ہیں کہ عمرؓ کی رضا رحمت ہے اور عمرؓ کی ناراضگی عذاب ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے۔ یہ آفت عثمان بن فائد کی ڈھائی ہوئی ہے۔ عثمان بن نائل۔ اس کی روایت ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔ جعفر بن برقان سے حدیث روایت کرتا ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔

بخاری کہتے ہیں اس عثمان کی روایت پر اعتراض ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے قریش سے تعلق رکھتا ہے۔

ذہبی کہتے ہیں یہ شخص وضع حدیث میں متہم ہے۔ اور بخاری جب یہ کہتے ہیں کہ فلاں پر نظر ہے تو اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ متہم ہے۔

ابن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ابن عدی کا قول ہے کہ اس کی عام روایات محفوظ نہیں ہوتیں۔ (میزان ج ۳ صـ۵۱)

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ خلافت کے امام

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے بعد خلافت کے امام ابوبکرؓ و عمرؓ ہوں گے۔

یہ روایت حافظ نعیم نے نقل کی ہے۔ اس کی سند میں علی بن صالح نامی شخص مجہول اسے کوئی بھی نہیں جانتا اور یہ روایت باطل ہے، بلکہ اسی علی بن صالح نے

یہ روایت وضع کی ہے۔ کیونکہ بقیہ تمام راوی ثقہ ہیں۔

معراج کی رات ایک لوح پر مرقوم تھا لا الٰہ الا اللہ ابوبکرؓ الصدیق عمرؓ الفاروق

ابن جریر طبری نے ابوالدرداءؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ میں نے معراج کی رات ایک سبز پتہ دیکھا جس پر نور سے لکھا ہوا تھا۔ لا الٰہ الا اللہ ابوبکر الصدیق۔ عمر الفاروق۔

طبری نے یہ روایت عمر بن اسمٰعیل بن مجالد بن سعید الہمدانی سے نقل کی ہے۔
یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ عمر بن اسمٰعیل کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ حدیث چوری کرتا تھا۔ یعنی ایک کی روایت لے کر دوسرے کی جانب منسوب کر کے اسے پھیلاتا۔ (میزان ج ۳ ص ۱۸۲)

اس روایت میں یہ عجیب اتفاق ہے کہ اسے عمر بن اسمٰعیل نے محمد بن فضیلؒ بن غزوان سے نقل کیا ہے جو بقول امام ابوداؤد ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے۔ اور پھر عمر سے نقل کرنے والا ابن جریر ہے جو مشہور مؤرخ اور مشہور مفسر ہے اور مسلمہ شیعہ ہے۔ غالباً یہ روایت سنیوں کو بے وقوف بنانے کے لئے بطور تقیہ بیان کی گئی ہوگی۔ تاکہ دین کے نو حصوں پر عمل ہو سکے۔

بقول حضرت علیؓ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کا فاجر ہونا؟

حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ "اور ان کی قوم کو جہنم میں جگہ دی"۔ اس سے قریش کے دو فاجر یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ مراد ہیں۔

حضرت علیؓ سے ان کا یہ قول عمرو ذومُر نے نقل کیا ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ معروف ہے۔ اس سے ابواسحاق السبیعی نے روایت لی ہے۔

ابن عدی لکھتے ہیں یہ ابواسحاق السبیعی کے ان استادوں میں سے تھا جو مجہول ہیں۔ (میزان ج ۳ ص ۲۹۴) بشرطیکہ ان کا کوئی وجود بھی ہو۔ اور پھر اصحاب

علیؓ تواز اول تا آخر سبھی کذاب ہیں۔

عمرو ذومر سے نقل کرنے والا ابواسحاق سبیعی ہے۔ مشہور ثقہ تابعی ہے۔ لیکن بڑھاپے میں ایک تو اس کا حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ دوسرے یہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے اہل کوفہ میں مرض تدلیس کو پھیلایا ہے۔ بقول محدثین اہل کوفہ کو دو شخصوں نے اس مرض میں مبتلا کیا۔ ایک ابواسحاق سبیعی دوسرے اعمش

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ چمکدار ستاروں کی مانند

حضرت ابوسعید سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلندی والوں کو نیچے والے لوگ ایسے ہی دیکھیں گے جیسے تم چمکدار ستارے کو آسمان کے کنارے میں دیکھتے ہو۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ انہی میں سے ہیں۔ اور اچھے لوگ ہیں۔ میں نے عطیہ سے پوچھا انعما ماہو کا کیا مقصد ہے۔ عطیہ (رافضی) بولا اور مبارک۔

یہ روایت ابویعلی موصلی نے اپنی مسند میں غسان بن الربیع سے نقل کی ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں۔ اس غسان سے احمد، یحیٰ، ابویعلی اور ایک مخلوق نے احادیث روایت کی ہیں آدمی بہت نیک اور پرہیزگار تھا لیکن حدیث میں حجت نہیں۔

دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ (میزان ج ۳ ص۳۳۴)

ان زاہد اور متقی لوگوں نے اپنی عدم توجہ کے باعث جھوٹ کی اشاعت میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آئے گی۔

غسان بن الربیع نے اس روایت کو آگے بڑھانے کا کام انجام دیا ہے۔ ورنہ یہ روایت اس نے ابواسرائیل کے واسطہ عطیۃ العوفی سے نقل کی ہے۔ اور عطیہ نے ابوسعید سے۔ یہ ابواسرائیل اور عطیہ کون ہیں؟ اور ابوسعید سے کیا مراد ہے۔ ہم وہ ذیل میں پیش کئے دیتے ہیں۔

عبدالحسین شرف للدین موسوی اثناعشری اپنی کتاب المراجعات میں شیعہ

راویوں کے حالات میں تحریر کرتا ہے۔
اسماعیل بن خلیفۃ الملائی الکوفی۔ اس کی کنیت ابو اسرئیل ہے۔ اور کنیت ہی سے مشہور ہے۔ ابن قتیبہ نے اپنی اپنی المعارف میں اسے رجال شیعہ میں شمار کیا ہے ذہبی لکھتے ہیں یہ بغض بھرا شیعہ تھا۔ اوران غالی لوگوں میں سے تھا جو عثمانؓ کو کافر کہتے تھے۔ پھر ذہبی نے بہت سی ایسی باتیں بیان کیں جن کے بیان کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ (المراجعات ص۵۲)

عبدالحسین تبرائی جن امور پر پردہ ڈالنا چاہ رہا ہے ہم وہ پیش کئے دیتے ہیں۔
ابن المبارک فرماتے ہیں یہ بھی اللہ کی مسلمانوں پر ایک نعمت ہے کہ اس نے ابو اسرائیل کا حافظہ اچھا نہیں بنایا۔

ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے لیکن حجت نہیں ہو سکتی۔ غلطیاں کرتا ہے۔ ابو زرعہ کہتے ہیں ہے تو سچا لیکن اپنے مذہب میں بہت غالی ہے۔

بخاری کہتے ہیں عبدالرحمان بن مہدی نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔ یحیٰ بن معین کہتے ہیں ضعیف ہے۔ محدثین اس کی حدیث نہیں لکھتے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے۔

بہر بن اسد کا بیان ہے کہ میں نے اسے حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیتے سُنا۔ یہ کہا کرتا تھا کہ عثمانؓ حالتِ کفر میں قتل کئے گئے۔ اور عثمانؓ نے ان تمام احکام کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کئے گئے تھے۔

اس کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ (میزان ج ۱ ص ۹۹)

اب آیئے اور عطیہ کا حال بھی عبدالحسین تبرائی ایرانی کے ذریعہ سنیئے۔ وہ اپنی کتاب "المراجعات" نامی میں لکھتا ہے۔

عطیۃ بن سعد بن جنادۃ العوفی ابوالحسن الکوفی مشہور تابعی ہے۔ ذہبی نے میزان میں سالم المرادی سے نقل کیا ہے کہ عطیہ شیعہ ہے۔ امام ابن قتیبہ نے "معارف" میں محدثین کے حالات میں اس عطیہ کے پوتے یعنی قاضی حسین بن حسن بن عطیہ کے حال میں لکھا ہے کہ

عطیہ بن سعد حجاج کے زمانہ میں فقیہ تھا۔ اور یہ شیعہ تھا۔

ابن قتیبہ نے باب الفرق من المعارف میں شیعہ راویوں کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ان شیعہ راویوں میں عطیہ العوفی بھی داخل ہے۔

ابن سعد نے طبقات کی چھٹی جلد میں اس کے تشیع کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کا باپ سعد بن جنادہ اصحاب علیؓ میں داخل تھا۔ حضرت علیؓ کوفہ میں تھے تو یہ سعد بن جنادہ حضرت علیؓ کے پاس آیا۔ اور بولا اے امیر المؤمنین میرے ایک لڑکا ہوا ہے۔ اس کا نام رکھ دیجیے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا یہ اللہ کا عطیہ ہے۔ لہٰذا اس کا نام عطیہ رکھ دیا گیا۔

ابن سعد لکھتے ہیں اس عطیہ نے ابن آشعث کے ساتھ شامل ہو کر حجاج کے خلاف بغاوت کی۔ جب ابن الاشعث کے لشکر کو شکست ہوگئی تو یہ فارس بھاگ گیا۔ حجاج نے محمد بن قاسم کو لکھا کہ عطیہ کو طلب کر کے اس سے کہو کہ وہ حضرت علیؓ پر لعنت بھیجے ورنہ اس کے چار سو کوڑے لگاؤ۔ اور اس کا سر اور داڑھی مونڈ دو۔ محمد بن قاسم نے عطیہ کو طلب کیا۔ اور حجاج کا خط پڑھ کر سنایا۔ عطیہ نے انکار کر دیا۔ محمد بن قاسم نے اس کے چار سو کوڑے لگائے۔ اور اس کا سر اور داڑھی منڈوا دی۔ جب قتیبہ خراسان آیا تو عطیہ اس کے پاس چلا گیا۔ یہ اس وقت تک خراسان میں رہا جب تک عمر بن ہبیرہ کو عراق کی گورنری نہیں مل گئی۔ عطیہ نے ابن ہبیرہ کو لکھا کہ اسے عراق آنے کی اجازت دی جائے۔ اجازت ملنے کے بعد یہ عراق چلا گیا۔ اور وہیں ۱۱۱ھ میں مرا۔

عبد الحسین موسوی لکھتا ہے اس کی تمام اولاد شیعان آل محمد میں داخل ہے اس کی اولاد میں متعدد افراد محدث گزرے ہیں۔ اور بنو عباس کی جانب سے قاضی بنائے گئے۔

عطیہ کی روایات ترمذی اور ابو داؤد میں پائی جاتی ہیں۔ اس نے ابو سعیدؓ ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے روایات نقل کی ہیں۔ (المراجعات ص۱۰۵)

یہ تو عبد الحسین موسوی ایرانی المتوفی ۱۳۷۷ھ کا بیان تھا۔ اب ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔

عطیہ بن سعد العوفی الکوفی مشہور تابعی ہے ضعیف ہے۔ ابو سعیدؓ، ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اس کی روایات ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث لکھ لی جائے لیکن ضعیف ہے۔ سالم المرادی کہتے ہیں عطیہ شیعہ تھا۔

ابن معین کہتے ہیں نیک آدمی ہے۔ احمد کہتے ہیں ضعیف الحدیث ہے۔ ہشیم بھی اس عطیہ پر اعتراض کیا کرتے تھے۔

ابن المدینی نے یحییٰ بن سعید القطان سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں میرے نزدیک عطیہ، ابو ہارون اور بشر بن حرب ایک درجہ کے ضعیف ہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ عطیہ کلبی کذاب کے پاس جاتا اور اس سے تفسیر سنتا۔ اور کلبی کذاب کی کنیت ابوسعید تھی۔ جب عطیہ یہ کہتا ہے کہ ابوسعید نے یہ کہا اس سے مراد کلبی کذاب ہوتا ہے۔ اور عطیہ اس کی کنیت بیان کرکے لوگوں کے دلوں میں یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ یہ روایت حضرت ابوسعید سے مروی ہے۔

نسائی اور ایک جماعت کہتی ہے عطیہ ضعیف ہے۔ (میزان ج ۳ ص۷۹)

امام احمد کے قول سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جب عطیہ یہ کہتا ہے کہ فلاں روایت ابوسعید سے مروی ہے اس سے مراد ابوسعید خدری نہیں ہوتے بلکہ کلبی کذاب مراد ہوتا ہے۔ اتفاق سے یہ روایت بھی عطیہ نے ابوسعید سے نقل کی ہے یعنی کلبی کذاب سے۔ آیئے اب اس کا بھی کچھ حال ملاحظہ فرمالیں۔

شبہ ہوتا ہے کہ کلبی کا تعارف پہلے بھی ہوچکا ہے تحقیق کرلیں۔

مورخ کلبی۔ اس کا نام محمد بن السائب ہے۔ قبیلہ بنو کلب سے تعلق رکھتا ہے ابوالنضر اس کی کنیت ہے مشہور مورخ، مفسر اور ماہر انساب ہے۔ تفسیر میں اس کی کتاب آج کل تفسیر ابن عباس کے نام سے مشہور ہے جو بقول کلبی کے اس نے ابوصالح سے سنی ہے۔ ابوصالح نے ابن عباسؓ سے۔

اس کلبی کی روایت ترمذی میں پائی جاتی ہے۔

سفیان ثوری نے کلبی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ مجھ سے ابو صالح نے ایک بار کہا تو مجھ سے ابن عباسؓ کی جو روایات بیان کرتا ہے وہ کسی سے بیان نہ کرنا۔

ابو معاویہ کہتے ہیں۔ میں نے کلبی سے سنا ہے جتنا جلد میں نے قرآن یاد کیا ہے اتنا جلدی قرآن کسی نے یاد نہیں کیا۔ میں نے چھ یا سات روز میں قرآن یاد کر لیا تھا۔ اور جتنی بھول مجھے واقع ہوئی اتنی بھول کسی اور کو واقع نہ ہوئی ہو گی۔ میں نے اپنی داڑھی اپنی مٹھی میں اس ارادے سے لی کہ نیچے سے کاٹوں گا۔ لیکن اوپر سے کاٹ دی۔

یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ مجھ سے کلبی نے کہا۔ کہ جو چیز بھی میں یاد کرتا ہوں بھول جاتا ہوں۔ ایک بار حجام آیا۔ میں نے داڑھی مٹھی میں پکڑی کہ نیچے سے کٹواؤں گا۔ لیکن اس سے یہ کہہ بیٹھا کہ اوپر سے کاٹ دو۔

سفیان ثوری کہتے ہیں اس کلبی سے بچو۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ بھی تو اس سے روایت لیتے ہیں۔ کہنے لگے کہ میں اس کے سچ اور جھوٹ کو پہچان لیتا ہوں۔

بخاری کہتے ہیں اس ابو النضر الکلبی کو یحییٰ بن سعید اور عبد الرحمان بن مہدی نے چھوڑ دیا ہے۔ اور یحییٰ بن سعید نے سفیان سے نقل کیا ہے کہ کلبی نے مجھے خود یہ بات بتائی کہ ابو صالح کے نام سے میں نے جتنی روایات بیان کی ہیں سب جھوٹ ہیں (یعنی تفسیر ابن عباس تو خالص جھوٹ ہوئی۔ کیونکہ اس میں سب روایات ابو صالح کے واسطہ سے ہیں)

یحییٰ بن یعلی نے اپنے والد سے نقل کیا کہ میں کلبی کے پاس جاتا۔ اور اس سے تفسیر قرآن پڑھتا۔ ایک روز میں نے اسے یہ کہتے سُنا کہ میں ایک بار سخت بیمار ہو گیا۔ اور جو کچھ مجھے یاد تھا سب کچھ بھول گیا۔ میں آل محمد کی خدمت میں گیا۔ انھوں نے میرے منہ میں تھوکا جس سے مجھے سب کچھ بھولا ہوا یاد آ گیا۔ یعلی کہتے ہیں میں نے اس کے بعد قسم کھالی کہ میں کلبی سے کوئی روایت نہیں لوں گا۔ اس کے بعد میں نے اس سے روایت ترک کر دی۔

کاش کلبی ہمیں یہ تو بتا جاتا کہ اس کے منہ میں کن کن اشخاص نے تھوکا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ دوبارہ بھول گیا ہے۔ ہاں ہمیں حیرت اس پر ہے کہ عبدالحسین ایرانی ایسی اونچی ہستیوں کا اپنی کتاب میں کوئی ذکر نہیں کرتا۔ کہیں یہ عبدالحسین تو نہیں بھول گیا۔ کیونکہ اس دور میں اس طریقۂ علاج سے بڑی دشواری پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ آجکل ہر شیعہ آل محمد ہے۔ اس طرح اسے کروڑہا افراد سے تھکوانا ہوگا۔ ہاں اگر اسے یہ ممکن نظر نہ آئے تو سینوں میں سید اور شاہ جی بہت سے موجود ہیں ان سے تھکوالے کیونکہ دم درود کے نام سے انھوں نے یہی پیشہ اختیار کر رکھا ہے۔ آمدم برسر مطلب۔

یزید بن زریع کا بیان ہے کہ یہ کلبی سبائی تھا۔

اعمش کہتے ہیں ان سبائیوں سے بچو۔ کیونکہ میں نے جن لوگوں کو دیکھا ہے وہ انھیں کذاب کہا کرتے تھے۔

ابن عیینہ کا بیان ہے کہ میں نے کلبی سے سنا وہ کہتا تھا کہ مجھ سے ابوصالح نے کہا کہ مکہ میں کوئی ایسا شخص نہیں جسے اور جس کے باپ کو میں نہ جانتا ہوں۔

ابن عدی کہتے ہیں اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں خاص طور پر وہ روایت جو ابوصالح کے واسطے سے ابن عباسؓ سے نقل کرے۔

ابن حبان کا قول ہے کہ یہ کلبی سبائی تھا۔ اور ان لوگوں میں سے تھا جو اس کے دعویدار تھے کہ حضرت علیؓ کی موت واقع نہیں ہوئی۔ اور وہ دنیا میں دوبارہ واپس آئیں گے اور دنیا کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و ستم سے بھری ہوگی۔ یہ لوگ جب کوئی بادل دیکھتے تو کہتے کہ امیرالمؤمنین اس میں تشریف فرما ہیں۔

یعنی امام غائب اور مہدی کی آمد کا چکر تو ایک فریب ہے۔ بلکہ خود حضرت علیؓ تشریف لائیں گے۔ اور ابھی اس بات کے منتظر ہیں کہ دنیا ظلم و جور سے بھر جائے تو میں جاؤں۔ رہا ان کا بادلوں میں گھومنا۔ اس مسئلہ کو سائنس دانوں سے حل کرایا جائے۔ اور جتنا جلد حل کرالیا جائے اچھا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ امریکہ یا روس کے

تھے چڑھ جائیں۔

ہمّام کا بیان ہے کہ کلبی کہا کرتا تھا میں سبائی ہوں۔

کلبی اس کا دعویدار تھا کہ جبرائیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے کر آتے لیکن حضورؐ اگر بیت الخلا تشریف لے جاتے تو وہ علیؓ پر وحی کر کے چلے جاتے۔

سوال یہ ہے کہ ایسا حادثہ روز بروز ہوتا تھا یا گاہ بگاہ۔ اور چونکہ کلبی مؤرخ بھی ہے اس ناتے وہ یہ بھی بتا دے کہ حیات رسول میں گھروں میں بیت الخلا ہوتے تھے یا نہیں۔

احمد بن زہیر کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد سے دریافت کیا۔ کیا کلبی کی تفسیر (یعنی تفسیر ابن عباسؓ) کا مطالعہ جائز ہے۔ فرمایا نہیں۔

ابن معین کہتے ہیں کلبی ثقہ نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں کذاب ہے۔ دارقطنی اور ایک جماعت کہتی ہے متروک ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں اس کا مذہب بھی ظاہر ہے۔ اور اس کا جھوٹا ہونا بھی ظاہر ہے۔ یہ ابو صالح کے واسطہ سے ابن عباسؓ سے تفسیر روایت کرتا ہے۔ حالانکہ ابو صالح نے ابن عباسؓ کو دیکھا تک نہیں۔ اور کلبی نے ابو صالح سے دو چار باتیں ہی سنی تھیں اس کلبی کو جب جھوٹ بولنا ہوتا ہے تو ابو صالح کو قبر کی گہرائیوں سے باہر نکال لاتا ہے۔ اس کا کتاب میں ذکر کرنا بھی حلال نہیں۔ کجا کہ اس کی روایت کو بطور دلیل پیش کرنا۔ (میزان ج ۳ ص۵۵۶)

اس لحاظ سے یہ روایت ابو سعید یعنی کلبی کذاب کا ایک جھوٹ ہے۔

تین درہم کی کہانی

ایک شخص کھڑا ہوا۔ اس نے عرض کیا میں نے تین درہم دھوکے سے رکھ لئے تھے۔ آپ نے فرمایا تم نے یہ دھوکے سے کیوں رکھے تھے۔ اس نے عرض کیا میں محتاج تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا لے فضل اس سے لیلو۔

اور دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے نبیؐ آپ کے ذمہ میرے تین درہم ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہم کسی کہنے والے کو جھوٹا نہیں کہتے اور نہ اس سے قسم لیتے ہیں۔ اے فضل اسے تین درہم دیدو

ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں بہت جھوٹا ہوں، بہت بدکار ہوں اور بہت سوتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے اللہ اسے صداقت عطا فرما۔ اور اس سے نیند کو دور فرما۔

پھر ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا، میں بہت جھوٹا ہوں اور میں منافق ہوں۔ اور کوئی شئے ایسی نہیں جو میں نے نہ کی ہو۔

حضرت عمرؓ بولے تو نے اپنے آپ کو ذلیل کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا کی رسوائی اے عمرؓ آخرت کی رسوائی سے بہت کم ہے۔ اے اللہ اسے صداقت اور ایمان عطا فرما اور اسے خیر عطا فرما۔

ابن عباسؓ سے یہ کہانی عطار نے نقل کی ہے۔ علی بن المدینی کہتے ہیں عطاء بن ابی رباح اور عطاء بن یسار سے تو یہ روایت مروی نہیں۔ مجھے ڈر ہے یہ عطاء الخراسانی ہے کیونکہ ابن عباسؓ سے یہ مرسل روایت نقل کرتا ہے۔ اور عطاء الخراسانی قابل قبول نہیں۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اِدھر اُدھر سے لے کر ایک جھوٹی کہانی تیار کی گئی ہے۔ اس کا ایک راوی قاسم بن یزید بن عبداللہ بن قسیط ہے۔ اس کی یہ روایت منکر ہے عقیلی نے اسے معلول قرار دیا ہے۔ (میزان جلد ۳ ص۳۸۱)

مجالد کا بیان ہے کہ میں ابوالوداک پر گواہی دیتا ہوں اور ابوالوداک نے ابوسعید پر گواہی دی وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ناقل ہیں۔

اہل جنت کا علیین کو ستاروں کے مانند دیکھنا

آپ نے ارشاد فرمایا اہل جنت علیین کو ایسے ہی دیکھتے ہیں۔ جیسے تم ستاروں کو دور کے کناروں میں دیکھتے ہو۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ انہی میں سے ہوں گے۔ اور وہ بہت اچھے ہیں۔

یہ روایت ابن حبان نے نقل کر کے یہ بھی لکھا ہے کہ اسمٰعیل کا بیان ہے کہ وہ مجالد کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے یہ روایت بیان کی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے عطیہ سے سُنا اور عطیہ نے گواہی دی کہ اس نے ابو سعید سے اور ابو سعید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سُنی۔

اس کا ایک راوی مجالد بن سعید الہمدانی ہے۔ کمزوری کے باوجود مشہور محدث ہے۔ مسلم، ترمذی، ابوداؤد وغیرہا میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ احمد کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ وہ روایات جو عام محدثین مرسل طور پر پیش کرتے ہیں یہ انھیں مرفوع بنا کر پیش کرتا ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔

اشج کا بیان ہے کہ شیعہ ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید اسے ضعیف کہتے تھے۔ اور عبدالرحمٰن بن مہدی اس کی روایت نہیں لیتے تھے۔

فلاس کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن سعید القطان کو یہ کہتے سنا ہے کہ اگر تو یہ چاہے کہ مجالد تمام روایات اس ایک سند سے بیان کرے۔ عن الشعبی عن مسروق عن عبداللہ تو وہ تمام احادیث اسی سند سے بیان کردے گا (یعنی اسے برملا جھوٹ بولنے میں کوئی باک محسوس نہ ہوگا)

خالد الطحان سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کوفہ گئے۔ لیکن آپ نے مجالد سے کوئی روایت نہیں لکھی۔ اس کی کیا وجہ؟ انھوں نے فرمایا اس لئے نہیں لکھی کہ اس کی داڑھی لمبی تھی (یعنی داڑھی طویل ہونا حماقت کی دلیل ہے۔ اس کا صحیح جواب تو غیر مقلدین ہی دے سکتے ہیں۔ (میزان جلد ۳ صفحہ ۴۳۸)

آسمانوں میں زمرد اور عقیق کے گھوڑے

حضرت انسؓ کا بیان ہے۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

نقل کیا ہے کہ جب جبرئیلؑ مجھے آسمان میں لے کر گئے وہاں دو گھوڑے بندھے ہوئے تھے جن کے لگام لگی ہوئی تھی وہ گھوڑے نہ لید کرتے تھے اور نہ پیشاب۔ ان کے سر یاقوت کے تھے۔ ان کے کھر سبز زمرد کے تھے اور ان کے بدن زرد عقیق کے بنے ہوئے تھے۔ ان سب کے پر تھے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا۔ یہ گھوڑے کس کے لئے ہیں۔ جبرائیلؑ نے بتایا یہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے محبت کرنے والوں کے لئے ہیں جن پر سوار ہو کر یہ لوگ ابوبکرؓ و عمرؓ کی زیارت کریں گے۔

اس کا راوی محمد بن عبیداللہ بن مرزوق ہے۔ جو اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس نے عفان کی جانب منسوب کر کے یہ جھوٹ بیان کیا ہے۔ (میزان ج ۳ ص ۶۳۴)

فضائل عمرؓ کی کثرت

حضرت عمار بن یاسر فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے پاس ابھی ابھی جبرئیلؑ آئے تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا۔ اے جبرئیلؑ آسمان میں جو عمرؓ کے فضائل ہیں وہ مجھ سے بیان کرو۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا۔ اے محمدؐ آسمان میں جو عمرؓ کے فضائل ہیں اگر میں تجھ سے بیان کروں تو نوحؑ اپنی قوم میں پچاس کم ایک ہزار سال ٹھہرے تو اتنی عمر بھی عمرؓ کے فضائل بیان کرنے میں کم ہوگی۔ حالانکہ عمرؓ نے ابوبکرؓ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی پائی ہے۔

ابن جوزی کہتے ہیں۔ ابوالفتح الازدری کا بیان ہے کہ اس روایت کا راوی اسمٰعیل ضعیف ہے۔

ابوحاتم کا بیان ہے کہ ولید مجہول ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ ولید ایسی منکر روایات بیان کرتا ہے جو کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہوتا۔

(العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۔۔۔)

ابن حبان نے جس ولید کا ذکر کیا ہے وہ ولید بن الفضل العنزی ہے۔ اس سے حسن بن عرفہ نے روایت لی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ راوی موضوع روایات بیان کرتا ہے۔ اس کی روایات کو حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کی مذکورہ روایت ابن عرفہ نے اسمٰعیل بن عبید سے نقل کی ہے۔ اور اسمٰعیل بن عبید ایک ہلاک کرنے والا شخص ہے اور یہ روایت باطل ہے۔ (میزان جلد ۴ ص۳۴۲)

حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک روز عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر انسان۔ ابوبکر نے جواب دیا تو نے یہ بات کہی۔ لیکن میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ سورج عمر سے بہتر کسی انسان پر طلوع نہیں ہوا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت صحیح نہیں عبدالرحمٰن کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ اور عبدالرحمٰن کی اس روایت کے علاوہ کوئی نہیں پہچانتا۔

رہا عبداللہ بن داؤد تو ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ انتہائی منکر ہے مشاہیر سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی روایات کو حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔

العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ جلد ۱ ص۱۹۵)

ترمذی نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد کہا ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس سند کے علاوہ اس کی کوئی اور سند نہیں جانتے اور اس روایت کی یہ سند کچھ نہیں۔ (ترمذی جلد ۲ ص۲۳۱)

محشی العلل المتناہیہ لکھتے ہیں اس روایت کو عقیلی نے اپنی ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ اسے ترمذی نے جلد دوم اور حاکم نے ص۹ جلد سوم پر بیان کیا ہے۔ اور کہا ہے یہ روایت صحیح الاسناد ہے۔ لیکن حافظ ذہبی حاکم کے اس قول پر اعتراض کیا۔ اور کہا اس عبداللہ کو محدثین نے ضعیف قرار دیا۔ اور عبدالرحمٰن پر

کلام ہے۔ اور یہ روایت موضوع کے مشابہ ہے۔

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔ یہ روایت جھوٹ ہے۔

اس کا ایک راوی عبدالرحمٰن ابن اخی محمد بن المنکدر ہے۔ اسے کوئی نہیں پہچانتا اور نہ کوئی اس کی روایت نقل کرتا ہے۔ اس کی روایت عبداللہ بن داؤد التمار نے نقل کی ہے۔ اور عبداللہ بن داؤد تو ایک آفت ہے۔ پھر ذہبی نے مذکورہ روایت پیش کی۔ (میزان الاعتدال۔ ج ۲ ص ۶۰۳)

عبداللہ بن داؤد التمار۔ یہ شخص واسط کا رہنے والا ہے۔ اس لئے اسے واسطی کہا جاتا ہے۔

بخاری کا بیان ہے اس پر اعتراض ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ راوی ضعیف ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ قوی نہیں اس کی روایات میں منکرات لاتعداد ہوتی ہیں۔ ابن حبان اور ابن عدی نے بھی اس پر کلام کیا ہے۔

ابن عدی اس کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ یہ عبدالرحمٰن ابن اخی محمد بن المنکدر کے واسطے سے یہ روایت نقل کرتا ہے۔ پھر ابن عدی نے یہ روایت نقل کی۔

پھر ذہبی نے اس کی چند روایات نقل کرنے کے بعد یہ روایت نقل کی کہ اس عبداللہ بن داؤد نے حماد کے ذریعہ مختار بن ملفل سے نقل کیا ہے۔ اس نے حضرت انس سے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص شب جمعہ میں دو رکعت نماز پڑھے اور اس میں سورت فاتحہ اور پندرہ بار اذازلزلت پڑھے تو اللہ تعالےٰ اسے قبر اور قیامت کے روز خطرناکیوں سے بچائے گا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ انشاءاللہ اس راوی میں کوئی حرج نہیں۔

ذہبی لکھتے ہیں۔ بلکہ اس میں ہر برائی موجود ہے۔ اور یہ روایت اس کا ثبوت پیش کر رہی ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ اور بخاری یہ بات سوائے اس شخص کے کسی کے لئے نہیں بولتے جسے وہ متہم کرنا چاہتے ہوں۔

حضرت عمرؓ کا غضب اللہ کا غضب ہے

حضرت علی بن ابی طالب کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے لوگو عمرؓ کے غضب سے بچو۔ کیونکہ اللہ اس وقت غضبناک ہوتا ہے جب عمرؓ غضب ناک ہوتے ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت نہیں۔

ابو بکر الخطیب کا بیان ہے کہ ابو نقان کا نام محمد بن عبداللہ النحاس ہے۔ جو ثقہ راویوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۱۹۶)

حضرت عقبہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ عرفہ کی شام عمرؓ کے ذریعہ فخر فرماتا ہے۔

ابن الجوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کا ایک راوی مشرح بن عاہان ہے جس کا حال پہلے گذر چکا ہے۔ رہ گیا ابن لہیعہ تو اس کی روایت انتہائی ردی ہوتی ہے۔ ابو زرعہ کا بیان ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے نہیں جن کی روایت کو دلیل میں پیش کیا جائے۔ رہ گیا بکر بن یونس۔ بخاری اور ابو حاتم کا بیان ہے۔ یہ منکر الحدیث ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جن کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۱۹۶)

ابن لہیعہ کا حال سابقہ جلدوں میں گذر چکا لیکن اس وقت بکر بن یونس اور مشرح بن عاہان کا حال ملاحظہ فرمائیں۔

مشرح بن عاہان مصری ہے۔ عقبۃ بن عامر سے روایات کرتا ہے۔ اس کی روایات ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ صدوق ہے۔ ابن حبان نے اسے کمزور قرار دیا۔ عثمان بن سعید نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ ثقہ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی کنیت ابو مصعب ہے۔ عقبہ سے منکر

روایات نقل کرتا ہے جس کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ اس سے لیث اور ابن لہیعہ نے روایت لی ہے۔

عقیلی نے کتاب الضعفاء میں اس کا تذکرہ کیا اور اس پر بہت کچھ لکھا ہے اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ شخص حجاج کے ساتھ مکہ پر حملہ کرنے آیا تھا اور اسی نے کعبہ پر چلانے کے لئے منجنیق نصب کی تھی۔ (میزان ج ۴ ص۱۱)

بکر بن یونس۔ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ یہ موسیٰ بن علی اور لیث سے روایات نقل کرتا ہے۔

بخاری کا بیان ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ ابن حبان نے اسے ضعیف قرار دیا ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنھیں کوئی بیان نہیں کرتا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس نے مشروح والی روایت نقل کی ہے جو انتہا سے زیادہ منکر ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص۳۴۷)

عرفہ کے روز اللہ تعالےٰ عمرؓ پر فخر کرتا ہے

حضرت عقبہؓ سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالےٰ عرفہ کی شام کو عمرؓ کے ذریعہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت انتہائی منکر ہے۔

اس کا راوی بکر بن یونس بن بکیر ہے جو ابن لہیعہ سے یہ حدیث روایت کر رہا ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ اکثر ایسی روایات بیان کرتا ہے جو اور کوئی نہیں کرتا۔ (میزان جلد ۱ ص۳۴۷)

بکر بن یونس بن بکیر کا استاد عبداللہ بن لہیعہ بھی نا قابل اعتبار ہے۔ جس کا حال پہلے حصوں میں بیان کیا جا چکا۔

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ عرفہ کے روز لوگوں پر فخر کرتا ہے۔ اور خاص طور پر عمرؓ پر فخر کرتا ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں اس کا راوی موسیٰ بن عبدالرحمان دجال ہے۔ احادیث وضع کرتا تھا۔ موسیٰ بن عبدالرحمان الثقفی الصنعانی (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج۱ ص۱۹۴)

معروف شخص ہے لیکن ثقہ نہیں ہے۔ ابن حبان اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔ یہ شخص دجال ہے۔ اس نے ابن جریج۔ اور عطا کے واسطے ابن عباس سے ایک کتاب تفسیر میں وضع کی ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ یہ شخص ابو محمد المفسر کے نام سے مشہور ہے۔ پھر ابن عدی نے اس کی متعدد روایات نقل کیں جن میں سے ایک روایت یہ ہے۔

"میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہوگی"۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔

موسیٰ بن عبدالرحمان نے یہ روایت ابن جریج سے نقل کی ہے۔ جس کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز ابن جریج ہے۔ ابو خالد اس کی کنیت ہے۔ مکہ کا باشندہ ہے۔ مشہور ایک ثقہ فرد ہے۔ تدلیس سے کام لیتا ہے۔ تمام اصحاب صحاح نے اس سے روایات لی ہیں۔ سب اس کے ثقہ ہونے پر متفق ہیں۔ (لیکن) انھوں نے اپنی زندگی میں ستر متع فرمائے تھے اور یہ متعہ جائز سمجھتے تھے۔ اور یہ اپنے زمانہ کے اہل مکہ کے فقیہ ہیں۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ ابن جریج جن روایات کو مرسل بیان کرتا انہیں میرے والد موضوع قرار دیتے۔ اور کہتے یہ ابن جریج تو اس کی بھی پرواہ نہ کرتا کہ روایت کہاں سے نقل کر رہا ہے۔

(ہم ایسے شخص کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں جو فقیہ مکہ ہو اور مشہور متعہ باز ہو)

یہ ابن جریج مدلس ہے اور مدلس کی وہ روایت قابل قبول نہیں ہوتی جو وہ عن کے ذریعہ روایت کرے (اور یہ روایت بھی عن سے مروی ہے)

اللہ تعالیٰ کا حضرت عمرؓ سے مصافحہ کرکے جنت میں داخل کرنا

حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حق تعالےٰ سب سے اول عمر بن الخطاب سے تین بار مصافحہ فرمائیں گے۔ اور سب سے اول عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل فرمائیں گے۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں۔ امام احمد بن حنبل اور یحیٰ ابن معین کا بیان ہے کہ داؤد بن عطا کچھ نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اسے کسی حال میں پیش کرنا حلال نہیں۔ اس کی ایک اور بھی سند ہے۔ جس میں ابوالبختری ہے جو کذاب ہے۔ اور محمد بن ابی حمید کے بارے میں نسائی لکھتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔

(العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ۱۹۶)

میں نے ۱۹۸۲ء میں سنن ابن ماجہ کا ترجمہ کیا تھا جو قرآن محل میں چھپا ہوا ہے۔ وہاں بھی میں نے اس حدیث پر کلام کیا تھا۔ آج دوبارہ مختصراً کلام کئے دیتا ہوں۔

داؤد بن عطاء المدنی۔ اس کی کنیت ابوسلیمان ہے۔ زبیر کے غلاموں میں سے ہیں۔ صرف ابن ماجہ نے اس سے روایات لی ہیں۔ اسے داؤد بن ابی عطا بھی کہا جاتا ہے۔ زید بن اسلم اور صالح بن کیسان سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اس سے اوزاعی جو اس کے شیخ بھی ہیں۔ ابراہیم بن المنذر اور عبداللہ بن محمد الاذرعی روایات نقل کرتے ہیں۔

امام احمد کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ پھر ذہبی نے یہ روایت نقل کرکے اسے منکر قرار دیا۔

جہاں تک دوسری سند کا تعلق ہے تو اس میں ابوالبختری مشہور کذاب ہے اور اس کی سند میں محمد بن حمید بھی ہے۔ جو مشہور مورخ ہے اور کذاب ہے۔ نسائی کا بیان ہے یہ شخص ثقہ نہیں۔ اس سے ابوداؤ، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ یہ شخص یعقوب قمی سے روایات نقل کرتا ہے۔ ضعیف ہے۔ یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ یہ شخص منکرات نقل کرتا ہے۔ بخاری کہتے ہیں اس پر اعتراض

ہے۔ (اس ابن حمید کا تفصیلی حال پہلے کسی حصہ میں بیان کیا جاچکا ہے۔ وہاں دیکھ لیں)

نبی کریمؐ و حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ ایک ہی مٹی سے پیدا ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر بچہ کی ناف میں اس مٹی کا اثر ہوتا ہے جس سے وہ انسان پیدا کیا گیا ہے جب انسان بڑھاپے کو پہنچ جاتا ہے تو اسے اس مٹی کی جانب پہنچایا جاتا ہے۔ اور وہ اس میں دفن کیا جائے گا۔ (اور میں اور ابوبکرؓ و عمرؓ ایک مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ اور ہم اسی ایک مٹی میں دفن ہوں گے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ دارقطنی کہتے ہیں۔ اس روایت میں موسیٰ بن سہل ضعیف ہے۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص۱۹۵)

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔ موسیٰ بن سہل بن ہارون الرازی۔ اس نے اسحاق ازرق سے ایک باطل روایت نقل کی ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص۲۰۱)

حضور نبی کریمؐ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ زمین اور آسمان میں سب سے بہتر ہیں،

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ اولین میں بھی بہتر ہیں اور بعد میں آنے والوں میں بھی بہتر ہیں اور تمام آسمان والوں میں بھی بہتر ہیں۔ اور تمام زمین والوں میں بھی۔ بجز انبیاء کرام اور رسولوں کے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت منکر ہے اور جبرون کو کوئی نہیں پہچانتا (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص۱۹۹)

ذہبی لکھتے ہیں۔ جبرون بن واقد الافریقی۔ اس سے محمد بن داؤد القنطری نے مذکورہ روایت نقل کی ہے اور ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ اللہ کا کلام میرے

کلام کو منسوخ کر سکتا ہے۔ یہ ہر دو روایات موضوع ہیں۔ (میزان الاعتدال ج۳ ۳۸۶)

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نبی کریمؐ کے لئے ایسے ہیں جیسے حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے لئے

حضرت عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ میری جگہ ایسے ہی ہیں جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کی جگہ تھے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس روایت کے وضع کرنے والا شاعر ہے (شاعر سے مراد ابوالقاسم علی بن الحسن بن علی بن زکریا الشاعر ہے)

ابوحاتم کا بیان ہے کہ قرعۃ بن سوید حجت نہیں۔ احمد کہتے ہیں مضطرب الحدیث ہے

(العلل المتناہیہ فی حدیث الواہیہ ج ا ص۱۹۹)

ذہبی رقم طراز ہیں

قرعۃ بن سوید بن حجیر الباہلی البصری۔ یہ شخص اپنے باپ محمد بن المنکدر اور ابن ابی الملیکہ سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے قتیبہ اور مسدد نے روایات نقل کی ہیں۔

بخاری کا بیان ہے کہ یہ شخص قطعاً قوی نہیں۔ ابن معین کے اس سلسلہ میں دو قول ہیں۔ ایک بار انھوں نے ثقہ کہا۔ اور ایک بار ضعیف کہا۔

احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ یہ شخص مضطرب الحدیث ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس کی روایت حجت میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ نسائی کہتے ہیں یہ شخص ضعیف ہے۔ ابن عدی نے اسے مہمل قرار دیا ہے اور اس کی سابقہ منکر روایت نقل کی جس کے پورے الفاظ یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا لیکن تمھارے اس ساتھی نے اللہ کو دوست بنا لیا ہے اور ابوبکرؓ و عمرؓ میری جگہ ایسے ہی ہیں جیسے موسیٰؑ کی جگہ ہارونؑ تھے۔ (میزان ج۳ ص۳۹۰)

محمد بن جریر بن یزید الطبری۔ امام ہے، مشہور مفسر ہے۔ ابوجعفر اس کی کنیت ہے۔ مشہور تصانیف کا مصنف ہے۔ اس کی دو کتابیں بہت مشہور ہیں۔

ایک تفسیر، اور ایک تاریخ۔ سنہ ۳۱۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

ذہبی کا بیان ہے۔ ثقہ ہے، سچا ہے اس میں تشیع ہے اور اہلِ بیت کی ایسی محبت پائی جاتی ہے جو کسی کو ضرر نہ پہنچائے۔ حافظ احمد بن علی السلیمانی نے زیادتی کی جو یہ فرمایا کہ یہ شخص رافضیوں کے لئے روایت وضع کرتا تھا۔ یہ ایک اتہام ہے جو بدگمانی کے باعث کیا جارہا ہے بلکہ ابن جریر بڑے ائمۂ اسلام میں سے ہیں۔ علماء کا ایک دوسرے پر کلام۔ بہتر ہے کہ اس سے بچا جائے اور اتنے بڑے امام کے بارے میں۔ (میزان ص ۴۹۹ ج ۳)

ابن جریر کی کتابیں دیکھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ امام الکفر و الطغیان ہے۔ اسے مسلم کہنا بھی ایک گناہِ عظیم ہے۔

سنّت کو لازم پکڑنے والا اہلِ سنّت ہے

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا جس شخص نے میری سنت کو لازم پکڑا وہ جنت میں داخل ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ سنت کیا شئے ہے۔ فرمایا تیرے باپ اور اس کے ساتھی عمرؓ کی محبت۔

یحییٰ کا بیان ہے۔ کہ عمر مولیٰ غفرہ ضعیف ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے یہ روایات میں تبدیلیاں کرتا رہتا تھا اس کی حدیث حجت نہیں اور نہ سعید بن رحمہ کی روایت حجت ہے۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ۔ ص ۲۰۰ ج ۱)

ذہبی کا بیان ہے۔ کہ

عمر مولیٰ غفرہ۔ مدینہ کا باشندہ تھا، کافی عمر والا شخص تھا۔ اس نے ابن عباسؓ سے حدیث روایت کی ہے۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ ابن عباسؓ سے اس نے ملاقات کی ہے یا نہیں۔ نیز ابن عمر۔ انس بن مالک۔ سعید ابن المسیب اور محمد بن کعب وغیرہ سے روایات نقل کی ہیں۔ اس سے بشر بن المفضل، عیسیٰ بن یونس اور ابن شابور نے حدیث روایت کی ہے۔

احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں، لیکن اس کی اکثر احادیث مرسل ہوتی ہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے ثقہ ہے بہت سی روایات کا ناقل ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے ضعیف ہے۔ اسی طرح نسائی نے کہا کہ ضعیف ہے۔

ابن حبان کا بیان ہے۔ اس سے لیث بن سعد اور متعدد افراد نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ شخص روایات میں تبدیلی کرتا رہتا تھا۔ یہ ثقہ راویوں سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو ثقہ راویوں کی روایات کے مطابق نہیں ہوتیں، اس کی روایات دلیل میں پیش کرنا جائز نہیں اور نہ کتابوں میں اس کا ذکر کرنا جائز ہے۔

اسحاق بن راہویہ کا بیان ہے کہ عیسیٰ بن یونس کہتے ہیں کہ میں نے عمر مولیٰ غفرہ سے سوال کیا۔ کیا تو نے ابن عباس سے کوئی روایت سنی۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ان کا زمانہ پایا ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ بات اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ اس نے ابن عباسؓ سے کوئی روایت نہیں سنی بلکہ ابن عباس سے اس کی سب روایات مرسل ہوتی ہیں۔ ۱۴۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

سعید بن رحمۃ بن نعیم المقیصی۔ ابن المبارک سے روایت نقل کرتا ہے اور ابن المبارک کی کتاب الجہاد کا ناقل ہے۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی روایت حجت میں پیش کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے۔ (میزان ج ۲ ص ۱۳۵)

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے محبت کرنے والا مومن و متقی اور بغض رکھنے والا منافق ہے

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ جبرئیل ہیں جنھوں نے مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے خبر دی ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے وہی شخص محبت کرسکتا ہے جو مومن و متقی ہو۔ اور ان دونوں سے بدبخت

منافق کے علاوہ کوئی شخص بغض نہیں رکھ سکتا اور جنت مسلمان کی اتنی مشتاق ہے جتنے مسلمان اس کے مشتاق ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں اس لئے کہ حسنؒ بصری نے حضرت ابوہریرہؓ سے کوئی روایت نہیں سنی۔

ابراہیم بن مالک الانصاری کے سلسلہ میں ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔

احمد بن عیسیٰ مجہول راویوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔

(العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ص۲ ج۱)

ذہبی کا بیان ہے کہ ابراہیم بن مالک الانصاری البصری حماد بن سلمہ وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث موضوع ہوتی ہیں۔

ذہبی کا بیان ہے۔ میرے نزدیک اس ابراہیم سے مراد ابراہیم بن ابرار ہے۔ لوگوں نے اس کے نام میں تدلیس سے کام لیا ہے اور اسے باپ کے بجائے دادا کی جانب منسوب کر دیا۔ (میزان ص۴۵ ج۱)

ذہبی ابراہیم بن البرار بن النضر بن انس بن مالک الانصاری کے حال میں رقم طراز ہیں۔

ابن عدی کا کہنا ہے کہ یہ بہت زیادہ ضعیف ہے۔ باطل روایات بیان کرتا ہے۔ عقیلی نے بھی یہی دعویٰ کیا ہے۔ نیز عقیلی کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں سے باطل کہانیاں نقل کرتا ہے۔ ابن عدی نے اس کی تین باطل روایات گنائیں۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ ابراہیم بن البرار۔ نضر بن انس کی اولاد میں سے ہے۔ یہ بوڑھا شام کے چکر لگاتا اور ثقہ راویوں سے موضوع روایات نقل کرتا۔ اس کا ذکر بجز اس صورت کے جائز نہیں کہ اس پر جرح کی جائے۔

(میزان الاعتدال ص۳۳ ج۱)

نبی کریمؐ نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کو جو ثواب ملے گا میں اُسے بیان نہیں کر سکتا۔

عنیۃ الخولانی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے بعد جن لوگوں کو اسلام پر ثواب دیا جائے گا وہ ابوبکرؓ و عمرؓ ہوں گے۔ اور اگر میں اس ثواب کو بیان کروں جو اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ و عمرؓ کو عطا فرمائیں گے تو میں اسے بیان نہیں کر سکتا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ احمد بن حنبل یحیٰ ابن معین اور دار قطنی کا بیان ہے کہ خُلید ضعیف ہے۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ کُدیمی احادیث وضع کرتا تھا۔

(العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج۱ ص۲۰۱)

خلید بن دعلج۔ اس کی کنیت ابو حلیس ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی کنیت ابو عمرو ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ بیت المقدس میں مقیم ہو گیا تھا حسن بصری اور ایک جماعت سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے نفیلی اور ابو توبۃ الحلبی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔

احمد بن حنبل اور یحیٰ بن معین کا بیان ہے کہ شخص ضعیف ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ ابو حاتم کا قول ہے، یہ مضبوط نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنھیں دوسرے لوگ نہیں روایت کرتے ہیں ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ شخص بہت غلطیاں کرتا ہے۔ دار قطنی کا بیان ہے کہ یہ شخص متروک ہے۔ اور صحاح کے مصنفین نے اس کی روایت نہیں لی (میزان ج۱ ص۶۶۳)

کُدیمی۔ اس کا نام محمد بن یونس بن موسیٰ القرشی السامی الکدیمی ہے یہ شخص بصرہ کا رہنے والا ہے۔ حافظ ہے لیکن اس کا شمار متروکین میں ہوتا ہے یہ شخص طیالسی۔ حربی اور اس طبقہ کے لوگوں سے روایات لیتا ہے۔ اور اس سے ابوبکر

قطنی اور ایک گروہ نے روایات نقل کی ہیں۔

کُدیمی کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک روز علی بن المدینی نے کہا۔ کہ تیرے پاس وہ روایات ہیں جو میرے پاس نہیں۔

کُدیمی کا بیان ہے کہ میں نے ایک ہزار ایک سو راویوں سے روایات نقل کی ہیں اور میں نے حج کیا۔ اور میں نے عبدالرزاق کو دیکھا ہے لیکن اس سے کوئی روایت نہیں سُنی۔

احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ کُدیمی اچھی معرفت رکھتا تھا۔ اس پر کوئی اعتراض نہ تھا لیکن شاذ کونی کی صحبت سے اعتراضات شروع ہوئے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کُدیمی پر وضع حدیث کا الزام ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں اس کُدیمی نے ایک ہزار سے زائد روایات وضع کی ہیں۔

ابن عدی کا قول ہے کہ اس نے ایسے لوگوں سے روایات سننے کا دعویٰ کیا جنھیں کبھی دیکھا تک نہیں۔

ابو عبید الآجری کا بیان ہے کہ میں نے ابوداؤد کو دیکھا کہ وہ کدیمی کو مطلقاً جھوٹا کہتے تھے۔ اسی طرح موسیٰ بن ہارون اور قاسم المطرز نے اسے کذاب کہا ہے اور اسمٰعیل خطبی نے جہالت کا ثبوت پیش کیا جو یہ کہا کہ یہ ثقہ ہے۔ میں نے اسکی مجلس سے زیادہ مخلوق کہیں نہیں دیکھی۔ سو سال سے زیادہ کی عمر میں ۲۸۶ھ میں اس کی موت واقع ہوئی۔

دار قطنی سے اس کے سلسلہ میں دریافت کیا گیا۔ انھوں نے فرمایا اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ اس کے بارے میں اچھی بات تو وہی کہہ سکتا ہے جو اس کے حال سے واقف نہ ہو۔

دار قطنی کا یہ بیان بھی ہے کہ مجھ سے ابو بکر احمد بن المطلب الہاشمی نے بیان کیا ہے کہ ہم ایک روز قاسم بن زکریا المطرز کے پاس بیٹھے تھے وہ اپنی کتاب میں کُدیمی کی ایک روایت پر سے گذرے تو انھوں نے اس روایت

کی قرارت نہیں کی تو محمد بن عبد الجبار کھڑے ہوئے۔ اور یہ محمد کدیمی کی اکثر روایات لیتے۔ انھوں نے شیخ سے کہا اے شیخ آپ پر لازم ہے کہ آپ ہمارے روبرو کدیمی کی روایات بھی بیان کریں تو قاسم بن زکریا المطرز نے انکار کر دیا اور بولے میں کل جب قیامت کے روز اللہ کے سامنے پیش ہوں گا تو کہوں گا اے اللہ یہ کدیمی تیرے رسول اور علماء پر جھوٹ بولتا تھا۔

امت میں سے سب سے پہلے ابو بکرؓ و عمرؓ جنت میں داخل ہوں گے

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا۔ اس امت سب سے اول جنت میں ابو بکرؓ و عمرؓ داخل ہوں گے۔ اور میں معاویہؓ کے ساتھ حساب کے لئے رکا ہوا ہوں گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ عقیلی کا قول ہے کہ اصبغ مجہول ہے اور اس کی حدیث محفوظ نہیں۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۰۶)

اصبغ کا حال ہم پہلے کسی حصہ میں بیان کر چکے ہیں۔ یہی حال سدی کا ہے یہ ہر دو اشخاص کذاب ہیں۔

جنت میں ایک درخت کے پتوں پر محمد رسول اللہؐ ابو بکر صدیقؓ عمر الفاروقؓ عثمانؓ ذو النورین کا لکھا ہونا

عبد اللہ بن عباس کا بیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے جس کے پتے پر لکھا ہوا ہے۔ محمد رسول اللہ، ابو بکر الصدیق عمر الفاروق، عثمان ذو النورین ۔

ابن الجوزی کا دعویٰ ہے۔ ابو حاتم بن حبان کا قول ہے کہ یہ روایت باطل اور موضوع ہے۔ اس کا ایک راوی علی بن جمیل ہے۔ وہ احادیث وضع کرتا۔

اس سے روایت نقل کرنا بھی حلال نہیں۔ ابواحمد بن عدی کا بیان ہے کہ جریر سے اس علی بن جمیل کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور علی ثقہ لوگوں کے نام سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔ اور چوری کرتا ہے۔ اس سے ایک شخص نے یہ حدیث چوری کی جس کا نام معروف بن ابی معروف البلخی تھا۔ پھر اس سے اور لوگوں نے یہ روایت چوری کی۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد کے ذریعہ اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج ہوئی۔ تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر صدیق، عمر الفاروق، عثمان ذوالنورین مظلوم قتل کئے جائیں گے۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں۔ اس لئے کہ ابوبکر الصوفی اور محمد بن نجیب دونوں کذاب ہیں۔ یحیٰ بن معین کا دعویٰ یہی ہے۔

(میرا دعویٰ یہ ہے کہ یہ روایت جعفر نے اپنے باپ محمد کے واسطے اپنے دادا زین العابدین سے نقل کی ہے۔ اور زین العابدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بلکہ چاروں خلفاء کی وفات کے بعد پیدا ہوئے ہو سکتا ہے کہ ابوبکر الصوفی کے علاوہ کچھ اور بھی صوفی ہوں۔ کیونکہ اتنا صریح جھوٹ صوفیوں کے علاوہ کوئی نہیں بولتا۔) (الموضوعات ص ۳۳۴)

حضرت عثمان غنیؓ سے متعلق روایات

حضرت عثمانؓ کا حضرت ابراہیمؑ کے مماثل ہونا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم عثمانؓ کو اپنے باپ ابراہیمؑ سے تشبیہ دیتے ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت نہیں۔

عقیلی کا بیان ہے کہ عمر بن صالح نقل حدیث میں مجہول ہے۔ کوئی شخص اس کی حدیث کی متابعت نہیں کرتا۔ (میزان الاعتدال ج۳ ص۲۰۶)

ابن جوزی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمر العمری کو یحییٰ بن معین نے ضعیف کہا ہے ابن حبان کہتے ہیں اس پر عبادت کا غلبہ تھا۔ حتیٰ کہ یہ شخص خبریں اور احادیث یاد کرنے سے غافل ہو گیا۔ اور اس کی روایات میں منکرات داخل ہو گئیں۔ اس لحاظ سے یہ متروک ہونے کا مستحق ہوا۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج۱ ص۲۰۲)

حافظ ذہبی رقم طراز ہیں۔

عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب العمری المدنی۔ یہ شخص عبیداللہ کا بھائی ہے۔ سچا ہے لیکن اس کے حافظہ میں خرابی ہے۔ اس نے نافع اور ایک جماعت سے حدیث روایت کی ہے۔

احمد بن مریم نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

دارمی کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے دریافت کیا کہ جب یہ عبداللہ بن عمر نافع سے روایت کرتا ہے تو کیسا ہے۔ انھوں نے جواب دیا نیک ہے ثقہ ہے۔

فلاس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اس کی کوئی روایت نہ لیتے۔ احمد بن حنبل کا کہنا ہے نیک ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ نسائی وغیرہ کا قول ہے کہ یہ شخص قوی نہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ شخص فی نفسہٖ سچا ہے۔ احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ یہ عبداللہ نیک آدمی تھا۔ جب تک اس کا بھائی عبیداللہ زندہ رہا لوگ اس سے حدیث کا سوال کرتے۔ لیکن ابو عثمان کی حیات میں یہ کچھ نہ رہا۔

ابن المدینی کا بیان ہے کہ یہ شخص عبداللہ ضعیف ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ اس شخص پر نیکی اور عبادت کا غلبہ ہوا حتیٰ کہ یہ روایات کی یادداشت سے بھی غافل ہو گیا۔ اور جب اس کی خطائیں زیادہ ہو گئیں تو متروک قرار دیا گیا۔ ۱۷۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

اس نے سالم کے ذریعہ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب سے پہلے میں قبر سے اٹھایا جاؤں گا۔ پھر ابو بکرؓ پھر عمرؓ۔ پھر میرے ساتھ اہل بقیع قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ پھر میں حرمین میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کو ابن جوزی نے العلل المتناہیہ میں نقل کیا ہے۔ اور اسے روایت کرنے والا عبداللہ بن نافع ہے جو ایک واہی انسان تھا۔ اور یہ روایت انتہا سے زیادہ منکر ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۶)

حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ میں حفظِ مراتب کی ترتیب

حضرت سہل بن ابی حثمہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے بیعت لی۔ جب وہ شخص آپؐ کے پاس سے باہر آ گیا تو علیؓ نے سوال کیا کہ اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم انتقال کر جائیں تو تو اپنا حق کس سے لے گا۔ اس شخص نے جواب دیا میں نہیں جانتا۔ علیؓ نے کہا اچھا واپس جاؤ اور پھر سوال کرو۔ وہ شخص گیا

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا ابو بکرؓ سے۔ جب وہ شخص واپس لوٹا تو علیؓ نے اس سے کہا اچھا واپس جاؤ۔ اور سوال کرو کہ اگر آپ بھی مرجائیں اور ابو بکرؓ بھی مرجائیں تو میں پھر کس سے حق لوں۔ آپ نے جواب دیا عمرؓ سے سوال کر۔ جب وہ شخص یہ جواب لے کر آیا تو علیؓ نے اس سے کہا جا اور واپس جا کر سوال کر کہ اگر عمرؓ بھی مرجائیں تو میں پھر کس کے پاس جاؤں۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر سوال کیا۔ آپ نے جواب دیا عثمانؓ سے۔ علیؓ نے اس سے کہا کہ اگر عثمانؓ بھی مرجائیں تو تو کس سے سوال کرے گا؟ اچھا تو جا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر کہ اگر عثمانؓ بھی مرجائیں تو میں کس کے پاس جاؤں۔ اس نے آکر یہی سوال کیا۔ آپ نے فرمایا اگر عثمان بھی مرجائیں تو اگر تجھ سے ہو سکے تو تو بھی مرجاتا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس کی سند درست نہیں۔ اس کا ایک راوی (صوفی) سَلَم بن میمون الخواص ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ اس روایت کو سلم بن میمون کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ عُقیلی کہتے ہیں۔ سَلَم بن میمون منکر روایات بیان کرتا ہے۔ اور کوئی شخص اس روایت کو نقل نہیں کرتا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ سَلَم جو روایات کرتا ہے اس میں یہ قطعاً حجت نہیں۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج۱)

ذہبی رقم طراز ہیں۔

سُلَم بن میمون الزاہد الرازی الخواص۔ امام مالک اور ابن عیینہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سلم سے محمد بن عوف اور سعد بن عبد اللہ بن عبد الحکم نے روایات نقل کی ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ متعدد احادیث مختلف سندات تبدیل کر کے بیان کرتا ہے۔ اور ان سندات کو تبدیل کرتا رہتا ہے۔ اس کا شمار صوفیا کبار میں ہوتا ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں۔ یہ اہل شام کے بڑے زاہدوں میں شمار ہوتا تھا۔

اس پر تیکی کا غلبہ ہوا حتیٰ کہ حدیث یاد رکھنے کی جانب سے غافل ہو گیا۔ ۱
یہ شخص حجت نہیں۔

پھر ذہبی نے اس کی مذکورہ روایت پیش کی
عقیلی کہتے ہیں یہ شخص منکر احادیث نقل کرتا ہے جنھیں کوئی بیان نہیں کرتا
د گویا یہ سب خود ساختہ ہوتی ہیں جو صوفیاء کا ہمیشہ کا مرض رہا، ابو حاتم کہتے
ہیں اس کی کوئی روایت نہ لکھی جائے۔ (میزان ج ۱ ص ۲)

ہر نبی کی اُمت میں اس کا ایک دوست ہونا

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
ہر نبی کا اس کی امت میں ایک دوست ہوا کرتا ہے۔ اور میرے دوست عثمانؓ
بن عفان ہیں۔

ابن جوزی لکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث صحیح نہیں
احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ اسحاق بن نجیح لوگوں میں سب سے جھوٹا انسان ہے
یحیٰ بن معین لکھتے ہیں۔ یہ شخص جھوٹ بولتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر جھوٹ گھڑنے میں مشہور رہے۔

جہاں تک یزید بن مروان کا تعلق ہے تو یحیٰ کہتے ہیں یہ مشہور کذاب ہے۔
ابن حبان کہتے ہیں۔ یہ ثقہ راویوں سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔ اسے
کسی حال میں حجت نہیں مانا جا سکتا۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ص ۲۰۴)

حافظ ذہبی میزان میں رقم طراز ہیں۔
اسحاق بن نجیح الملطی۔ یہ شخص عطاء الخراسانی اور ابن جریج وغیرہ سے
روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی کنیت ابو صالح ہے اور ایک ضعیف قول یہ ہے
کہ اس کی کنیت ابو یزید ہے۔ اس سے علی بن حجر، سوید بن سعید۔ احمد بن
بشار الصیرفی۔ محمد بن منصور الطوسی، حسین بن ابی زید الدباغ اور ابراہیم بن

راشد الآدمی نے روایات نقل کی ہیں۔

امام احمد کا بیان ہے کہ یہ لوگوں میں سب سے جھوٹا انسان ہے۔ یحیٰ کا بیان ہے کہ یہ شخص جھوٹ بولنے اور احادیث گھڑنے میں مشہور ہے۔ یعقوب نسوی کا قول ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ شخص متروک ہے۔ فلاس کہتے ہیں یہ شخص تو کھلم کھلا احادیث وضع کرتا تھا۔

یزید بن مروان الخلال نے اسحاق بن نجیح کے ذریعہ گذشتہ حدیث روایت کی۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے اور اس کے باطل ہونے پر یہ صحیح حدیث دلالت کرتی ہے "کہ اگر میں اس امت میں سے کسی کو دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو اپنا دوست بناتا۔"

احمد بن حنبل کا بیان ہے۔ کہ اس اسحاق سے اس کا بیٹا عبداللہ نقل کرتا ہے یہ اسحاق بن نجیح سب سے جھوٹا انسان ہے۔ بتی اور ابن سیرین سے ابوحنیفہ کی رائے نقل کرتا ہے۔

احمد بن محمد بن القاسم بن المحرز کا بیان ہے کہ میں نے یحیٰ بن معین کو یہ کہتے سُنا کہ اسحاق بن نجیح الملطی کذاب ہے۔ اللہ کا دشمن ہے اور ایک بہت بُرا آدمی اور خبیث انسان ہے۔

عبداللہ بن علی المدینی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے اسحاق ملطی کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے اپنا ہاتھ جھاڑتے ہوئے فرمایا۔ یہ کچھ نہیں۔

پھر ابن عدی نے اس کی متعدد منکرات نقل کیں اور فرمایا یہ سب اس کی وضع کردہ ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ اس نے ابوسعید خدری سے ایک وصیت نامہ بھی نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو جماع کے طریقے سکھائے۔ ذرا اس دجال پر غور کرو کہ یہ کس قسم کی جراءت کر رہا ہے۔ (میزان ج۱ ص۲۰۲)

یزید بن مروان الخلال۔ مالک اور ابن ابی الزناد وغیرہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ یحیٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ شخص کذاب ہے۔ عثمان دارمی کا بیان ہے میں نے

ہیں نے اسے بڑھاپے میں دیکھا ہے۔ اور یہ شخص ضعیف ہے اور بات وہی ہے جو یحیٰ نے کہی ہے۔ (میزان ص ۱۳۹ ج ۲)

حضرت عثمانؓ کیلئے جنت کی پیش گوئی

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی منبر پر چڑھتے اور اترتے تو فرماتے کہ عثمانؓ جنت میں جائے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ عقیلی کہتے ہیں حفص بن عمر ائمہ سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں کہ یہ شخص کذاب ہے۔

(العلل المتناہیہ ص ۲۰۷ ج ۱)

حفص بن عمر نے یہ روایت اوزاعی سے نقل کی ہے جو تدلیس میں مشہور زمانہ ہیں۔ اور اوزاعی نے عطاء سے۔ یہ کونسے عطاء ہیں جن سے اوزاعی نے روایات نقل کیں۔ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

جنت کے سیب میں سے حور کا برآمد ہونا

حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے آسمان پر لیجایا گیا تو میں ساتویں آسمان پر پہنچا۔ اچانک میری گود میں ایک سیب آگرا۔ میں نے اسے ہاتھ میں پکڑا تو وہ پھٹ گیا اور اس میں سے قہقہہ لگاتی ہوئی حور نکلی۔ میں نے اس سے سوال کیا یہ بتا تو کس کے لئے ہے اس نے جواب دیا میں مقتول شمشیر عثمان بن عفان کے لئے ہوں۔

ابن جوزی کا بیان ہے۔ اس کا راوی محمد بن سلیمان بن ہشام ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ روایت کو موضوع بناتا اور سند چوری کرتا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ کسی حال میں اس سے احتجاج جائز نہیں۔ ابوبکر خطیب کا بیان ہے کہ اس کی سند میں محمد بن سلیمان بن ہشام کے علاوہ ثقہ ہیں۔ اور تمام اعتراضات اسی راوی پر

واقع ہوتے ہیں (الموضوعات ج ۱ ص ۳۲۱)

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کی اور بھی سندات ہیں۔ مثلاً یہ روایت حضرت عقبہ کی جانب بھی منسوب کی گئی اور اس کی دو سندات ہیں۔ پہلی سند میں اصبہانی ہے جس کی توثیق ممکن نہیں۔ دوسری سند میں عبدالرحمان بن عفان ہے جو مجہول ہے۔

اس طرح یہ روایت حضرت انس سے بھی دو سندات سے مروی ہے اور دونوں کا مرکزی راوی یحیٰ بن شبیب ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ یہ سفیان ثوری سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جو ثوری نے کبھی بیان نہیں کی۔ اس کی روایت کو حجت سمجھنا جائز نہیں۔

اس کی ایک سند میں عباس بن محمد العلوی ہے۔ ابن حبان کا دعویٰ ہے کہ یہ عمار بن ہارون سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جن کی کوئی اصلیت نہیں ہوتی اور اس روایت کی کوئی اصلیت نہیں۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں نہ حضرت انسؓ کے کلام میں۔ نہ ثابت اور حماد کے کلام میں۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۳۲۲)

محاصرہ کے دوران حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ کی گفتگو

زیدؓ بن اسلم نے اپنے والد اسلم سے نقل کیا ہے کہ میں عثمانؓ کی خدمت میں اس روز حاضر ہوا جس روز ان کا محاصرہ کیا گیا تھا۔ اور اگر اوپر سے کوئی پتھر پھینکا جاتا تو کسی نہ کسی کے سر پر گرتا۔ میں نے عثمانؓ کو دیکھا کہ آپ نے اس کھڑکی سے جھانکا جو مقام جبرئیل کے قریب تھی اور فرمایا اے لوگو کیا تم میں طلحہؓ ہیں؟ سب خاموش رہے۔ عثمانؓ نے دوبارہ فرمایا۔ کیا تم میں طلحہؓ موجود ہیں؟ پھر بھی خاموشی رہی۔ حضرت عثمانؓ نے سہ بارہ فرمایا کیا تم میں طلحہؓ موجود ہیں؟ اس پر طلحہؓ بن عبیداللہ کھڑے ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں تجھے ایسی جگہ

دیکھ رہا ہوں۔ میں تو تجھے ایسی جماعت میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تو میری آواز سنتا تین بار یہی بات فرمائی پھر بھی تو مجھے جواب نہیں دیتا۔ اے طلحہ میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا میں اور تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس مقام پر نہیں تھے۔ حضرت طلحہؓ نے جواب دیا جی ہاں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے طلحہؓ کوئی نبی ایسا نہیں ہوتا کہ اس کا جنت میں ایک ساتھی نہ ہو۔ اور عثمانؓ بن عفان جنت میں میرے ساتھ ہوں گے۔ طلحہؓ اس پر بولے آپ نے سچ کہا اور اس کے بعد طلحہؓ لوٹ گئے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ جہاں تک ابوعبادۃ الزرقی کا تعلق ہے تو اس کا نام عیسیٰ بن عبدالرحمان بن قردہ ہے۔ ابوحاتم رازی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے متروک کے زیادہ قریب ہے۔ نسائی کہتے ہیں متروک ہے اور قاسم بن حکم کے بارے میں ابوحاتم رازی کہتے ہیں۔ یہ مجہول ہے۔ (العلل المتناہیہ ج۱ ص۲۰۳)

ذہبی لکھتے ہیں۔ ابوعبادہ کا نام عیسیٰ بن عبدالرحمان ہے۔ اس کی کنیت ابوعبادہ ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی کنیت ابوعبادہ ہے۔ یہ شخص زرقی ہے۔ زہری سے روایات نقل کرتا ہے۔

نسائی کہتے ہیں، متروک ہے۔ ابوزرعہ کا قول ہے کہ یہ قوی نہیں۔ ابوداؤد کا قول ہے کہ یہ شخص متروک جیسا ہے۔ بخاری کہتے ہیں اس کی روایت تبدیل شدہ ہوتی ہے۔ (میزان الاعتدال ج۳ ص۳۱۷)

قاسم بن حکم بن اوس، بصرہ کا رہنے والا ہے۔ ابوعبادہ زرقی سے نقل کرتا ہے۔ بخاری کہتے ہیں اس کی روایت صحیح نہیں ہوتی۔ (میزان ج۳ ص۳۷۰)

نبیؐ کے ہاتھ میں کنکریوں کا تسبیح پڑھنا

سوید بن یزید کا بیان ہے کہ میرا مسجد سے گذر ہوا اور ابوذر مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور ان کے پاس بیٹھ گیا اتفاق سے

انھوں نے عثمان کا تذکرہ کیا اور کہنے لگے کہ میں عثمان کے لئے اس واقعہ کے بعد بھلائی کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں۔ دراصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوتوں کا متلاشی رہتا تھا کہ میں آپ سے کچھ سیکھ سکوں۔ اتفاق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گذرے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپؐ ایک باغیچہ میں داخل ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ داخل ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا تو کیوں آیا۔ میں نے عرض کیا اسے اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔

اتنے میں ابو بکرؓ آ گئے۔ انھوں نے آکر سلام کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنی جانب بیٹھ گئے۔ پھر عمرؓ آئے اور انھوں نے بھی سلام کیا اور ابو بکرؓ کے داہنی جانب بیٹھ گئے۔ پھر عثمان آئے اور انھوں نے سلام کیا اور عمر کے داہنی جانب بیٹھ گئے۔

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے سات یا نو کنکریاں لیں اور انھیں اپنی ہتھیلی میں رکھا۔ وہ کنکریاں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ مجھے ان کی اسی طرح آواز آئی جیسے تنے کے رونے کی آواز آئی تھی۔ پھر آپؐ نے ان کنکریوں کو نیچے رکھ دیا وہ چپ ہو گئیں۔ پھر آپ نے انھیں اٹھا کر ابو بکرؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا وہ اسی طرح تسبیح کرنے لگیں جس طرح تنا رویا تھا۔ پھر حضورؐ نے ان کنکریوں کو اٹھا لیا وہ پہلے کی طرح خاموش ہو گئیں۔ پھر حضورؐ نے ان کنکریوں کو اٹھا کر عمرؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ وہ پھر تسبیح پڑھنے لگیں اسی طرح جیسے کھجور کا تنا رویا تھا۔ پھر حضورؐ نے ان کنکریوں کو اٹھا کر نیچے رکھ دیا۔ پھر کنکریاں اٹھائیں اور عثمانؓ کے ہاتھ میں رکھ دیں۔ وہ پھر تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے ان کے رونے کی آواز اسی طرح سُنی جیسے کھجور کے تنے کی آواز رونے کی سُنی تھی۔ پھر آپ نے ان • سنبھالا۔ تو وہ خاموش ہو گئیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ کیونکہ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ صالح بن ابی الاخضر کچھ نہیں۔ ابن حبان کا کہنا ہے کہ اس پر سُنی ہوئی حدیث

اور غیر سُنی ہوئی روایات مخلوط ہوئی اور وہ ہر ایک کو حدیث کہہ کر بیان کرنے لگا اس لحاظ سے یہ اس قابل نہیں کہ اس کی روایات نقل کی جائیں۔ اسی طرح قریش بن انس کو بھی اختلاط واقع ہوا۔ اور وہ بھی اس قابل نہیں کہ اسے حجت سمجھا جائے۔

(العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۰۶)

صالح بن ابی الاخضر۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ اس کی روایات ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

یحیٰ بن معین۔ نسائی اور بخاری نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ عباس دوری اور عثمان البتی نے یحیٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ صالح کچھ نہیں۔ اس صالح سے عبدالرحمان بن مہدی اور ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔

معاذ بن معاذ کا بیان ہے کہ ہم نے صالح بن ابی الاخضر سے زہری کی روایات کے سلسلہ میں دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا میں نے زہری سے کچھ روایات سنیں، کچھ اس کے سامنے پیش کیں۔ اور کچھ روایات اس سے نہیں سنیں لیکن میں اب سب کچھ بھول گیا ہوں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ان ضعیف رواۃ میں سے ہے جس کی روایات لکھی جاتی ہیں۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ شخص ہشام بن عبدالملک الاموی کا غلام ہے اور اس لائق ہے کہ اسے حجت نہ سمجھا جائے۔ عجلی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث لکھ لی جائے لیکن یہ حجت نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ روایت حدیث میں متہم ہے ابوزرعہ کہتے ہیں یہ حدیث میں کمزور ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث کمزور ہوتی ہے۔ ترمذی کا بیان ہے کہ اسے حدیث میں کمزور قرار دیا گیا ہے۔ اسے یحیٰ القطان نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۸۸)

قریش بن انس۔ اس سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے روایات لی ہیں۔ یہ ابن عون اور ایک جماعت سے روایات نقل کرتا ہے۔

یہ شخص سچا ہے مشہور ہے۔ اسے یحییٰ بن معین، نسائی اور علی بن المدینی نے ثقہ قرار دیا ہے۔ نسائی کہتے ہیں مرنے سے چھ سال قبل اس کے دماغ نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ بخاری ضعفاء میں لکھتے ہیں یہ گھر میں چھ سال تک مخلوط رہا۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ سچا آدمی تھا لیکن اسے آخر عمر میں اختلاط ہونے لگا حتیٰ کہ وہ یہ بھی نہ جانتا تھا کہ وہ کیا چیز بیان کر رہا ہے نتیجۃً اس کی روایات میں منکرات بھی داخل ہو گئیں۔ جو اس کی قدیم روایات کے مشابہ نہ تھیں۔ جب یہ صورت حال پیدا ہو گئی کہ اس کی روایات میں تمیز باقی نہ رہی تو اس کی وہ تمام روایات حجت نہ سمجھی گئیں جن کے نقل کرنے میں وہ منفرد ہو لیکن اس کی جو روایات ثقہ راویوں کے موافق ہو تو وہ ان روایات میں معتبر سمجھا جائے گا (میزان الاعتدال ص۸۹ ج۳)

عثمانؓ سے بغض رکھنے پر نبیؐ کا اس شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھنا

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک جنازہ لایا گیا لیکن آپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ کسی نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے آپ کو کسی کی نماز جنازہ ترک کرتے نہیں دیکھا مگر آپ نے اس شخص کی نماز نہیں پڑھی۔ آپ نے فرمایا یہ شخص عثمانؓ سے بغض رکھتا تھا تو اللہ نے بھی اس سے بغض رکھا۔

اس روایت کی دو سندات ہیں اور ہر دو سندات میں محمد بن زیاد نامی شخص موجود ہے۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں۔ یہ کذاب ہے خبیث ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کذاب ہے خبیث ہے۔ سعدی اور دارقطنی کا قول ہے کذاب ہے۔ بخاری، نسائی، فلاس اور ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ شخص ثقہ راویوں کی جانب سے احادیث وضع کرتا۔ اس کا ذکر بھی حلال نہیں۔ بجز اس صورت کے کہ اس پر جرح کی جائے۔ (الموضوعات ص۳۳۳ ج۱)

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد اللہ کی تلوار کا میان سے باہر ہوتا

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی ایک ننگی تلوار ہے جو اس وقت تک میان میں رہے گی جب تک عثمانؓ بن عفان زندہ رہیں گے۔ لیکن جب عثمان قتل کر دیئے جائیں گے تو اس تلوار کو قیامت تک کے لئے میان سے نکال لیا جائے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع ہے۔ اس کا ایک راوی عمر بن فائد ہے۔ ابن المدینی کہتے ہیں۔ یہ احادیث وضع کرتا دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا ایک راوی محمد بن داؤد جھوٹ بولتا تھا۔ (موضوعات ج ۱ ص ۳۳۳)

نبیؐ کا خواب میں میزان دیکھنا

حضرت معاذؓ کا بیان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا گیا اور میری امت کو ایک پلڑے میں رکھا گیا۔ پھر دونوں کو تولا گیا۔ پھر میری جگہ ابو بکرؓ کو رکھا گیا اُسے میری امت کے ساتھ تولا گیا۔ پھر عمرؓ کو امت کے ساتھ تولا گیا۔ پھر اس پلڑے میں عثمانؓ کو رکھا گیا اور انھیں تولا گیا۔ پھر میزان اٹھا لی گئی۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں۔ اور اس کے کئی راوی مجہول ہیں۔
کتاب العلل کا محشی لکھتا ہے کہ اس کی سند میں عمر ہے جو انتہائی سے زیادہ ضعیف ہے۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۰۵)

ذہبی میزان میں رقم طراز ہیں۔

عمرو بن واقد الدمشقی۔ اس کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کی ہیں یہ عمرو یونس بن میسرہ وغیرہ سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے کئی الوقاظی اور

ہشام بن عمار نے روایات نقل کی ہیں۔

ابو مسہر کا بیان ہے یہ عمرو کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کی روایات لکھ لی جائیں۔ دار قطنی کا بیان ہے کہ یہ شخص متروک ہے۔ فسوی نے دُحیم سے نقل کیا ہے کہ ہمارے اساتذہ اس کی کوئی روایت بیان نہ کرتے۔ دُحیم کا کہنا ہے گویا انھیں اس امر میں کوئی شک نہ تھا کہ یہ شخص جھوٹ بولتا ہے۔ اور مروان بن محمد نے بھی اسے کذاب قرار دیا۔

اس کے بعد ذہبی نے اس کی متعدد روایات نقل کیں کہ یہ روایات عمرو بن واقد کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور وہ تو ایک ہلاک کرنے والا شخص ہے۔

(میزان الاعتدال ج۳ ص۲۹۱)

ابن عباس کا خواب

ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک ابلق گھوڑے پر سوار تھے میں آپؐ کے قریب گیا۔ آپؐ ایک نور کا عمامہ لپیٹے ہوئے تھے۔ آپ کے ہاتھوں میں دو سبز رنگ کے چپل تھے۔ آپ نے مجھے سلام کیا۔ میں نے آپ کو جواب دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا شوق آپ کے لئے بڑھ گیا ہے۔ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ جلدی جلدی چلنے لگے۔ آپ نے فرمایا آج جنت میں صبح ہی صبح عثمان بن عفان ایک دولھا کی صورت میں آئے ہیں اور مجھے ان کے عرس میں بلایا گیا ہے۔ (عربی میں عرس شادی کو کہتے ہیں غالباً اسی لئے عرس بعد میں مرنے کے بعد ہوتا ہے کیونکہ زندگی میں شادی ایک دھوکہ تھا۔ اصل شادی ایک دو زخن سے مرنے کے بعد ہوتی ہے)

اس روایت کا ایک راوی ابراہیم بن منقوش ہے۔ ازدی کہتے ہیں یہ دل کھول کر احادیث وضع کرتا۔ (موضوعات ج۱ ص۳۳۳)

حضرت عثمانؓ کو خلافت اور شہادت کی پیش گوئی

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اچانک ایک آنے والا آیا اور اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے انسؓ باہر نکلو اور دیکھو کون ہے۔ میں باہر نکلا تو دیکھا ابو بکر موجود تھے حضرت انس کہتے ہیں میں واپس لوٹا اور عرض کیا یارسول اللہ ابو بکر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا واپس جاؤ اور انھیں جنت کی خوشخبری سناؤ۔ اور انھیں یہ خبر دو کہ وہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ پھر ایک اور آنے والا آیا۔ آپ نے فرمایا اے انسؓ جاؤ اور دیکھو کہ کون ہے۔ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ عمرؓ موجود ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا واپس جاؤ اور انھیں اجازت دو اور انھیں جنت کی بشارت دو اور یہ بتاؤ کہ وہ ابو بکرؓ کے بعد خلیفہ ہوں گے۔ پھر ایک آنے والا آیا اور اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپؐ نے فرمایا اے انس باہر جاؤ اور دیکھو کہ کون آیا ہے تو وہ عثمانؓ تھے۔ میں واپس آپ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا آنے والے یارسول اللہ عثمانؓ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے انسؓ جاؤ اور اسے بتاؤ کہ وہ عمرؓ کے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اور اسے یہ بھی بتا دو کہ اس کے باعث خون بہینگے۔ اور اسے صبر کا حکم دو۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت ابو بہز بن السقر بن مالک بن مغول نے ابن ادریس کے ذریعہ مختار بن فلفل سے روایت کی ہے۔

ابو جعفر الحضرمی جو عطین کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ عبدالرحمان کذاب ہے اور ان کا بیٹا سقر تو اس سے زیادہ کذاب ہے (العلل المتناہیہ ص۲۰۹ ج۱)

ذہبی لکھتے ہیں۔ سقر بن عبدالرحمان۔ شریک سے روایت کرتا ہے۔ عطین کہتے ہیں یہ شخص کذاب ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ بجیلہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ شخص عبدالرحمان بن مالک بن مغول کا بیٹا ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص۴۷)

عبدالرحمان بن مالک بن مغول۔ یہ شخص اپنے باپ اور اعمش سے روایت کرتا ہے۔ احمد اور دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کذاب ہے اور ایک بار فرمایا۔ یہ احادیث وضع کرتا تھا۔ نسائی وغیرہ کہتے ہیں۔ یہ شخص ثقہ نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۵۸۴)

حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کی خلافت کی پیش گوئی

قطبۃ بن مالک کا بیان ہے کہ میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے گذر ہوا۔ اور آپ اس وقت اس مسجد (یعنی مسجد نبوی) کی بنیاد رکھ رہے تھے اور آپ کے ساتھ بجز ان تین آدمیوں کے کوئی نہ تھا۔ یعنی ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ۔ میں نے آپ سے عرض کیا آپ نے مسجد کی بنیاد رکھی اور آپ کے ساتھ ان تین آدمیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ آپ نے فرمایا یہی تینوں میرے بعد خلافت کے والی ہوں گے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ محمد بن الفضل کوئی شئے نہیں۔ یحیٰ کہتے ہیں کذاب ہے۔ ابن حبان کا دعویٰ ہے یہ ثابت لوگوں سے موضوع روایات روایت کرتا ہے۔ اس کی روایات لکھنا تک حلال نہیں۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۰۹)

محمد بن الفضل بن عطیۃ المروزی۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات لی ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ کوفی ہے۔ اس کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ بنو عبس کا مولیٰ ہے۔ بخارا میں آکر مقیم ہوگیا تھا۔

یہ شخص اپنے باپ۔ زیاد بن علاقہ اور منصور سے روایت لیتا ہے۔ اس سے یحیٰ بن یحیٰ۔ عباد الرواجنی اور محمد بن عیسٰی بن حبان المدائنی نے روایات نقل کی ہیں اور اس کے شاگردوں میں سب سے آخر میں اس کی موت واقع ہوئی۔

احمد کہتے ہیں اس کی احادیث کذابین کی حدیث ہے۔ یحیٰ کہتے ہیں اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ دیگر محدثین کا کہنا ہے کہ یہ متروک ہے۔ کہا یہ بھی جاتا ہے کہ

اس نے تیس کے قریب حج کئے ہیں۔

یہ کہتے ہیں میں اس وقت پانچ سال کا تھا جب میرا باپ مجھے علماء کے پاس لے کر جاتا۔

بخاری کہتے ہیں۔ محدثین نے اس سے سکوت اختیار کیا ہے۔ یہ بخاری میں سکونت پذیر تھا۔ ابن ابی شیبہ نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔ فلاس کہتے ہیں کذاب ہے۔

احمد بن زہیر کا بیان ہے کہ فضل بن عطیۃ الخراسانی ثقہ ہے اور اس کا بیٹا محمد ثقہ نہیں ہے۔ کذاب ہے۔

ذہبی کہتے ہیں اس کی بہت سی منکرات ہیں۔ ۱۸۰ھ کے بعد اس کا انتقال ہوا اس نے بہت سے حج کئے۔ (میزان الاعتدال جلد ۴ صـ)

حضرت سفینہ کا بیان ہے کہ جب مسجد کی بنیاد رکھی تو ایک پتھر رکھا پھر فرمایا ابو بکر میرے پتھر کے ساتھ پتھر رکھیں۔ پھر فرمایا عمرؓ ابو بکرؓ کے پتھر کے ساتھ پتھر رکھیں۔ پھر فرمایا عثمانؓ عمرؓ کے پتھر کے ساتھ پتھر رکھیں۔ پھر فرمایا یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ بخاری کہتے ہیں اس حشرج کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ اس لئے کہ عمرؓ اور علیؓ دونوں کا یہ قول موجود ہے کہ حضورؐ نے اپنے بعد کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا۔

ابن حبان کا دعویٰ ہے کہ حشرج منکر الحدیث ہے اس کی کسی روایت کو جبکہ وہ اس روایت میں منفرد ہو حجت سمجھنا جائز نہیں۔ (العلل المتناہیہ جلد ا صـ۲۱)

یہ حشرج بن بناتہ وہی حضرت ہیں جن سے یہ روایت مروی ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ پھر ملوکیت ہو گی۔ یہ وہی روایت ہے جسے بعض علماء نے خلافت و ملوکیت کی بنیاد بنایا ہے اور جسے ابن العربی نے ایک فرضی روایت قرار دیا ہے۔

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔

حشرج بن نباتہ الاشجعی الکوفی ۔ اس سے ترمذی نے روایات لی ہیں۔ سعید بن جمہان وغیرہ سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے ابونعیم، عاصم بن علی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔

احمد۔ یحیٰ بن معین اور علی المدینی وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں نیک ہے لیکن اس کی حدیث حجت نہیں۔ نسائی کا بیان ہے یہ شخص قوی نہیں۔ اور ایک بار فرمایا کچھ نہیں۔ ابن عدی نے کامل میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور پھر اس کی متعدد غریب اور منکر روایات نقل کی ہیں۔ بخاری کہتے ہیں اس کی روایت کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ یعنی مسجد نبوی کی بنیاد میں یہ پے در پے پتھر رکھنا۔

بخاری اپنی کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں۔ اس روایت کی کوئی متابعت نہیں کرتا اس لئے کہ عمرؓ اور علیؓ کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ (میزان جلد ۱ ص۵۵۰)

حشرج نے یہ روایت سعید بن جمہان سے نقل کی ہے۔ ذہبی اس کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

اس سے ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ یہ حضرت سفینہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اسے یحیٰ بن معین نے ثقہ قرار دیا لیکن ابوحاتم کہتے ہیں یہ حجت نہیں۔

ذہبی کہتے ہیں یہ اس حدیث کا راوی ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی۔ اس روایت کو ترمذی نے حسن قرار دیا۔ اس سے حشرج بن نباتہ اور عبدالوارث روایات نقل کرتا ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں یہ ثقہ ہے اور ایک قوم نے اسے ضعیف قرار دیا۔ ابن عدی کہتے ہیں مجھے امید ہے کہ اس حشرج میں کوئی برائی نہیں۔ (میزان جلد ۲ ص۱۳۱)

اس میں سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ حضرت سفینہ نے حضرت علیؓ اور حسنؓ

کی بیعت نہیں کی جبکہ انھوں نے امیر معاویہؓ اور یزید کی بیعت کی اور یزید کے زمانہ تک دمشق ہی میں رہے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت عثمانؓ کا دنیا اور آخرت میں نبیؐ کا ولی ہونا

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مہاجرین کی ایک جماعت میں موجود تھے جن میں ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ بھی موجود تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عثمانؓ کی جانب کھڑے ہوئے اور انھیں گلے لگایا اور فرمایا تو میرا دنیا اور آخرت میں ولی ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصلیت نہیں۔ اور یہ روایت قطعاً صحیح نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ طلحہ بن یزید الشامی قطعاً قابل احتجاج نہیں اور عبیدۃ بن حسان ثقہ راویوں سے موضوع کہانیاں نقل کرتا ہے جس کے باعث اسے حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔ ابوالفتح الازدی کا بیان ہے کہ عبیدہ متروک الحدیث ہے (موضوعات ص۳۳۲)

عبداللہ الحمیری اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ میں عثمانؓ کے پاس حاضر ہوا۔ پس اچانک ایک روز انھوں نے اوپر سے دیکھا اور فرمایا۔ کیا یہاں طلحہ ہیں۔ طلحہؓ نے عرض کیا جی ہاں۔ عثمانؓ نے فرمایا میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز آئے اور ہم لوگ بیٹھے تھے آپ نے ارشاد فرمایا تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی اور اپنے ولی کا ہاتھ پکڑ لے جو دنیا و آخرت میں اس کا ولی ہو۔ تو میں نے فلاں اور فلاں کا ہاتھ پکڑ لیا (یعنی ابو بکرؓ و عمرؓ کا) پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا یہ میرا ساتھ کا بیٹھنے والا۔ اور دنیا و آخرت میں میرا ولی ہے۔ طلحہ نے جواب دیا اے اللہ ہاں (یعنی ایسا ہوا تھا۔)

عبداللہ الحمیری کہتا تو پھر ہم کس باعث ایک ایسے آدمی کو قتل کر رہے ہیں

جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا۔ اس کے نتیجے میں حمیری اپنی قوم کے سات سو آدمیوں کو لے کر لوٹ گیا۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں۔ یحیٰ کا قول ہے کہ خارجہ بن مصعب کوئی شئے نہیں۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ کذابوں سے تدلیس کرتا جس کے نتیجے میں اس کی روایات میں موضوعات داخل ہوگئیں۔ (الموضوعات ج ۱ ص۳۳۵)

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اے علی اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ابو بکرؓ کو والد بناؤں عمرؓ کو مشیر بناؤں۔ عثمانؓ کو سند بناؤں اور اے علیؓ تو پشت پناہ ہو۔ تم چار آدمی ہو جن سے اللہ تعالیٰ نے ام الکتاب میں عہد لیا تھا کہ تم سے جو بھی محبت کریگا وہ مؤمن متقی ہوگا اور جو بغض رکھے گا وہ بدبخت منافق ہوگا۔ تم چاروں میری امت کے خلیفہ ہوگے اور میرے عہد کو پورا کروگے۔

خطیب کہتے ہیں یہ حدیث از حد منکر ہے۔ اس سند سے سوائے ضرار بن صرد کے کوئی روایت نہیں کرتا اور اس سے عیاضی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور یہ دونوں مجہول ہیں۔ (الموضوعات جلد ۱ ص۴۰۲)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے متعلق روایات

حضرت عائشہؓ کا پھل اور شہد سے زیادہ میٹھا ہونا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہؓ تو تو پھل کے گودے سے بھی زیادہ عمدہ ہے۔

ابن جوزی کہتے ہیں سنی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ اے عائشہ تو تو مجھے اتنی محبوب ہے جیسے کھجور پر شہد لگا ہو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے شہد کے جھاگ سے زیادہ محبوب ہیں۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں۔

کیونکہ پہلی سند میں خالد بن یزید ہے اور وہ کچھ نہیں۔ اور دوسری روایت میں زکریا بن منظور ہے۔ یحیٰ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ (الموضوعات جلد ۲ صـ۱۱)

حضرت جبریلؑ کا نبی کریمؐ کو شبیہہ عائشہؓ پیش کرنا۔

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے پراگندہ بال۔ غبار آلود مدینہ میں داخل ہوئے تو ان پر یہود نے مختلف مسائل کی کثرت کر دی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حکم سے انھیں بالترتیب جواب دے رہے تھے۔ اور خدیجہؓ مکہ میں انتقال کر چکی تھیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو اسے وطن بنانے کا ارادہ کر لیا اور ان میں نکاح

کرنا چاہا۔ تو اہل مدینہ سے کہا میرا نکاح کردو۔

اچانک آپ کے پاس جبرئیل جنت سے ایک رومال لے کر آئے جو دو گز لمبا تھا اور ایک بالشت چوڑا تھا۔ اس میں ایک صورت بنی ہوئی تھی کہ اس سے بہتر کسی نے صورت نہیں دیکھی۔ اسے جبرئیل نے پھیلا دیا۔ اور کہا اے محمدؐ اللہ تعالیٰ تجھ سے فرماتا ہے کہ اس صورت سے تو نکاح کرلے نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل اس جیسی صورت کہاں ملے گی۔ جبرئیلؑ نے کہا اللہ تعالیٰ تجھ سے فرماتا ہے کہ تو ابوبکرؓ کی بیٹی سے شادی کر۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کے گھر کی جانب گئے۔ ان کا دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں تجھ سے دامادی کا رشتہ قائم کروں۔ اور ابوبکرؓ کی تین بیٹیاں تھیں۔ پس انھوں نے بیٹیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس لڑکی سے شادی کروں جس کا نام عائشہ ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نکاح کرلیا۔

خطیب کا بیان ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ سوائے محمد بن الحسن کے اور ہمارا خیال ہے کہ اس روایت کو محمد بن الحسن نے تیار کیا ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس شخص نے کتنی خلاف علم بات کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہؓ سے مکہ میں نکاح فرمایا اور اس وقت ابوبکرؓ کی تین بیٹیاں نہ تھیں۔ اس وقت ابوبکرؓ کی دو بیٹیاں تھیں۔ ایک عائشہؓ اور ایک اسماء۔ تیسری بیٹی ابوبکرؓ کی وفات کے بعد پیدا ہوئی جس کا نام ام کلثوم ہے۔ (الموضوعات ج ۲ ص ۲)

جب حضرت عائشہؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی فرمائی تو اُس وقت تک ابوہریرہؓ ایمان بھی نہ لائے تھے۔

حضرت علیؓ کا حضرت عائشہؓ اور نبی کریمؐ کے درمیان بیٹھنا۔

جندب بن عبداللہ الازدی کا بیان ہے کہ علی بن ابی طالب (علیہ السلام) گھر میں داخل ہوئے اور گھر اس وقت بند تھا اور عائشہؓ حضورؐ کے پہلو میں تھیں اور یہ واقعہ پردے کے نزول سے پہلے کا ہے تو علیؓ کھڑے ہو کر جگہ دیکھنے لگے نبیؐ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا علیؓ آئے اور عائشہؓ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان بیٹھ گئے۔ اور یہ واقعہ پردے سے قبل کا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کی جانب متوجہ ہو گئے اور بولے اے عائشہؓ تو امیرالمومنین سے کیا چاہتی ہے؟

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اور اس روایت کے گھڑنے کا الزام عبدالغفار پر ہے۔

امام احمدؒ بن حنبل کا بیان ہے۔ اس نے حضرت عثمانؓ کے فتنوں کے سلسلہ میں روایات نقل کی ہیں۔ ابن المدینی کا بیان ہے یہ احادیث وضع کرتا تھا یحییٰ کہتے ہیں یہ کوئی شئے نہیں۔ ابوحاتم رازی کہتے ہیں متروک ہے۔ رؤسائے شیعہ میں سے تھا۔

(اس روایت کے الفاظ خود یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ ایک رافضی کی ایجاد ہے)

(الموضوعات ج ۲ ص ۱)

عورت کا قائد ہونا

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ایک قوم ہلاک ہو گی جو کبھی کامیاب نہ ہو گی۔ اس لشکر کی قائد ایک عورت ہو گی۔ ان کی قائد جنت میں جائے گی۔

یہ روایت موضوع ہے اور اس روایت کے گھڑنے کا الزام عبدالجبار پر ہے۔ جو بڑے شیعوں میں تھا۔ ابونعیم فضل بن دکین فرماتے ہیں کہ کوفہ میں اس

عبدالجبار سے زیادہ کوئی کذاب نہ تھا۔ (الموضوعات ج ۲ ص۱)

(ابو نعیم اس کی کنیت ہے۔ فضل بن دکین اس کا نام ہے۔ شیعوں کا ایک فرقہ دکینیہ اسی کے نام سے منسوب ہے۔ گویا ایک شیعہ دوسرے شیعہ کی پول کھول رہا ہے۔ اب ان دونوں میں سب سے بڑا جھوٹا کون ہے۔ یہ قارئین فیصلہ کرلیں) الموضوعات جلد ۲ ص۱۔

حضرت عائشہؓ کا حسن حسینؓ اور ہر مومن کی ماں ہونا

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ حسنؓ و حسینؓ آئے۔ میں نے ان دونوں کو ایک دینار دیا اور اپنی چادر ان دونوں کے لئے بیچ میں سے پھاڑ دی۔ اور ایک ایک حصہ دونوں کو اڑھا دیا۔ دونوں خوش خوش باہر نکلے۔ اتفاق سے دونوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملے۔ آپ نے فرمایا میری آنکھوں کی ٹھنڈک تم دونوں

کو یہ چادر کس نے اڑھائی۔ اور تمھیں یہ دینار کس نے دیا۔ اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر دے۔ وہ دونوں بولے ہماری ماں عائشہ نے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا تم دونوں نے سچ کہا۔ اللہ کی قسم وہ تمھاری بھی ماں ہے اور ہر مومن کی ماں ہے۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے۔ اللہ کی قسم میں نے کوئی کام نہیں کیا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات نہیں سنی جو مجھے دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب نہ ہو۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور اس کا ایک راوی اسید بن زید ہے جس پر احادیث گھڑنے کا الزام ہے۔ یحیٰ بن معین کہتے ہیں اسید کذاب ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس کی روایت ترک کر دی گئی۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے اور احادیث چوری کرتا ہے۔ عمرو بن شمر کا بیان ہے کہ یحیٰ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ سعدی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے (الموضوعات ج ۲ ص۹)

حضرت عائشہؓ کی کنیت ام عبداللہ

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میرا ایک بچہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا ساقط ہو گیا۔ حضورؐ نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور میری کنیت ام عبداللہ رکھی۔ محمد بن عروہ کا بیان ہے کہ ہم میں کوئی عورت ایسی نہ تھی کہ اس کا نام عائشہ ہو اور اس کی کنیت ام عبداللہ نہ ہو۔

ابن جوزی کہتے ہیں۔ یہ روایت موضوع ہے۔ ابوحاتم بن حبان کہتے ہیں۔ محمد بن عروہ بن ہشام بن عروہ نے اپنے دادا ہشام سے ایسی روایات نقل کی ہیں جو ان کے دادا کی مرویات میں نہیں ہے۔ جس سے یہ خیال گذرتا ہے کہ یہ سب کچھ محمد بن عروہ نے خود تیار کیا ہے۔ اور اسی لئے اس راوی کو حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔

اور اس کا ایک راوی داؤد بن محبر ہے جو ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا اور مجہول راویوں سے بدل شدہ روایات نقل کرتا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ داؤد کذاب ہے۔

رہی حضرت عائشہؓ کی کنیت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھانجے عبداللہ بن الزبیر کے نام سے ان کی یہ کنیت رکھی۔ نہ حضرت عائشہؓ کی کوئی اولاد ہوئی اور نہ ان کا کوئی بچہ ساقط ہوا۔ (الموضوعات جلد ۲ ص۹)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لئے نو اعزازات

(عن) علی بن زید بن جدعان نے اپنی دادی سے نقل کیا ہے۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں مجھے نو باتیں وہ دی گئی ہیں جو کسی عورت کو نہیں دی گئیں جبرئیل علیہ السلام اپنی ہتھیلی میں میری صورت لیکر آئے جب اللہ تعالٰی نے انھیں مجھ سے نکاح کرنے کا حکم دیا اور آپ نے میرے علاوہ کسی کنواری سے شادی نہیں کی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات فرمائی تو آپ کا سر میری گود میں تھا اور آپ میرے گھر میں دفن کئے گئے۔ اور فرشتے آپ کو میرے گھر میں گھیرے رہتے اور آپ

وحی نازل ہوتی رہتی اور آپ اپنی بیوی کے ساتھ ہوتے۔ اور لوگ آپ کے پاس سے اس وقت لوٹ کر جاتے جب کہ میں آپ کے ساتھ لحاف میں لیٹی ہوتی۔ میرا جسم کسی پر کھلتا نہ تھا۔ میں آپ کے ایک خلیفہ اور آپ کے دوست کی بیٹی ہوں۔ اور تحقیق میرا عذر آسمان سے نازل ہوا۔ اور میں پاک پیدا کی گئی۔ اور مجھ سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا گیا ہے۔ (تفسیر قرطبی جلد ۷ صفحہ ۶۰۴۲)

اول تو ہم تفسیری روایات نقل نہیں کرتے کیونکہ وہ سب روایات ماشاء اللہ اس قابل نہیں ہوتیں کہ کوئی انہیں نقل کرے۔ لیکن ہم چند روایات آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

اول تو علی بن زید بن جدعان قطعاً ناقابل قبول ہے۔ پھر کسی کو یہ معلوم نہیں کہ اس کی دادی کون تھی اور کب پیدا ہوئی تھی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس نے ملاقات بھی کی تھی یا نہیں یہ سب کچھ علی بن زید کے پیٹ میں رہے۔ اس علی بن زید صاحب پر داستانوں کے حصہ سوم میں ملاحظہ کیجیے۔

عشرہ مبشرہ

حضرت زبیر بن العوام سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "اے اللہ تو نے میری امت کے صحابہ میں برکت نازل فرمائی۔ ان سے برکت نہ چھیننا۔ اور تو نے میرے صحابہ میں ابوبکرؓ میں برکت نازل کی ہے۔ تو اس سے اپنی برکت نہ چھیننا۔ اس پر لوگوں کو جمع رکھنا اور اس کے کام کو متفرق نہ کرنا۔ کیونکہ تیرا حکم اس کے حکم پر اثر انداز رہے گا۔

اے اللہ عمر بن الخطاب کی اعانت کر اور عثمان بن عفان کو ثابت قدم رکھ اور علیؓ کو توفیق عطا فرما اور طلحہ اور زبیر کی مغفرت فرما اور سعد کو سالم رکھ اور عبدالرحمٰن کو چادر اوڑھا۔ اور مہاجرین و انصار میں سبقت کرنے والے کو اور نیکی میں اتباع کرنے والے کو ملحق رکھنا۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع ہے اس کے متعدد راوی مجہول اور ضعیف ہیں اور ان روایات میں سب سے بدترین حال سیف کا ہے۔ یحیٰ کہتے ہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثابت راویوں سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ ابن الجوزی کا بیان ہے اور محدثین کہتے ہیں یہ احادیث وضع کرتا تھا۔ (الموضوعات ج ۲ صفحہ ۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعری

ابو یحیٰ حکیم کا بیان ہے کہ میں عمار کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ابوموسیٰ آ گئے اور کہنے لگے۔ جمل کی رات میں مجھے اور تجھے کیا ہو گیا تھا؟

ابوموسیٰ نے عرض کیا اس رات کی میرے لئے استغفار کرنا۔ عمار نے جواب دیا میں جہاد میں حاضر تھا۔ لیکن استغفار میں حاضر نہ تھا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ محمد بن علی العطار عجیب و غریب کہانیاں پیدا کرتا ہے اور اس روایت میں تمام بلائیں اسی کی نازل کردہ ہیں۔

ابن جوزی کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ابونعیم الھذلی کا بیان ہے کہ حسین الاشقر کذاب ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس روایت کا ایک راوی عثمان بن طیبان ہے جس کی خطائیں بہت فحش ہیں حتیٰ کہ اس کی حجت باطل ہوگئیں۔

سدّاد بن اوس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کے سب سے زیادہ بوجھ اٹھانے والے اور ان میں سب سے زیادہ عمدہ آدمی ابوبکرؓ ہیں اور عمر بن الخطاب میری امت کے بہترین اور کامل ہیں۔ عثمانؓ بن عفان میری امت کے سب سے زیادہ شرمدار اور سب سے زیادہ عادل ہیں۔ اور علیؓ بن ابی طالب میری امت کے ولی اور امت کے سب سے زیادہ عمدہ ہیں۔ ابوموسیٰ اشعری میری امت کے امین اور ان کے افضل ہیں۔ ابوذر میری امت کے زاہد اور اس کے مہربان ہیں۔ ابوالدرداء میری امت کے عادل اور رحم دل ہیں اور معاویۃ بن ابی سفیان میری امت کے حلیم اور سخی آدمی ہیں۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع ہے۔ اس کی دو سندات ہیں۔ ایک سند میں یہ روایت ابن عباس کی جانب منسوب ہے۔

اس روایت کا وضع کرنے والا ابشر بن ذاذان ہے۔ یا تو خود اس نے وضع کی ہے یا ضعیف راویوں سے تدلیس کی ہے جس کے نتیجے میں اتنی سند میں گڑبڑ کی ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ خود ضعیف ہے اور ضعیف راویوں سے روایت کرتا ہے۔

ناکثین سے جنگ

ابراہیم بن علقمہ اور اسود کا بیان ہے کہ ہم ایوب انصاری کی خدمت میں ہوئے۔ اور ابوایوب اس وقت صفین سے لوٹ رہے تھے۔ ہم نے ان سے عرض کیا۔ اے ابوایوب اللہ تعالے نے تجھے یہ عزت بخشی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے گھر میں تشریف فرما ہوئے۔ اور اپنی اونٹنی تیرے دروازے تک لیکر آئے اور تمام لوگوں کو چھوڑ کر تیرے دروازے پر اونٹنی بٹھائی پھر تو اپنی گردن پر تلوار رکھ کر لاالٰہ الا اللہ کہنے والوں کو قتل کرنے نکلا۔ حضرت ابوایوب نے جواب دیا اے لوگو یہ آنے والا۔ (یعنی ابوایوب) کسی کی تکذیب نہیں کرتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کے ساتھ شامل ہو کر تین قسم کے لوگوں سے جنگ کا حکم دیا۔ ایک تو ناکثین سے جنگ کا حکم دیا۔ (ناکثین سے عہد توڑنے والے مراد ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کا ساتھ دیتے ہوئے مارے گئے) قاسطین سے جنگ کا حکم دیا (قاسطین برابری چاہنے والے مراد امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی ہیں) اور مارقین سے (اس سے مراد خوارج ہیں) جنگ کا حکم دیا۔ ناکثین سے ہم جنگ جمل میں قتال کر چکے۔ یعنی طلحہ اور زبیر سے اور برابری چاہنے والوں کے پاس سے یعنی معاویہ اور عمرو بن العاص کے پاس سے ہم لوٹ کر آرہے ہیں۔ اور عارقین سے مراد۔ یہ نہروان والے ہیں۔ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ یہ کون لوگ ہیں لیکن انشاءاللہ ان سے جنگ ضروری ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمار تجھے ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ اور اے عمار حق تیرے ساتھ ہوگا۔ اے عمار اگر تو علیؓ کو دیکھے کہ وہ کسی نئے راستہ پر جارہا ہے تو تو علیؓ کے ساتھ چلنا۔ کیونکہ وہ تجھے کسی ردی کام میں نہ ڈالے گا اور نہ تجھے ہدایت

نکلنے دیگا۔ اے عمار جس نے تلوار اس لئے باندھی کہ وہ علیؓ کی مدد کرے گا تو اللہ اسے قیامت کے روز آگ کے دو کنگن پہنائے گا۔ ہم نے ابو ایوب سے عرض کیا تیرے لئے یہی کافی ہے۔ اللہ تجھ پر رحم کرے۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت یقیناً موضوع ہے اس کا ایک راوی علی بن عبدالرحمان ہے جسے ابن المدینی نے ضعیف قرار دیا اور اس کا اقرار کیا کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ وہ متروک ہے۔ ابو زرعہ کہتے ہیں اس کی حدیث ردی ہوتی ہے۔

احمد بن عبداللہ المؤدب۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ شخص مُرَّ مَن رائے میں احادیث وضع کرتا تھا۔ دارقطنی کہتے ہیں اس کی روایت ترک کی جائے۔ ابوالفتح بن ابی الفوارس نے مطیری سے نقل کیا ہے کہ شعبہ نے حکم بن عتیبہ سے روایت کیا کہ ابو ایوبؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین میں موجود تھے۔ انھوں نے فرمایا نہیں۔ ہاں وہ قتال نہروان میں شریک تھے۔ (الموضوعات ج۲ ص۱۴)

حضرت ابو ایوب سے مروی ہے کہ ہمیں علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ روایت صحیح نہیں۔ یحییٰ کا بیان ہے کہ اس روایت کا راوی اصبغ بن نباتہ ہے جو ایک پیسے کے برابر بھی نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ علیؓ بن ابی طالب کی محبت کے فتنے میں مبتلا کیا گیا۔ اور روایات گھڑنی شروع کیں۔ جس کے باعث اس کی روایات چھوڑی گئیں۔

اس کا ایک راوی علی بن الحزوّر ہے۔ وہ بالکل ردّی انسان ہے بخاری کہتے ہیں۔ اس کے پاس عجیب عجیب کہانیاں ہیں۔ (الموضوعات جلد۲ ص۱۶)

اسمٰعیلیوں کے اکابر

اسمٰعیلی تاریخ ۳ ۔ شائع کردہ۔ ایچ آر ایچ دی آغاخاں اسمٰعیلیہ ایسوسی ایشن برائے پاکستان کراچی

حضرت امام شمس الدین محمد۔ ۲۸۔

آپ حضرت امام رکن الدین خورشاہ کی شہادت کے بعد ۶۵۵ھ مطابق ۱۲۵۷ء میں مسند امامت پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کا اصل نام محمد تھا۔ آپ کو آپ کے والد ماجد نے تاتاریوں کے الموت پر حملے سے پہلے ہی آذربائیجان (شمالی ایران) کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ جہاں آپ سکونت پذیر رہے۔ اور وہاں ہی آپ نے عنان امامت سنبھالی۔ آپ ۵۳ سال تک امامت کی گدی پر رونق افروز رہے۔ اور اس تمام عرصہ کو آذربائیجان میں ہی خفیہ طور پر بسر کیا۔

اسماعیلیوں کی حالت :۔ اس زمانہ میں اسماعیلی ایران کے کئی علاقوں میں رہتے تھے۔ تاتاریوں کے حملوں کی وجہ سے کئی جگہ اسمٰعیلیوں کو تباہ و برباد کیا گیا تھا۔ لیکن ان حملوں کے بعد کئی مقامات پر اسمٰعیلی اپنی طاقت کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مثلاً کوہستان اور الموت میں گردکوہ کا قلعہ اسمٰعیلیوں کے قبضہ میں رہا۔ ۱۲۵۸ء کے بعد ہلاکو خاں خود بغداد کی طرف چلا گیا۔ اور عباسی خلیفہ کو ختم کر کے ایران اور عراق میں تاتاریوں کی حکومت قائم کی۔ تاتاریوں کی حکومت طاقت کی وجہ سے کچھ عرصہ تک قائم رہی۔ اور جن جن علاقوں میں اسمٰعیلی آباد تھے ان علاقوں پر تاتاریوں کی فوجوں نے پھر حملے شروع کر دیئے۔ چنانچہ ۱۲۶۰ء میں گردکوہ پر حملہ ہوا۔ اور اس قلعہ کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اور بہت سے اسمٰعیلیوں کو شہید کر دیا گیا۔ لیکن کچھ جانیں بچا کر الموت میں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ ۱۲۷۵ء میں اسمٰعیلیوں نے پھر طاقت سنبھالی۔ اور الموت پر قبضہ کر لیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد تاتاری حاکموں نے پھر چھین لیا۔

شام میں اسمٰعیلیوں کی حالت مختلف رہی وہ اپنے قلعوں میں محفوظ تھے۔ سنہ ۱۲۶۰ء میں ہلاکو خاں کی فوجوں نے شام کے اسمٰعیلیوں پر حملے کئے۔ اور چار مشہور قلعوں کو اسمٰعیلیوں سے چھین لیا۔ جن میں مصیاف بھی تھا۔ دوسرے کچھ قلعے اسمٰعیلیوں کے قبضہ میں رہے۔ سنہ ۱۲۵۰ء میں مصر میں بیبرز خاندان کی حکومت قائم ہوئی۔ اس خاندان کے حاکموں نے شام کے اسمٰعیلیوں کی مدد سے تاتاریوں کا مقابلہ کیا۔ اور کافی عرصہ تک اپنی طاقت قائم رکھ سکے شام کے اسمٰعیلی حضرت امام شمس الدین محمد سے متواتر رابطہ قائم رکھے ہوئے تھے۔ اور داعیوں کے ذریعے ہدایت حاصل کرتے رہتے تھے۔

ایران کے شہر آذربائیجان میں کئی اسمٰعیلی مقیم تھے۔ جہاں امام خفیہ طور پر زندگی بسر کرتے تھے۔ اس علاقے میں اور دوسرے شہروں میں جہاں کہیں اسمٰعیلی رہتے تھے ان کو امام نے تقیہ میں رہنے کا حکم دیا تھا۔ تقیہ یعنی اپنے راز اور حقیقت کو دوسروں کے سامنے ظاہر نہ کرنا۔ خاص طور پر جب حالات ناسازگار ہوں۔ اس زمانہ میں چونکہ اسمٰعیلیوں پر ظلم و تشدد کیا جاتا تھا اور تمام سیاسی طاقت ان کے ہاتھوں سے چھین لی گئی تھی۔ اس لئے باقی ماندہ اسمٰعیلیوں کو امام نے احتیاط برتنے کا حکم جاری کیا تھا۔ امام خود اپنے داعیوں اور اقارب کے سوا کسی سے نہیں ملتے تھے۔

تین شمس

اسمٰعیلی تاریخ میں تین شمس گذرے ہیں۔ جن کے متعلق کئی روایات بیان کی جاتی ہیں۔ اور ان کو ایک دوسرے سے خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ ان تین شمسوں کی تفصیل یہ ہے۔

پہلے شمس، شمس تبریز ہیں جو حضرت امام علاؤالدین محمد امام کے (۲۶۔ امامت ۶۱۸ھ تا ۶۵۳ھ) کے فرزند ارجمند ہیں اور امام شمس الدین محمد

چچا ہیں۔ چونکہ آپ تبریز میں رہتے تھے۔ اس لئے تبریزی کہلائے۔ اور آپ اسلام کے مشہور صوفی مولانا جلال الدین رومی کے استاد تھے۔ جو اس امر کی دلیل ہے کہ رومی ایک خوجہ بچے تھے۔ آپ کی وفات سنہ ۶۴۵ھ بمطابق ۱۲۴۷ء میں ہوئی تھی۔

دوسرے شمس حضرت امام شمس الدین محمد بن حضرت امام رکن الدین خود شاہ ہیں جو اسمٰعیلیوں کے اٹھائیسویں امام ہوئے۔ آپ آذربائیجان میں رہتے تھے اور وہیں سنہ ۷۱۰ھ مطابق ۱۳۱۰ء میں آپ نے وفات پائی۔

تیسرے شمس۔ پیر شمس سبزواری ہیں جن کے متعلق ہماری روایات میں بتایا جاتا ہے کہ وہ حضرت امام جعفر الصادق کی اولاد سے ہیں۔ اور حضرت امام قاسم شاہ بن امام شمس الدین محمد کے زمانہ میں ہندو پاک میں اسمٰعیلی مذہب کی دعوت کے لیے پیر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ پیر جن کا ذکر حضرت امام قاسم شاہ کے دور میں آئے گا۔

پیر شمس الدین سبزواری

ہندو پاک کی اسمٰعیلی دعوت میں پیر شمس الدین سبزواری نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کا حال بیان کرنے سے پہلے ان کے آباؤ اجداد کے متعلق کچھ بیان کرنا ضروری ہے۔ پیر شمس الدین سبزواری کا خاندان حضرت امام جعفر الصادق سے ہے۔ پیر کے آباؤ اجداد نے یمن سے قاہرہ اور قاہرہ سے ایران کے شہر سبزوار میں بودوباش اختیار کر لی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ پیر شمس کی پیدائش سبزوار میں تقریباً سنہ ۵۳۲ھ میں ہوئی تھی۔ اس لئے آپ کو سبزواری کہتے ہیں۔

حضرت امام قاسم شاہ نے آپ کو اپنی خدمت میں طلب کر کے پیر کا لقب عنایت کیا۔ اور ایران سے باہر دوسرے شہروں میں اسمٰعیلی دعوت پھیلانے کا حکم دیا۔ اس کی تعمیل کرتے ہوئے پیر نے حضرت امام کی دست بوسی کی اور روانہ ہوئے۔ آپ ایران سے نکل کر بدخشاں، تبت، غزنی اور کشمیر میں کچھ عرصے تک دعوت کرتے رہے۔ آپ کو سفر میں بعض اوقات اناج بھی میسر نہ آتا تھا۔

لیکن دعوت کا کام سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے کئی زبانیں سیکھیں اور گنان گا کر لوگوں میں دعوت کرتے تھے۔ کشمیر میں کئی قوموں کو دین اسلام سے مشرف کیا (غالباً اسی لیے سوات میں اسمٰعیلیوں کی کثرت ہے) اور کہا جاتا ہے کہ سلاطین آپ کی دعوت سے متاثر ہوتے۔

کچھ عرصے کے بعد آپ سندھ کے اس علاقے سے گذرے جو آج کراچی کہلاتا ہے۔ یہاں سے ہوتے ہوئے ملتان پہنچے۔ ملتان میں پیر نے کئی معجزے دکھائے اور لوگوں میں صوفیانہ کلام سنایا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ کثرت سے لوگ اسمٰعیلی مذہب میں داخل ہوگئے۔ پنجاب اور سندھ کی لوہانہ قوموں میں آپ نے تبلیغ کی تھی۔ اس زمانے میں پنجاب چشتی سلسلے کے کئی صوفی اسلام کے دین کی تبلیغ کر رہے تھے۔ پیر شمس کی کامیابی ان لوگوں کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ اور وہ آپ سے عداوت رکھتے تھے۔ لیکن پیر نے سب سے دوستی قائم کر رکھی تھی۔

اور وہیں ملتان میں ۷۵۷ھ ۱۱۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کا مزار ملتان میں ہے۔ جس پر آپ کے پرپوتے پیر صدرالدین نے ایک عالیشان قبہ تعمیر کیا۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ سید احمد شاہ اور پیر نصیر الدین۔ پیر شمس نے کئی گنان ترتیب دئے تھے۔ جن پر خاص طور سلوکو سن سمجھانی اور برہم پرکاشی بہت مشہور ہیں۔ جن میں آپ کا تخلص شمس دریا۔ شمس جوش اور شمس غازی وغیرہ ملتا ہے۔ از ص۶۰ تا ص۶۴۔

حضرت عباسؓ

آلِ عباس

حضرت عباسؓ اور اُن کی اولاد کا بیان

خلیفہ منصور نے اپنے باپ کے واسطے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عباسؓ میرے وصی اور وارث ہیں۔

اس مضمون کی ایک اور روایت محمد بن الضوء بن صلصال بن دلہمس نے بھی اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اچانک عباس بن عبد المطلب آگئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ یہ عباس بن عبد المطلب ہیں۔ یہ میرے باپ ہیں اور میرے چچا ہیں، میرے وصی ہیں اور میرے وارث ہیں۔

یہ حدیث صحیح نہیں۔ اسے اس قوم نے وضع کیا جس نے ان لوگوں کا مقابل کیا جنھوں نے حضرت علیؓ کے لئے روایات وضع کی تھیں اور یہ ہر دو حدیثیں باطل ہیں۔

پہلی سند میں جعفر بن عبد الواحد ہیں۔ ابو احمد بن عدی کہتے ہیں یہ شخص متہم ہے۔ احادیث وضع کرتا تھا۔ دار قطنی کہتے ہیں کذاب ہے۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

دوسری سند میں ابن حبان کہتے ہیں۔ اس کا راوی محمد بن الضوء الصلصال اپنے باپ سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے کسی حال میں احتجاج جائز نہیں۔

خلیفہ ہارون رشید نے خلیفہ مہدی سے اس نے خلیفہ منصور سے اس نے اپنے باپ کے واسطے اپنے دادا سے روایت کیا ہے اور اس کے دادا نے ابن عباس سے انھوں نے حضرت علی بن ابی طالب اور اسامۃ بن زید سے ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ یہ میرے چچا عباس ہیں جن کی پیشاب گاہ کو اللہ تعالےٰ نے زمانۂ جاہلیت اور اسلام میں محفوظ رکھا ہے۔ اللہ نے اس کے بدن کو آگ پر حرام کردیا ہے اور اس کے ایک لڑکے کو بھی آگ پر حرام کردیا ہے۔

ـــ کی برائیاں ان کی نیکی کرنے والوں کو دیدیجیے۔

داول تو یہ روایت خلفاء بنی عباس کی خاندانی روایت ہے گویا اس پر ایمان لانا ہر مسلم پر فرض ہے لیکن ہاں غور طلب یہ امر ہے کہ حضرت عباس رضؓ کے لڑکوں میں سے صرف عبداللہ بن عباس کی مغفرت ہو جو خلفاء بنو عباس کے باپ ہیں اور بقیہ عباس کے لڑکے مغفرت سے محروم رہیں۔ مثلاً فضل بن عباس عبیداللہ بن عباس۔ قثم بن عباس وغیرہم۔ حالانکہ عباس کے سب سے بڑے لڑکے فضل بن عباس ہیں۔ اور صحابی رسول ہیں۔ قثم ان صاحبزادگان میں داخل ہیں جو حضورؐ کے غسل میں شریک تھے لیکن چونکہ ان کا خلفاء بنو عباس سے کوئی رشتداری نہ تھی۔ اس لئے وہ اس نعمت سے محروم ہیں۔ تو گویا اب دعا میں یہ دعوٰی کہ حضرت عباس کے لڑکے کی مغفرت فرما۔ یہ اس کا ثبوت ہے کہ اس روایت کے پس پردہ خاندانیت کام کر رہی ہے۔ یہ اسی قسم کی کہانی ہے جو ہمارے یہاں خطبوں میں پڑھی جاتی ہے۔ اللّٰھم اغفر للعباس وولدہ۔ اے اللہ عباس اور ان کے ایک لڑکے کی مغفرت فرما۔ گویا اس پر تو آپ ایمان رکھئے کہ عباس کے بقیہ لڑکوں کی اگرچہ وہ صحابی رسول ہیں مغفرت نہ ہوگی۔ عیاذاً باللہ۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور اس کے متعدد راوی مجہول ہیں۔ اور محمد بن یحیٰ الکسائی کچھ نہیں۔ اور احمد بن الحسن للقرئی ثقہ نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے ایسے ہی خلیل بنایا جیسے ابراہیم کو خلیل بنایا تھا۔ تو قیامت کے روز جنت میں میری اور ابراہیمؑ کی منزل ایک ہوگی اور عباسؓ ہم دونوں خلیلوں کے درمیان مؤمن ہوں گے۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ عقیلی کہتے ہیں۔ عبدالوہاب بن الضحاک متروک الحدیث ہے۔ اور اس حدیث میں اس کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ سوائے اس شخص کے جو عبدالوہاب کے مثل ہو۔ یا اس سے بھی کمتر ہو۔ اور یہ حدیث کسی ثقہ سے مروی نہیں۔ ابو حاتم بن حبان کہتے ہیں۔ کہ عبدالوہاب احادیث گھڑتا تھا۔ اسے

جحت میں پیش کرنا حلال نہیں۔ (الموضوعات ج ۲ ص۳۲)

میں نے سنن ابن ماجہ کے ترجمہ میں تحریر کیا تھا کہ زوائد میں ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ عبدالوہاب کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔ حاکم کہتے ہیں وہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ اور اسماعیل بن عیاش کو آخر عمر میں اختلاط ہونے لگا تھا۔ ابن رجب شرح ابن ماجہ میں لکھتے ہیں یہ روایت صرف ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔ اور یہ موضوع ہے۔ اور اس میں تمام آفت عبدالوہاب کی ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور یہ حدیث کسی ثقہ سے مروی۔ اور عبدالوہاب کی جو بھی متابعت کرتا ہے یا تو وہ خود عبدالوہاب جیسا ہے یا اس سے بدتر ہوتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اسے صرف عبدالوہاب روایت کرتا ہے۔ اور اس سے باہلی نے یہ روایت چرائی ہے اور باہلی حدیثیں چرا کر باطل احادیث کو ثقہ رواۃ سے روایت کرتا ہے۔ (ابن ماجہ مترجم ج ۲ ص۳)

ابن جوزی لکھتے ہیں اس حدیث کو احمد بن معاویہ نے بھی چوری کیا ہے اور وہ حدیث چور تھا۔ ثقہ راویوں کے نام سے باطل روایات بیان کرتا (الموضوعات ج ۲ ص۳۳)

حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد کا سیاہ کپڑے پہننا

حضرت علی فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس اوپر سے اتر کر جبرئیل آئے۔ وہ سیاہ قبا پہنے تھے اور سیاہ عمامہ باندھے تھے۔ میں نے ان سے کہا یہ کیسی صورت ہے۔ میں نے اس میں پہلے کبھی اترتے نہیں دیکھا۔ جبرئیل نے کہا یہ آپ کے چچا عباس کی اولاد میں سے بادشاہوں کی صورت ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا وہ حق پر ہوں گے۔ جبرئیل بولے کہ ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اللہ عباس اور اس کے لڑکے کی مغفرت فرما وہ جہاں بھی ہوں اور جس حال میں بھی ہوں جبرئیل نے کہا کہ آپ کی امت پر ایک زمانہ آئے گا جبکہ اسلام اس سیاہ رنگ سے عزت پائے گا۔ میں نے سوال کیا کہ ان کی ریاست کن لوگوں میں ہوگی،

جبرئیل بولے کہ عباس کی اولاد میں۔ میں نے دریافت کیا ان کے متبع کون لوگ ہوں گے۔ بولے اہلِ خراسان میں سے ہوں گے۔ میں نے سوال کیا کہ عباس کی اولاد کس شئے کی مالک ہوگی۔ جبرئیل بولے۔ وہ زرد اور سبز رنگ کی مالک ہوگی پتھروں اور کھیتیوں کی مالک ہوگی۔ اور تخت اور منبر کی مالک ہوگی۔ اور روزِ محشر تک دنیا کی مالک ہوگی۔ اور قبر سے اٹھنے تک ملک کی مالک ہوگی۔

اس روایت کا ایک راوی احمد بن عامر الطائی ہے۔ اس حدیث میں کوئی اس کی متابعت نہیں کرتا اور اس پر احادیث گھڑنے کا الزام بھی ہے۔

(الموضوعات ج ۲ ص۳۳)

یہ روایت اگرچہ متعدد سندات سے متعدد صحابہ سے مختلف الفاظ میں مروی ہے لیکن ہم صرف ایک روایت پر اکتفا کرتے ہیں۔

خلفاء بنی عباسؓ چالیس ہوں گے

حضرت عباس بن عبد المطلب سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامنے سے آتے ہوئے عباس کو دیکھا۔ فرمایا یہ میرے چچا ہیں۔ چالیس بہترین خلفاء کے باپ ہیں جو قریش سے ہوں گے اور ان کی حفاظت کریں گے۔ اسکی اولاد میں سے سفاح، منصور اور مہدی ہوں گے۔

اے میرے چچا اللہ نے اس امر کی ابتدا میرے ذریعے فرمائی۔ اور تیری اولاد میں سے ایک شخص کے ذریعہ اس کام کو ختم فرمائے گا۔

ابن جوزی کہتے ہیں۔ یہ روایت موضوع ہے اور اس کا اتہام عمر لابی پر ہے۔ کیونکہ وہ کذاب ہے۔ (الموضوعات ج ۲ ص۳۷)

بنو عباس کی خلافت بنو امیہ سے دوگنی ہوگی

حضرت ابوبکر کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو عباس

بنوامیہ کے مقابلہ پر دگنی حکومت کریں گے۔ ہر دن کے مقابلہ پر دو دن اور ہر ماہ کے مد مقابل دو ماہ۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع ہے یحیٰ بن معین کا بیان ہے کہ بکار بن عبدالعزیز کچھ نہیں۔ (الموضوعات ج۲ ص۳۳)

بنو عباس کا زوال

سعید بن المسیب کا بیان ہے کہ جب خراسان فتح کیا گیا تو حضرت عمر بن الخطاب رونے لگے تو ان پر حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر داخل ہوئے اور کہنے لگے اے امیر المومنین آپ کیوں رو رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالٰے نے آپ کو اتنی بڑی فتح عنایت فرمائی ہے۔ حضرت عمر نے ارشاد فرمایا میں کیوں نہ روؤں۔ اللہ کی قسم ہمارے اور ان کے درمیان آگ کا ایک سمندر حائل ہوتا تو بہتر ہوتا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جب عباس کے سیاہ جھنڈے خراسان کے بڑے جھنڈے کے نیچے آئیں گے تو وہ اسلام کی بغاوت لیکر آئیں گے۔ جو ان کے جھنڈے کے نیچے آئے گا تو قیامت کے روز اسے میری شفاعت نہ پہونچے گی۔

یہ حدیث یقیناً موضوع ہے۔ اور اس روایت کے گھڑنے والے نے کبھی حکومت بنی عباس کا زمانہ بھی نہیں دیکھا۔ ابو مسہر کہتے ہیں اس کا راوی عمرو بن واقد کچھ نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ سندات تبدیل کرتا اور مشہور لوگوں کے نام منکر روایات نقل کرتا ہے۔ لہذا وہ اس قابل سمجھا گیا کہ اس کی روایات ترک کر دی جائیں۔

ابوزرعہ کا بیان ہے کہ زید بن واقد بھی کچھ نہیں۔ (الموضوعات ج۲ ص۳۷)

(زید بن واقد کے استاد کا نام مکحول ہے۔ وہ خود قابل اعتبار نہیں۔ مرسل کہانیاں نقل کرتا ہے۔ اس نے سعید بن المسیب کو زندگی میں کبھی نہیں دیکھا اور سعید بن المسیب صرف دو سال کے تھے جب حضرت عمر شہید ہو گئے۔ اب سلوک کی

منزل طے کرتے ہوئے یہ خواب بھی انھوں نے دیکھ لیا ہو تو دوسری بات ہے لیکن وہ ہماری سمجھ سے باہر ہے)

ابوسرعہ کا بیان ہے کہ ہم بیت اللہ میں ابن عباسؓ کے پاس موجود تھے۔ انھوں نے دریافت کیا کہ کیا تم میں کوئی مسافر ہے۔ لوگوں نے جواب دیا نہیں انھوں نے فرمایا جب سیاہ جھنڈے آئیں گے تو ان کے سواروں کو خیر کی وصیت کرنا کیونکہ ہماری حکومت ان کے ساتھ ہوگی۔

اس پر ابوہریرہ بولے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ اس پر عبداللہ بن عباسؓ کہنے لگے ہاں وہ حدیث بیان کرو۔ انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا جب سیاہ جھنڈے مشرق کی جانب سے آئیں گے تو ان کی ابتدا میں فتنہ ہوگا۔ ان کے درمیان میں قتل عام ہوگا اور ان کے آخر میں گمراہی ہوگی۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ ابوسراعہ مجہول ہے۔ اور داؤد متروک ہے۔
یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ داؤد جھوٹ بولتا تھا۔ (الموضوعات ج۲ ص۳۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جب خراسان سے سیاہ جھنڈے آئیں تو اس میں حاضر ہونا۔ کیونکہ ان خراسانیوں میں خلیفہ مہدی ہوں گے۔"

اس روایت کی کوئی بنیاد نہیں۔ کیونکہ حسن نے عبیدہ سے کوئی روایت نہیں سنی اور عمر بن قیس نے حسن سے کوئی روایت نہیں سنی۔ اور یحییٰ کا بیان ہے کہ عمر بن قیس کوئی شئے نہیں۔ (الموضوعات جلد ۲ ص۲۹)

حضرت ثوبان کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کے لئے بنو عباس کے ذریعہ تباہی ہے۔ ان لوگوں نے میری امت کو ذلیل کیا۔ اور انھیں سیاہ کپڑے پہنائے۔ اللہ انھیں آگ کے کپڑے پہنائے گا ان لوگوں کی تباہی اس گھر والوں کے ایک فرد کے ذریعہ ہوگی۔ اور آپ نے

ام حبیبہ کے گھر کی جانب اشارہ کیا۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے طرازی کے علاوہ کسی سے نہیں سنا اور وہ منکر الحدیث ہے۔ اور اس روایت کا راوی یزید بن ربیعہ متروک الحدیث بخاری کا بیان ہے کہ یزید بن ربیعہ کی احادیث منکر ہیں۔ سعدی کہتے ہیں اس کی روایات باطل ہیں اور مجھے خوف ہے کہ یہ سب روایات موضوع ہیں۔

(الموضوعات جلد ۲ صفحہ ۲۴)

حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے

متعلق روایات

حضرت معاویہؓ کے لئے امیر شام ہونے کی پیش گوئی

حضرت سلمۃ بن مخلد کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ معاویہؓ کو لکھنا سکھا اور مختلف شہروں میں اسے حکومت عطا فرما۔

اس کی سند میں ایک راوی جبلۃ بن عطیہ ہے جو مجہول ہے۔ اور یہ روایت منکر ہے۔ (میزان جلد ا صفحہ ۳۸۰)

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں، عنقریب شام کے بعض شہروں کا ایک غالب شخص مالک بنے گا۔ جو دشمنوں کو زدو کنے پر قادر ہوگا۔ وہ شخص مجھ سے ہوگا اور میں اس سے ہوں گا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون ہوگا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپ نے اسے معاویہؓ کی طرف گدی پر مارا اور فرمایا۔ وہ شخص یہ ہوگا۔

اس حدیث کا ایک ابتدائی راوی حسن بن شبیب المکتب ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کے نام سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ حسن بن شبیب تو ایک آفت ہے۔ (میزان جلد ا صفحہ ۴۹۵)

اس کی سند میں ایک اور راوی اسمٰعیل بن عیاش ہے۔ جن پر بعض محدثین کو اعتراض ہے اور خاص طور پر ان کی وہ روایت قابل قبول نہیں جو مدینہ کے افراد سے وہ نقل کریں۔ اور انھوں نے یہ روایت عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار المدنی سے نقل کی ہے۔ (میزان جلد ا صفحہ ۲۴۰)

نبی کریمؐ کا امیر معاویہؓ کو تین بہی روانہ کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جعفرؓ نے ہدیہ میں بہی روانہ کیں۔ آپ نے اس میں سے تین معاویہؓ کو دیدیں اور فرمایا یہ تینوں

مجھ سے لیکر جنت میں ملنا۔
اس کا ایک راوی ابراہیم بن زکریا ہے۔ اس کی کنیت ابواسحاق ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔
ابن عدی کہتے ہیں یہ باطل روایات بیان کرتا ہے۔
ابن حبان کہتے ہیں یہ امام مالک کی جانب موضوع احادیث منسوب کرتا ہے۔ (میزان ج۱ ص۳۱)
اس ابراہیم بن زکریا سے نقل کرنے والا محمد بن عبید القرشی ہے۔ ذہبی کہتے ہیں اس نے امام مالک کے نام سے ایک جھوٹی حدیث روایت کی ہے۔ اور اس سے محمد بن مصفی نے نقل کی۔ (میزان ج۳ ص۶۳۵)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین امین ہیں

حضرت واثلہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے نزدیک صرف تین امین ہیں۔ جبرئیل۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور معاویہ۔
ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت جھوٹی ہے۔
اس کا ایک راوی احمد بن عیسٰی التنیسی الخشاب ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔
دارقطنی کہتے ہیں قوی نہیں۔ ابن طاہر کا قول ہے کذاب ہے۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن حبان نے اس کا کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ (میزان ج۱ ص۱۲۶)
اس کا ایک اور راوی اسمٰعیل بن عیاش ہے۔ متعدد محدثین نے اسے بھی ضعیف قرار دیا ہے۔
حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ اس امت میں سب سے اول جنت میں ابوبکرؓ و عمرؓ داخل ہوں گے۔ اور میں معاویہؓ کے ساتھ حساب دینے کے لئے رکا رہوں گا۔ اسے ابن جوزی نے واہیات میں نقل کیا ہے۔
اس کا ایک راوی اصبغ ابوبکر الشیبانی ہے۔ اس نے یہ روایت سدی سے

نقل کی ہے۔ یہ روایت منکر ہے۔ اور اصبغ مجہول ہے۔ (میزان ص۲۷۱ ج۱)

اور سدی کذاب اور رافضی ہے اور یہ سدی کبیر ہے جس کا نام اسمٰعیل بن عبدالرحمان ہے۔ (میزان ج۱ ص۱۲۳)

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔ عنقریب تمہارے سامنے اہل جنت آئیگا۔ اتفاق سے امیر معاویہ آگئے اس میں اولین عیب یہ ہے کہ اسے اسمٰعیل بن عیاش نے عبدالرحمان بن عبداللہ المدنی سے نقل کیا ہے۔ اور اسمٰعیل کی وہ روایات قابلِ قبول نہیں جو وہ اہل مدینہ سے نقل کریں۔

پھر اسمٰعیل سے اسے نقل کرنے والا عبداللہ بن یحیٰی المؤدب ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ مجہول ہے۔ غالباً اس نے کسی اور کی روایت اسمٰعیل کی جانب منسوب کر دی ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں یہ مؤدب مورخ ہے۔ قوی نہیں۔ (میزان ص۴۹۵ ج۱)

حضرت ابوہریرہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ امین صرف تین ہیں۔ ایک امین میں ہوں۔ ایک جبرئیلؑ اور ایک معاویہ۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت جھوٹ ہے۔

ابن عدی لکھتے ہیں یہ روایت حسن عثمان محمد بن عماد الطہرانی سے نقل کی ہے۔ اس حسن کی کنیت ابو سعید ہے۔ یہ تستر کا باشندہ ہے کذاب ہے۔ (میزان ج۱ ص۲۰۲)

(جب حضرت حسن کوفہ سے مدینہ آئے تو میں (یعنی سفیان بن الیل) ان کے پاس گیا اور ان سے کہا اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے۔ آپ نے فرمایا ایسی بات نہ کہو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے یہ دن رات کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ حتیٰ کہ معاویہ نامی شخص ملک کا مالک نہ بنے گا۔ اور اللہ کی قسم مجھے دنیا اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس کے بدلے میں ایک ڈھال خون بہانا بھی پسند نہیں۔

اس کا راوی سفیان بن اللیل الکوفی ہے۔ عقیلی کہتے ہیں غالی قسم کا رافضی تھا اس کی حدیث صحیح نہیں۔

ذہبی کہتے ہیں اس کا ایک راوی سری بن اسمٰعیل ہے جو خود ایک آفت ہے۔ (میزان ج۲ ص۱۷۱)

ہمارا ذہن یہ کہتا ہے کہ یہ دونوں راوی چونکہ رافضی ہیں۔ اور اس لحاظ سے انہیں امیر معاویہ کی خدمت کرنی چاہیئے تھی۔ لیکن یہ تعریف یہ ظاہر کر رہی ہے کہ اس کی کچھ

نہ کچھ حقیقت ضرور ہے۔ کیونکہ حضرت حسن کے لئے اس راوی نے جو الفاظ بیان کئے ہیں اس میں اس نے کسی تقیہ سے کام نہیں لیا۔ بلکہ رافضیوں کے نزدیک حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر کے ان نبراتیوں کو ذلیل و رسوا کیا تھا۔ اس لئے ان کے نزدیک حضرت حسن کا لقب مذل المؤمنین ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی وحی کا تین شخصوں کو امین بنایا ہے۔ جبریلؑ کو آسمان میں اور زمین میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور معاویہ بن ابی سفیان کو۔

ابن عدی کا بیان ہے۔ یہ روایت اس سند سے باطل ہے۔ اس کا ایک راوی محمد بن یزید البلخی ہے جو ضعیف ہے۔ منکر روایات بیان کرتا اور دوسروں کی روایات چوری کرتا۔ (الموضوعات ص۲۰ج۲)

اس مضمون پر کچھ اور بھی روایات تیار کی گئیں لیکن سب موضوع ہیں۔

حضرت معاویہؓ کو منبر پر دیکھتے ہی قتل کرنے کا حکم

جعفر بن محمد نے اپنے والد باقر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم معاویہ کو میرے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھو تو اسے قتل کر دو۔

(چلو شکر ہے کہ عبداللہ بن مسعود وہ وقت آنے سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ اس لئے کہ عبداللہ بن مسعود حضرت عثمان کے زمانہ میں انتقال کر چکے تھے)

ابن جوزی کا بیان ہے کہ ابن مسعود کی روایت میں دو شخص متہم ہیں۔ ایک شخص تو وہ جو اس روایت کے وضع کرنے میں مشہور ہے اور وہ عباد بن یعقوب ہے (عباد بن یعقوب الرواجی بخاری کا استاد ہے) اس نے اہل بیت کے فضائل اور ان کی برائیوں میں متعدد منکر روایات پیش کی ہیں۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ رافضی تھا مشہور راویوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے لہذا یہ اس لائق ہے کہ اسے ترک کر دیا جائے۔ دوسرا راوی حکم بن ظہیر ہے یحیٰی ابن معین کا

قول ہے یہ کچھ نہیں۔ اور ایک بار فرمایا یہ کذاب ہے۔ سعدی کا بیان ہے کہ یہ ساقط الاعتبار ہے۔ نسائی کا دعویٰ ہے کہ یہ راوی متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان کا دعویٰ ہے ثقہ راویوں سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔

اس سلسلہ میں ابوسعید خدری سے بھی ایک روایت مروی لیکن ابوسعید ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے علیؓ کی بیعت نہیں کی اور معاویہ کی بیعت کی جو اس امر کی دلیل ہے کہ یہ روایت سبائی برادری کی وضع کردہ ہے۔ اور اس کا راوی علی بن زید بن جدعان رافضی ہے۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد باقر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میرے منبر پر معاویہ کو دیکھو تو اسے قتل کر دو۔

اور خالد بن مخلد نے جعفر بن محمد کے ذریعہ اہل بدر کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی سلیمان بن محمد الفزاری المصیصی ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ جھوٹی روایتیں لے کر اس کی سندات وضع کیا کرتا تھا۔ (میزان ج ۲ ص ۱۰۲)

ایک اور راوی خالد بن مخلد ہے جو خالص تبرائی تھا۔

پھر یہ دعویٰ کہ جعفر بن محمد نے بدریین کی ایک جماعت سے یہ روایت نقل کی ہے۔ یہ دعویٰ اتنا ہی مہمل ہے جیسا کہے کہ سورج مغرب سے نکلتا ہے۔ اس لئے کہ جعفر بن محمد نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا چہ جائیکہ بدریین حضرات کو۔

پھر امیر معاویہؓ بارہا منبر رسول پر تشریف فرما ہوئے۔ اور ان خبیثوں میں سے کسی میں بھی اتنی جرأت نہیں ہوئی کہ ان کی جانب نگاہ اٹھا کر دیکھ لے۔ رہے حضرت جابرؓ انھوں نے امیر معاویہؓ اور یزید دونوں کی بیعت کی۔ لیکن حضرت علیؓ کی بیعت سے گریز کیا۔ انھیں شیعہ بنانے کی کوشش اس لئے کی جاتی ہے کہ ان کے امام محمد المعروف بباقر حضرت جابرؓ کے شاگرد تھے۔ حیرت ہے کہ ایک امام نے غیر امام سے علم حاصل کیا ہے۔ یہ امامت کیسی ہے۔

اس روایت کو طبری نے محمد بن صالح کے ذریعہ عباد بن یعقوب الجعفی سے

نقل کیا ہے۔ اور اس روایت کو عبداللہ بن مسعود کی جانب منسوب کیا۔ اس روایت الفاظ ہیں۔

جب تم معاویہؓ کو میرے منبر دیکھو تو قتل کردو۔

اس کا ایک راوی عباد بن یعقوب الرواجنی الکوفی ہے۔ اس کی روایات بخاری ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ اس کا جائزہ امام ذہبی کی زبانی ملاحظہ کیجئے۔

ابو حاتم رازی کہتے ہیں شیخ ہے ثقہ ہے۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں روایت حدیث میں ثقہ ہے لیکن بلحاظ دین متہم ہے (یعنی شیعہ ہے)

عبدان الاہوازی فرماتے ہیں یہ عباد صحابہ کو گالیاں دیتا تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ فضائل کے سلسلہ میں منکر روایات نقل کرتا ہے۔

صالح جزرہ کا بیان ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیتا اور کہتا اللہ کے انصاف سے بہت بعید ہے کہ وہ طلحہؓ اور زبیرؓ کو جنت میں داخل کرے۔ کیونکہ ان دونوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کرنے کے بعد پھر جنگ کی ہے۔

قاسم بن زکریا المطرز کا قول ہے کہ میں اس عباد سے روایات سننے کے لئے گیا یہ اپنے شاگردوں کا امتحان لیا کرتا تھا کہ کون سبائی ہے اور کون غیر سبائی۔ اس نے مجھ سے سوال کیا سمندر کس نے کھودا ہے؟

قاسم ۔ اللہ نے

عباد ۔ اللہ نے کھودا ہوگا۔ لیکن تم بتاؤ کس نے کھودا۔

قاسم ۔ استاد ہی بتادیں۔

عباد ۔ علی نے کھودا ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ سمندر جاری کس نے کیا ہے؟

قاسم ۔ اللہ نے۔

عباد ۔ ہوگا۔ لیکن یہ بتاؤ کس نے جاری کیا ہے۔

قاسم ۔ استاد ہی بتادیں۔

عباد ۔ حسین نے جاری کیا ہے۔

قاسم کہتے ہیں یہ عباد اندھا تھا۔ لیکن وہاں تلوار لٹکی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا یہ تلوار کس کی ہے؟ کہنے لگا یہ تلوار یہ اس لئے تیار کر کے رکھی ہے کہ مہدی آئیں گے تو میں ان کے ساتھ شامل ہو کر جنگ کروں گا۔

قاسم کہتے ہیں میں نے اس سے جتنی روایات سننی تھیں جب وہ سُن لی۔ اور رخصت کا وقت آیا تو اس نے پھر یہی سوالات کئے۔ کہ سمندر کس نے کھودا۔ کس نے جاری کیا؟

قاسم۔ معاویہؓ نے کھودا اور عمروؓ بن العاص نے جاری کیا۔

پھر میں ایک دم اٹھ کر بھاگا۔ اور وہ پیچھے سے چیخ رہا تھا کہ اس اللہ کے دشمن فاسق کو پکڑو اور قتل کرو۔

محمد بن جریر کا بیان ہے کہ میں نے عباد سے سنا ہے۔ وہ کہا کرتا تھا۔ جو شخص ہر نماز میں دشمنان آل محمد پر تبرا نہ کرے۔ اس کا حشر بھی دشمنان آل محمد کے ساتھ ہوگا یہی وجہ ہے کہ اگر ان سبائیوں کی فقہی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو ہر نماز میں تبرائی دعائیں ملیں گی۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ عباد رفض کی تبلیغ کرتا۔ اور مشہور ثقہ راویوں کے نام سے منکر روایات پیش کرتا۔ اس لئے اس کی روایات ترک کر دی گئیں۔ ۲۵۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ (میزان ج ۲ ص ۳۷۹)

حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عنقریب تمہارے سامنے جنت کا ایک آدمی آئے گا۔ اچانک معاویہؓ آگئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے معاویہؓ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ تو مجھ سے جنت کے دروازے پر اسی طرح چمٹا رہے گا۔ جیسے میرا یہ انگوٹھا اور انگلی شہادت۔

اس کی سند میں ایک راوی عبدالعزیز بن بحر المروزی ہے۔ جسے عباس دوری نے کذاب کہا ہے۔ اور یہ روایت باطل ہے۔ اس نے یہ کہانی اسمٰعیل بن عیاش سے روایت کی ہے۔ اول تو وہ خود ناقابل اعتبار ہے۔ اور علی الخصوص اس کی وہ روایات تو ہرگز قابل قبول نہیں جو وہ اہل حجاز سے نقل کرے۔ اور عبدالرحمان

بن عبداللہ بن دینار حجازی ہے جس سے اسمٰعیل نے یہ روایت نقل کی۔ (میزان ج ۲ ص ۱۲۳)

امیر معاویہؓ کا جنگ میں حلّہ پہننا

حضرت سعد کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہؓ کے بارے میں فرمایا کہ جب اس کا حشر کیا جائے گا تو نور کا حلہ پہنے ہوگا جس کا ظاہر رحمت ہوگا اور اس کا باطن رضا ہوگی۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کتابت وحی جمع کرنے کے باعث فخر کریں گے۔

حضرت معاویہؓ کا کاتب وحی ہونے کے باعث قیامت میں نبی کی صورت میں آنا

حضرت سعدؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ معاویہ ایک نبی کی صورت میں مبعوث ہوں گے۔ قرآن کا بار اٹھانے اور اسے محفوظ رکھنے کے باعث۔

اس کا راوی محمد بن الحسن ہے۔ اس سے محمد بن اسحاق بن محمد السوسی نے امیر معاویہؓ کے فضائل میں مختلف احادیث نقل کی ہیں۔ اور غالباً یہ محمد بن الحسن وہ ہے جو نقاش کے لقب سے مشہور ہے۔ اور مفسر ہے۔ یہ نقاش کذاب ہے۔ بلکہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔ (میزان ج ۳ ص ۵۱۶)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہؓ سے کچھ لکھوانے کا ارادہ کیا۔ تو آپ نے اس سلسلہ میں جبرئیل سے مشورہ کیا۔ انھوں نے فرمایا معاویہ سے ضرور لکھواؤ۔ کیونکہ وہ ایک امین ہے۔

اس کا ایک راوی محمد بن عبدالمجید التیمی ہے۔ جسے محمد بن غالب تمتام نے ضعیف کہا ہے۔ محمد بن عبدالمجید نے یہ روایت اصرم بن حوشب سے نقل کی ہے۔

اصرم بن حوشب۔ یہ ہمدان کا قاضی تھا۔ زیاد بن سعد اور قرۃ بن خالد سے روایت کرتا ہے۔

ذہبی کہتے ہیں یہ تو ایک آفت ہے۔

یحیٰی ابن معین کا قول ہے کذاب ہے۔ بخاری، مسلم اور نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔

دار قطنی کہتے ہیں منکر الحدیث ہے سعدی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا۔ (میزان ص ۲۷ ج ۲)

ایک وہ گروہ جو سنت کا دعویدار تھا (یعنی اہل سنت تھا) اس نے امیر معاویہ کی فضیلت میں رافضیوں کو غصہ دلانے کے لئے احادیث وضع کیں۔ اسی طرح رافضیوں کے اس گروہ نے جو امیر معاویہؓ سے بغض رکھتا تھا امیر معاویہ کی مذمت میں احادیث وضع کیں۔ اس طرح ہر دو فریق نے ایک بہت فحش غلطی کی۔

جو روایات ان کی فضیلت میں وضع کی گئیں وہ ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں۔

آیت الکرسی لکھنے کے لئے اللہ تعالٰی نے قلم مہیا کیا

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس جبرئیلؑ نازل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں خالص سونے کا ایک قلم تھا۔ کہنے لگا اے رسول تجھے علی اعلیٰ سلام کہتا ہے اور کہتا ہے اے میرے دوست میں نے تیرے پاس یہ قلم اپنے عرش سے بھیجا ہے اسے معاویہ کو پہنچا دینا اور اسے حکم دینا کہ آیت الکرسی اس قلم سے لکھے اس کو خوبصورت بنائے اور میرے سامنے پیش کرے۔ کیونکہ میں نے لکھنے والے کے لئے یہ لکھا ہے کہ قیامت تک اس شخص کو ثواب ملتا رہے گا جو آیت الکرسی لکھے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ابو عبدالرحمان کو بلا کر لائے گا۔ اس پر ابو بکرؓ کھڑے ہوئے اور چلے گئے حتیٰ کہ امیر معاویہ کو بلا کر لے آئے۔ اور دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان دونوں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے ان ہر دو کا جواب دیا اور امیر معاویہ سے فرمایا۔ اے ابو عبدالرحمان میرے پاس آؤ۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے انھیں قلم عطا فرمایا۔ پھر فرمایا اے معاویہ تیرے لئے یہ ہدیہ اللہ تعالٰی نے اپنے عرش سے بھیجا ہے تاکہ تو اپنے اس قلم سے آیت الکرسی لکھے اور عمدہ شکل سے لکھ کر

حضور پر پیش کرے۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے ایسے شخص کے لئے یہ ثواب لکھا ہے کہ جو آیت الکرسی پڑھے گا تو لکھنے والے کو قیامت ثواب ملتا رہے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ معاویہؓ نے وہ قلم حضورؐ کے ہاتھ سے لے لیا اور اسے اپنے کان میں رکھ لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے یہ قلم معاویہ کو دیدیا ہے۔ یہ بات تین بار فرمائی۔

راوی کہتا ہے کہ امیر معاویہ ٹانگوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بیٹھ گئے۔ اللہ نے انھیں جو کرامت عطا فرمائی اس کی حمد کرتے رہے۔ اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کے قریب دوات لائی گئی۔ آپ عمدہ خط میں آیت الکرسی لکھتے رہے۔ اور پھر اسے لکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کیا آپ نے فرمایا اے معاویہ اللہ نے تیرے لئے ان تمام لوگوں کا ثواب لکھا ہے کہ جو آج سے قیامت تک آیت الکرسی پڑھے گا۔

یہ روایت موضوع ہے اور گھڑنے والے نے کتنی ردی روایت وضع کی ہے۔ اس نے اس روایت میں بہت سی نئی ایجادات کیں۔ اور بات کو طول دیا حالانکہ اس روایت کے اکثر راوی مجہول ہیں۔

حالانکہ اس روایت کو احمد بن خالد الجوئباری نے ابوہریرہؓ کی سند سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے زعفران سے آیت الکرسی لکھی اور سات مرتبہ تسبیح پڑھی اور ہر بار زبان سے اسے چاٹتا رہا تو وہ کبھی نہ بھولے گا۔

اور ابن عمرؓ کے نام سے یہ روایت بھی وضع کی گئی کہ جب آیت الکرسی نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاویہ اسے لکھ۔ انھوں نے عرض کیا اس کی کتابت کے بدلے میں مجھے اس کا کیا صلہ ملے گا۔ فرمایا جو بھی اس کی قراءت کرے گا تو تیرے لئے اس کا اجر لکھا جائے گا۔

یہ روایت حسین بن علی الحنائی نے وضع کی ہے۔ اور محدثین نے اس کا اتہام احمد بن محمد بن نافع پر لگایا ہے۔

قرآن کی غلط کتابت پر قتل کا حکم

حضرت علی فرماتے ہیں کہ ابن حنظل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھتا اور جب غفور رحیم نازل ہوتا تو اس کی جگہ رحیم غفور لکھتا۔ اور جب سمیع علیم نازل ہوتا تو اس کی جگہ علیم سلیم لکھتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا میں نے تجھے غفور رحیم کہا اور تو نے رحیم غفور لکھا اور سمیع علیم لکھوایا اور تو نے علیم سلیم لکھا کیا یہ دونوں ایک ہیں۔

اس پر ابن حنظل بولا کہ اگر محمد نبی ہیں تو میں نے وہی لکھا جو میں نے ارادہ کیا تھا۔ پھر وہ کافر ہو گیا اور اہل مکہ سے جا کر مل گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ابن حنظل کو قتل کرے اس کے لئے جنت واجب ہے۔ پھر اس شخص کو فتح مکہ کے دن قتل کیا گیا اور یہ کعبہ کے پردے پکڑے ہوئے تھا۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے معاویہؓ سے لکھوانے کا ارادہ کیا لیکن اسے بُرا سمجھا کہ معاویہ بھی وہی حرکت کریں جو ابن حنظل کر چکا تھا۔ تو جبرئیل سے مشورہ کیا جبرئیل نے جواب دیا معاویہ سے ضرور لکھواؤ کیونکہ وہ امین ہے۔

اس روایت کا راوی احرم ہے وہ کذاب ہے۔ یحیٰ کا قول ہے کہ احرم کذاب ہے خبیث ہے۔ بخاری، مسلم اور نسائی کہتے ہیں وہ متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کذاب ہے۔ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کیا۔ (الموضوعات ص۱۹ ج۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاویہؓ کو تیر دینا

ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تیر معاویہؓ کو دیا۔ اور فرمایا اس تیر کو مضبوطی سے تھامنا حتیٰ کہ تم مجھ سے آ کر جنت میں ملاقات کرو۔

(اب مجھے اس بات کی خبر نہیں کہ امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد کسی نے ان کے ہاتھ میں تیر تھمایا یا نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ قبر میں زندہ ہوں اور ان کے ہاتھ سے تیر چھوٹ گیا ہو)

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس لئے کہ اس سلسلہ میں ابو ہریرہ اور انس سے جتنی روایات مروی ہیں، سب غالب جزری پر موقوف ہیں۔ یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ غالب جزری ثقہ نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں سے بلاسند کہانیاں نقل کرتا ہے۔ جس کے باعث اس کی کسی روایت کو دلیل میں پیش کرنا جائز نہیں۔

نیز ابو ہریرہؓ کی تمام سندات میں وزیر بن عبدالرحمٰن بھی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ وزیر کوئی شئے نہیں۔ دوری کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معین کے سامنے وزیر کی یہ روایت پیش کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہؓ کو ایک تیر عنایت فرمایا۔ یحییٰ نے جواب دیا یہ روایت کچھ نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ وزیر بن عبدالرحمان نہیں جو مشہور ہیں۔

قیامت میں حضرت معاویہؓ نور کی چادر اوڑھے اٹھیں گے

حضرت حذیفہ بن یمان کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز جب معاویہؓ اٹھائے جائیں گے تو وہ نور کی ایک چادر اوڑھے ہوں گے۔

ابن حاتم کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور جعفر بن محمد الانطاکی زہیر بن معاویہ نام سے موضوع کہانیاں بیان کرتا ہے۔ (الموضوعات ص ۲۳ ج ۲)

دنیا میں برا بھلا کہنے پر حضرت معاویہؓ کو اللہ کا انعام

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اپنے صحابہ میں سے معاویہ بن ابی سفیان کے علاوہ کسی کو غیر موجود نہ پاؤنگا میں انھیں ستر یا اسی سال تک نہ دیکھوں گا۔ اچانک وہ ایک مشک کی اونٹنی پر

میرے سامنے آئیں گے۔ جس کی کھال اللہ کی رحمت کی ہوگی۔ جس کے پاؤں زبرجد کے ہوں گے۔ تو میں کہوں گا اے معاویہ۔ وہ جواب دیں گے اے محمد میں حاضر ہوں۔ میں کہوں گا تم اسی سال سے کہاں تھے۔ وہ جواب دیں گے میں عرش الٰہی کے نیچے ایک باغیچہ میں تھا وہاں مجھ سے میرا پروردگار مجھ سے مناجات کررہا تھا اور میں اس سے مناجات کررہا تھا۔ وہ مجھے جواب دے رہا تھا اور میں اسے جواب دے رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا یہ اس شئے کا عوض ہے کہ مجھے دنیا میں بہت گالیاں دی گئی تھیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے اسے عبداللہ بن حفص نے وضع کیا ہے۔ ابوبکر الخطیب کہتے ہیں یہ روایت اپنی سند اور متن دونوں کے لحاظ سے موضوع ہے۔ اور اسے عبداللہ بن حفص الوکیل نے وضع کیا ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

ابراہیم الحنظلی کا بیان ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان کی فضیلت میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد احمد بن حنبل سے علیؑ اور معاویہؓ کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا علیؓ کے دشمن بہت تھے۔ ان دشمنوں نے علیؓ کے عیوب تلاش کئے لیکن انھیں کوئی عیب نظر نہیں آیا۔ تو وہ ایک ایسے شخص کے پاس آئے جس نے علیؓ سے قتال کیا۔ اور ان کے خلاف تدابیر اختیار کیں۔

حرہ کی کہانی

ہم نے جب مذہبی داستان لکھنی شروع کی تو ہمارے ذہن میں یہ بھی تھا کہ ہم واقعہ حرّہ ابھی لوگوں کے سامنے پیش کریں گے۔ لیکن جب ہم نے مذہبی داستان لکھنی شروع کی تو مصنوعی کہانیوں نے ہمیں ہر سُو سے گھیر لیا۔ اور واقعۂ حرّہ ذہن کے کونہ کھدرے میں پڑا رہ گیا۔

لیکن جب ہم نے چوتھے حصّہ کا ارادہ کیا تو لوگوں کا پھر اصرار بڑھا کہ واقعۂ حرّہ پر کچھ نہ کچھ تحریر کیا جائے۔ لیکن اول عمر کی زیادتی، دوسرے سانس کی بیماری کے سبب ہمت جواب دے گئی۔ لیکن قرض بہر صورت قرض تھا۔ لہٰذا اس کی ادائیگی کے لئے حامی تو بھر لی۔ لیکن جب لکھنے بیٹھے تو اعضا نے ساتھ چھوڑ دیا لہٰذا اس واقعہ کو حافظ ابن کثیر کی زبانی نقل کرنا بہتر سمجھا۔ اور ان کی البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صـ۲۱۷ سے ان کی کتاب کا ترجمہ شروع کر دیا۔ اور ساتھ میں جن روایات پر اعتراضات تھے وہ پیش کرنے کا ارادہ کر لیا۔ لہٰذا حافظ ابن کثیر رقم طراز ہیں۔

پھر ۶۳ھ شروع ہوا۔ اسی سن میں واقعۂ حرّہ پیش آیا۔ جس کا سبب یہ تھا کہ جب اہلِ مدینہ نے یزید کی بیعت توڑی تو قریش کی سرداری عبداللہ بن مطیع کو دی گئی اور انصار کی عبداللہ بن حنظلۃ بن عامر کو۔

جب اس سنہ کی ابتدا ہوئی تو ان لوگوں نے ظہور کیا اور منبر رسول کے قریب جمع ہو گئے۔ ان میں سے ایک شخص بولا۔ میں نے یزید کی بیعت اس طرح اتار پھینکی جس طرح میں اپنا یہ صافہ اتار رہا ہوں۔ پھر اس نے اپنا یہ صافہ نیچے اتار کر پھینک دیا۔ دوسرا شخص بولا میں یزید کی بیعت اسی طرح توڑ رہا ہوں جس طرح میں نے اپنے یہ جوتے اتار دئے ہیں حتیٰ کہ بہت سے عمامے اور بہت سے جوتے جمع ہو گئے۔

(ہمارے علماء حضرات ہمیں صرف یہ بتا دیں کہ بیعت کا کیا مقصد ہے اور کیا کسی پیر کی بیعت اس طرح توڑنا جائز ہے یا ناجائز۔ اور کیا بیعت کا صرف اتنا درجہ ہے کہ جب چاہا جوتے کی طرح اسے نکال پھینکا۔ اسے تو اسلام میں بغاوت کہا جائے گا اور ایسا کرنے والے واجب القتل ہوں گے اور جن لوگوں نے حرکت کی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ بیعت سے بھی ناواقف تھے بلکہ ان کا مقصود ہی بغاوت تھی)

پھر یہ لوگ اس پر مجتمع ہو گئے کہ مدینہ میں جو یزید کا عامل (گورنر ہے) اسے مدینہ سے نکال دیا جائے۔ اس گورنر کا نام عثمان بن محمد بن ابی سلیمان تھا۔ جو یزید کا چچا زاد بھائی تھا۔ نیز تمام بنو امیہ کو مدینہ سے نکال دیا جائے۔

یہ سن کر تمام بنو امیہ مروان بن الحکم کے گھر جمع ہو گئے۔ اور اہل مدینہ نے ان کا محاصرہ کر لیا (گویا ناراضگی یزید سے تھی اور اس کی سزا تمام بنو امیہ کو دی جا رہی تھی۔ کیا یہ صورت شرعاً جائز تھی اور تابعین کے دور میں جبکہ متعدد صحابہ بھی حیات تھے۔)

علی بن الحسین یعنی زین العابدین نے ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس طرح حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب نے ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہ حضرات بیعت یزید توڑنے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوئے اور نہ عبداللہ بن عمر کے گھر کا کوئی فرد اس میں شریک ہوا بلکہ عبداللہ بن عمر نے اپنے اعزا سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص یزید کی بیعت نہ توڑے۔ ورنہ میرے اور اس شخص کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا۔

اہل مدینہ نے عبداللہ بن مطیع اور عبداللہ بن حنظلہ کی موت پر بیعت سے انکار کر دیا اور کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شرط پر بیعت کرتے کہ ہم ان سے بھاگیں گے نہیں نتیجۃً عبدالمطلب کی اولاد میں سے کسی نے بھی یزید کی بیعت نہ توڑی۔

(ہمارے قارئین کرام خود غور فرمالیں کہ اس صورت میں نفس واقعہ کی کیسا پوزیشن ہوئی۔ کیا یہ اپنی امارت کے لئے ایک بغاوت نہ تھی اور خاص طور پر جب تمام صحابہ نے ساتھ چھوڑ دیا تھا)

جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑی اور عبداللہ بن مطیع اور عبداللہ بن حنظلہ کو امیر بنایا تو ان دو حضرات نے بھی یزید کی اس کے علاوہ کوئی برائی نہیں کی کہ وہ شراب پیتا اور گانے والی عورتوں کے پاس جاتا ہے۔ ان حضرات میں سے کسی نے بھی اس پر زندیق ہونے کا الزام نہیں لگایا۔ زیادہ سے زیادہ بعض نے اسے فاسق کہا اور فاسق کی بیعت توڑنا جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے ایک ہنگامہ اسی طرح اٹھے گا جیسا کہ اہل مدینہ کے عمل سے رونما ہوا۔ حالانکہ یزید نے ان کی اطاعت کی کوشش کی۔ لیکن عبداللہ بن عمر اور اہل بیت نبوت میں سے کسی نے بھی یزید کی بیعت نہ توڑی۔ اور نہ کسی اور سے بیعت کی۔

بنوامیہ نے یزید کو مراسلہ بھیجا کہ ہماری کس طرح توہین کی جا رہی ہے اور ہمیں کس طرح بھوکا اور پیاسا مارا جا رہا ہے۔ یا تو انھیں کوئی بچانے کے لئے بھیجا جائے۔ ورنہ ان کی جڑیں کاٹ دی جائیں گی۔

جب یہ خط یزید کے پاس پہنچا تو وہ ٹھنڈے پانی میں نقرس کے باعث پاؤں رکھے بیٹھا تھا۔ جب اس نے خط پڑھا تو اس سے گھبرا اٹھا۔ اور بولا کیا ان کے پاس ایک ہزار آدمی بھی نہیں۔ مراسلہ لیجانے والے نے کہا ہاں۔ یزید بولا کیا وہ ایک ساعت بھی قتال نہیں کر سکتے۔

پھر یزید نے عمرو بن سعید بن العاص کو خط لکھا اور اسے اس پر آمادہ کرنا چاہا۔ کہ وہ خود مدینہ چلا جائے۔

عمرو بن سعید نے انکار کر دیا اور عرض کیا۔ اے امیرالمؤمنین آپ نے جب مجھے مدینہ کی گورنری سے معزول کیا تھا تو وہ ایک مضبوط مقام تھا۔ وہاں کے معاملات درست تھے۔ لیکن اس وقت قریش کے خون اوپر چڑھے ہوئے ہیں۔

اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں ان کے کسی کام کا متولی بنوں۔

راوی کا بیان ہے۔ پھر یزید نے مسلم بن عقبۃ المزنی کے پاس آدمی بھیجا وہ ایک بوڑھا شخص تھا۔ اسے اس کام کے لئے تیار کیا اور اس کے ساتھ یزید نے دس ہزار سوار بھیجے۔ بعض لوگوں نے بارہ ہزار۔ اور بعض نے ساڑھے بارہ ہزار بیان کئے ہیں۔ ان میں سے ہر شخص کو سو دینار دئے اور ایک قول یہ ہے کہ چار دینار دیئے۔ پھر ایک گھوڑے پر سوار ہو کر اس لشکر کا معائنہ کیا۔

(یہاں تک جو مضمون گذرا ہے۔ اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ خود ابن کثیر کا بیان ہے۔ لیکن حافظ ابن کثیر کا انتقال ۷۷۴ھ میں ہوا اور واقعہ ۶۳ھ کا ہے۔ ساڑھے سات سو سال پہلے کا واقعہ ابن کثیر کے علم میں کیسے آیا تو ابن کثیر خود اس کا عقدہ کھولتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں)

درائنی کا بیان ہے کہ یزید نے اہل دمشق پر عبداللہ بن مسعود نے الفزاری کو مامور کیا۔ اہل حمص پر حصین بن نمیر السکونی کو، اہل اردن پر حبیش بن دلجۃ القینی کو۔ اہل فلسطین پر روح بن زنباء الجذامی اور شریک الکنانی کو اور اہل قنسرین پر طریف بن الحسحاس الہلالی کو امیر متعین کیا۔ اور ان سب کا امیر مسلم بن عقبۃ المزنی کو بنایا جو بنو غطفان سے تعلق رکھتا تھا۔ اسی کو سلف نے مسرف بن عقبہ بیان کیا ہے۔

مدائنی

گو جناب مدائنی حدیث میں قوی نہیں۔ مرسل روایات پیش کرتے ہیں۔ یعنی جس روایت کا نہ سر ہوتا ہے نہ پیر۔ بلکہ دراصل یہ تمام مورخ کے ذہنی تخیلات ہوتے ہیں۔ بلحاظ سند یہ واقعہ بھی ذہنی ہے۔

اور یہ کہنا کہ اسلاف مسلم بن عقبہ کو مسرف کہا کرتے تھے۔ یہ بھی مدائنی کا ایک تخیل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سلف سے وہ لوگ مراد ہوں جو مدائنی کے تخیل میں پیدا ہو رہے ہوں۔ کیونکہ مدائنی نے ۹۳ سال کی عمر میں ۲۲۵ھ انتقال کیا۔ گویا مدائنی ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اور یہ واقعہ ۶۳ھ کا ہے۔ مدائنی نے یہ واقعہ

کن لوگوں سے سنا ان کا نام مدائنی نے غائب کر دیا ہے۔ اور محدثین کا یہ دعویٰ کہ یہ مرسل روایات تیار کرتے ہیں۔ تو یہ واقعہ بھی مرسل ہے۔ بلکہ مدائنی نے ذہنی طور پر بیان کیا ہے۔ اور پھر بعد میں نمک مرچ لگانے والوں نے اس پر کچھ کالی مرچیں بھی چھڑک دی ہیں۔ ہاں ہمیں یہ ضرور معلوم ہو گیا کہ حضرت حسینؓ کا گانا جو ہمارے سنی حضرات گاتے ہیں کم از کم مدائنی کے بقول چند ماہ بعد بھی اہل مدینہ میں اس کا کوئی چرچا نہ تھا اور نہ کسی اہل مدینہ نے یزید پر قتل حسینؓ کا الزام لگایا۔ بلکہ اس واقعہ کو کوئی حیثیت تک نہ دی۔ اب یہ باتیں مدائنی جانے اور ہمارے کربلائی جانیں)

حضرت نعمان بن بشیر نے عرض کیا اے امیر المؤمنین یہ ذمہ داری مجھے سونپ دیجئے میں ان کے لئے کافی ہوں۔ یہ نعمان اپنی والدہ کی جانب سے عبداللہ بن حنظلہ کے بھائی تھے۔

اس پر یزید بولا کہ اب ان لوگوں کے لئے اس تاریکی کے علاوہ کچھ نہیں۔ اللہ کی قسم میں اب انھیں ضرور قتل کروں گا۔ کیونکہ میں ان پر کئی بار احسان کر چکا۔ اور کئی بار معاف کر چکا۔

حضرت نعمان بن بشیر نے عرض کیا اے امیر المؤمنین میں آپ کو اپنے قبیلے اور انصار رسول اللہ کے معاملہ میں آپ کو قسم دیتا ہوں۔

(حضرت نعمان بن بشیر خود ایک انصاری صحابی ہیں اور ان کے والد بھی انصاری صحابی تھے۔ یزید کی جانب سے حمص کے گورنر ہیں۔ گویا انصار مدینہ بھی سب یزید کے خلاف نہ تھے۔ ناقل)

حضرت عبداللہ بن جعفر نے عرض کیا۔ اے امیر المؤمنین اگر وہ آپ کی اطاعت قبول کر لیں تو کیا ان کی اطاعت قبول کی جائے گی؟

(یہ عبداللہ بن جعفر حضرت علیؓ کے بڑے بھائی جعفر کے بیٹے ہیں اور صحابی رسول ہیں گویا حضرت حسینؓ کے تایا زاد بھائی ہیں اور یزید کے حامی ہیں۔ یزید نے جواب دیا اگر وہ ایسا کریں گے تو انھیں قتل نہ کیا جائے گا۔ پھر یزید نے مسلم بن

عقبہ سے کہا۔ ان لوگوں کو تین دفعہ اطاعت کی دعوت دینا۔ اگر وہ اطاعت قبول کر لیں تو تم بھی ان کی بات قبول کرنا۔ ورنہ اللہ سے مدد کے خواہاں بننا اور ان سے جنگ کرنا اور جب ن پر غالب آجائے تو تین روز تک مدینہ کو مباح کر دینا۔ پھر لوگوں سے ہاتھ روک لینا۔

(اس تمام عبارت پر غور کرنے کے بعد حسب ذیل نتائج قارئین کے سامنے آتے ہیں۔

(۱۔ تمام اہل مدینہ اس بغاوت میں شریک نہ تھے۔ حتیٰ کہ ان لوگوں میں سے جن کو مہاجرین کہا جاتا تھا اس بغاوت میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ یہ سب یزید کے حامی تھے۔ مثلاً حسین کے صاحبزادے علی بن حسین جنھیں سبائیوں نے زین العابدینؒ کے لقب سے مشہور کر رکھا ہے۔

۲۔ انصار میں سے ایک گروہ نے یزید کی مخالفت کی مثلاً عبداللہ بن حنظلہ اور عبداللہ بن مطیع اور بہت سے انصار یزید کے حامی تھے۔ مثلاً حضرت انس بن مالک۔ حضرت جابر بن عبداللہ۔ حضرت نعمان بن بشیر وغیرہم۔ اسی طرح انصار میں دو گروہ ہوئے ایک حامیان یزید اور ایک مخالفین یزید۔ اور جن لوگوں نے یزید کی مخالفت کی تھی وہ بھی موت کی بیعت کے مسئلہ پر علیحدہ ہو گئے۔ اب تو صرف باغیوں کا ایک گروہ تھا جو نبرد آزما تھا۔ اور ابن الزبیر نے اسے جو سبق پڑھا دیا تھا وہ گا رہا تھا۔ حالانکہ عبداللہ بن حنظلہ یزید سے لاکھوں درہم لے کر آیا تھا۔

۳۔ انصار کا جو گروہ مخالف ہوا وہ اس غلط پروپیگنڈے کے باعث ہوا کہ یزید شراب پیتا اور نماز چھوڑ دیتا ہے اور یہی پروپیگنڈہ آج تک یزید کے مخالفین کرتے ہیں۔ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ اس پروپیگنڈے میں حسینؓ کا نام کہیں نہیں آیا۔ حتیٰ کہ مدائنی کی یہ کہانی پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا تو کربلا میں کوئی حادثہ ہی پیش نہیں آیا اور اگر کوئی واقعہ پیش آیا تھا تو اس میں بیچارے یزید کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔ ورنہ خاندان بنی ہاشم میں سے کسی نے بھی یزید کی مخالفت نہیں کی۔

۴۔ جن لوگوں نے یزید پر یہ الزامات قائم کئے مثلاً نماز نہیں پڑھتا۔ اور شراب پیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان کی تردید بڑے بڑے صحابہ اور ہاشمیوں نے کی لیکن ان حضرات کی کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

۵۔ کسی نے حسینؓ کے قتل کا نام تک نہیں لیا گویا کوئی اہل مدینہ حسین بن علی کو جانتا تک نہ تھا جسے رافضیوں نے ایک زمانہ بعد ہمارے لئے ایک کہانی بنا دیا۔

۶۔ ایسی صورت میں یزید کا ان انصار مدینہ کے خلاف اقدام سراسر جائز اور حق پر مبنی تھا۔ اور ہر حکومت یہی کرتی۔

۷۔ یزید نے لشکر بھیجا اور اسے ہدایت دی کہ ان لوگوں کو تین دن کی مہلت دینا۔ اور امیر لشکر نے انھیں تین دن کی مہلت دی۔ لیکن اہل مدینہ نے اس مہلت کو قبول نہیں کیا۔

۸۔ یہ تمام لشکر اہل شام پر مشتمل تھا۔ ان میں کوئی افریقی نہ تھا۔ جیسا کہ ہمارے طبقہ میں مشہور ہے۔ وہ تو صرف ایک پروپیگنڈہ ہے۔

۹۔ یہ کسی روایت میں نہیں آتا کہ یزید نے ان کے لئے مدینہ کی عورتیں حلال کیں۔ بلکہ قتل و قتال حلال کیا گیا۔ جسے ہمارے کہانی نویسوں نے عورتوں کی حلت بنالیا اور بقول ان کہانی نویسوں کے مدینہ میں تین روز تک حرام کاری ہوتی رہی۔ گویا وہ تمام انصار و مہاجرین جو یزید کے حامی تھے یہ ان کی غلطی تھی کہ ایسی دردناک صورت میں وہ یزید کے حامی بنے رہے اور یزید کے معاونت کرتے رہے اور تماشہ دیکھتے رہے۔

۱۰۔ جب انصار کی ایک ہزار عورتوں کے ناجائز حمل ٹھہرا تو کیا ان کا معائنہ کرنے کے لئے ہمارا مولوی گیا تھا یا مؤرخ مسعودی۔ اور معلومات کا کیا ذریعہ تھا۔

۱۱۔ اور جن عورتوں کے ناجائز حمل ٹھہرا تھا۔ انھوں نے اور ان کے اہل خانہ نے تو یہ عہد کرلیا ہوگا کہ آئندہ کسی قریشی کو برسراقتدار نہیں آنے دینا۔ بلکہ اگر ہمارا

بس چلے تو کسی قریشی کو حکومت پر کبھی نہیں آنے دیتا۔

۱۲۔ انصار صحابہ اور انصار تابعین کی ایک ہزار لڑکیاں حرام کاری میں مبتلا ہوئیں تو اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ ان کی آنے والی نسلیں واقعتاً انصاری النسل تھیں کہیں یہ انصار مدینہ پر تبرا تو نہیں۔ اس لئے کہ شیعہ مذہب میں حضور کی وفات کے وقت صرف پانچ مومن تھے اور ان پانچ میں کبھی کوئی انصاری داخل نہیں ہوا اس لحاظ سے انصار کو گالی دینے کے لئے موقعہ کی تلاش تھی۔ اب ہمارا مولوی بھی کہتا ہے کہ ایک ہزار عورتوں کی عزت لوٹی گئی۔ ان کا اتا پتہ معلوم کرنا ہے تو ہمارے ملا سے دریافت کر لیجئے۔

روایت میں ہے کہ "مدینہ اس کے بعد مباح کر دیا"۔ روایت کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہاں قتل و قتال کی حلت مراد ہے۔ لیکن ہمارے ملا نے قتل و قتال تو کبھی دیکھا نہ تھا۔ لہٰذا اسے عورتوں کی حلت یاد آئی اور اس نے ان الفاظ کو غلط جامہ پہنا کر بات کا بتنگڑ بنا دیا۔ اور کہانی بنانے والوں نے یہ کہانی بنا کر پیش کر دی۔

یزید نے جواب دیا اگر ان باغین نے ہماری اطاعت قبول کر لی تو انھیں کسی قسم کی سرزنش نہ کی جائے گی۔ اس کے بعد مسلم بن عقبہ سے کہا کہ پہلے قوم کو تین روز تک دعوت دینا۔ اگر وہ اطاعت قبول کر لے تو تو بھی ان کی بات قبول کر لینا اور ان سے ہاتھ اٹھا لینا۔ ورنہ اللہ سے مدد طلب کرنا اور ان سے جنگ کرنا اور جب تو ان پر غالب آجائے تو تین روز تک مدینہ مباح کر دینا۔ پھر لوگوں سے ہاتھ روک لینا۔ اور علی بن الحسین کا خاص طور پر خیال رکھنا۔ ان سے اپنا ہاتھ روک لینا۔ اور ان سے اچھا سلوک کرنا اور انھیں اپنی مجلس کے قریب رکھنا کیونکہ علی بن الحسین (زین العابدین) نے اس چیز میں جو اہل مدینہ نے اختیار کی قطعاً حصہ نہیں لیا۔ اور مسلم بن عقبہ کو یہ بھی حکم دیا گیا کہ اگر تیرے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس لشکر کا امیر حصین بن نمیر الکوفی ہوگا۔

یزید نے عبداللہ بن زیاد کو لکھا کہ عبداللہ بن زبیر کی جانب جاؤ اور مکہ کا محاصرہ کر لو لیکن عبداللہ بن زیاد نے انکار کر دیا اور بولا۔ اللہ کی قسم میں اس فاسق (ابن الزبیر) کے لئے دو باتیں جمع نہ کروں گا کہ اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کروں۔ اور بیت الحرام پر جنگ کروں۔

عبداللہ بن زیاد کی ماں کا نام مرجانہ تھا۔ جب ابن زیاد نے حسین کو قتل کیا تو اس نے کہا تو نے بہت برا کیا اور سختی سے اس کا گلا دبا دیا۔ یہ بات بھی یزید تک پہنچ گئی۔ کہ عبداللہ بن زبیر اپنے خطبوں میں کہتے۔ بندروں والا یزید۔ شراب پینے والا۔ نمازیں ترک کرنے والا اور رنڈیوں کی جانب متوجہ ہونے والا (گویا یزید کے خلاف اس پروپیگنڈے نے مدینہ کے کچھ لوگوں کے دلوں میں جگہ بنا لی تھی۔)

جب مسلم اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچا تو اہل مدینہ نے بنوامیہ کا حصار سخت کر دیا اور ان سے کہا اللہ کی قسم یا تو ہم تمھارے سب جانداروں کو قتل کر دیں گے یا تم ہمیں یہ عہد نامہ لکھ کر دو کہ تم ان شامیین کو کسی قسم کی اطلاع نہ دو گے اور نہ ہمارے مقابلے میں ان سے تعاون کرو گے۔

(اور جو انصار یزید کے حامی تھے اور باقی قریشی مثلاً عبداللہ بن عمر اور محمد بن علی ان کے خلاف یہ باغیین کچھ نہ بولے)

جب مسلم اپنے لشکر کے ساتھ پہنچا تو بنوامیہ سے ملا اور ان سے خبریں پوچھنے لگا۔ ان میں سے کسی نے اسے کسی بات کی خبر نہ دی اور اس لشکر سے علیحدہ رہے اس مسلم کے پاس عبدالملک بن مروان آیا اور بولا کہ اگر تو مدینہ پر فتح پانا چاہتا ہے تو مدینہ کے مشرقی جانب حرّہ میں اتر۔ جب یہ اہل مدینہ تیرے مدمقابل آئیں گے تو سورج تمھاری گردن کے پیچھے ہو گا اور ان کی آنکھوں کے سامنے ہو گا تو انھیں اطاعت کی دعوت دینا۔ اگر وہ تیری بات قبول کر لیں تو بہتر ہے۔ ورنہ اللہ سے مدد طلب کرنا اور ان سے جنگ کرنا تو اللہ تعالٰے تجھے ان پر کامیاب فرمائے گا۔ کیونکہ انھوں نے امام کی مخالفت کی اور اطاعت سے باہر ہو گئے۔

مسلم بن عقبہ نے اس بات پر عبدالملک کا شکریہ ادا کیا اور عبدالملک نے جو مشورہ دیا تھا اس پر عمل کیا اور مدینہ کے مشرقی جانب حرہ میں قیام کیا اور تین روز تک اہل مدینہ کو اطاعت امیر کی دعوت دیتا رہا۔ لیکن وہ سوائے قتال کے ہر بات سے انکار کرتے رہے۔

جب تین دن گزر گئے اور چوتھا دن آیا۔ اور یہ بدھ کا دن تھا اور ذی الحجہ میں دو راتیں باقی تھیں۔ اس نے اہل مدینہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

اے اہل مدینہ تین دن گزر گئے اور امیرالمؤمنین نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تم ان کی اصل اور اہل قبیلہ ہو۔ اور وہ تمہارا خون بہانا مکروہ سمجھتے ہیں۔ انھوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تمھیں تین دن کی مہلت دوں۔ اب تم بتاؤ کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ صلح کرنا چاہتے ہو یا جنگ کرنا چاہتے ہو۔ یہ بولے کہ ہم تو جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ مسلم بولا کہ ایسا نہ کرو بلکہ صلح صفائی کے ساتھ رہو اور اس ملحد (ابن الزبیر) کے مقابلہ پر ہماری قوت بن جاؤ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۱۹)

اس پر اہل مدینہ بولے اے اللہ کے دشمن اگر تیرا مقصد یہ ہے کہ ہم تمھیں اس کی اجازت دیدیں؟ کیا تو ہمیں اس بات سے ڈراتا ہے کہ تم مکہ کی جانب جاؤ اور بیت اللہ الحرام میں الحاد پھیلاؤ۔

اس کے بعد انھوں نے قتال کا آمادہ کر لیا اور اپنے اور مسلم بن عقبہ کے درمیان ایک خندق کھودلی اور اپنے لشکر کو چار حصوں پر تقسیم کیا اور سب سے خوبصورت وہ حصہ تھا جس میں عبداللہ بن حنظلہ الغسیل تھے۔ پھر باہم سخت قتال ہوا۔ پھر اہل مدینہ خندق کی جانب منہزم ہو گئے۔ اور اس روز بڑے بڑے سادات (سردار) اور بڑے بڑے افراد قتل ہوئے جن میں عبداللہ بن مطیع اور ان کے سات بیٹے ان کے سامنے مقتول ہوئے۔ اور عبداللہ بن حنظلہ بن الغسیل اور ان کے ماں جائے بھائی محمد بن ثابت بن شماس اور محمد بن عمرو بن حزم۔

اتفاق سے مروان وہاں سے گذرے محمد بن عمرو بن حزم مٹی میں لتھڑے

پڑے تھے وہ بولے۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ وہ کتنے ستون ہیں جس نے تمہارے قیام اور سجدوں کو دیکھا ہوگا۔

(ذرا سوچئے کہ اس زمانہ میں پروپیگنڈہ مشنری کس طرح کام کر رہی ہوگی جس میں بڑے بڑے نیک لوگ پانی کی طرح بہ گئے اور ابن الزبیر کے بقول یزید کو فاسق اور شرابی تصور کرتے رہے۔ لیکن حیرت ہے کہ کسی شخص نے حسینؓ کا نام نہیں لیا۔)

پھر مسلم بن عقبہ نے وہ شے حلال کر دی جس کی وجہ سے سلف اس کو مسرف بن عقبہ کہنے لگے تھے۔ اللہ اس شخص کی صورت بگاڑے جس نے اسے یہ راستہ دکھایا تھا۔ مدینہ تین دن تک اسی طرح کر دیا گیا جس طرح مسلم کو یزید نے حکم دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر نہ دے کہ اس نے اشراف اور قراء کی ایک جماعت کو قتل کیا اور بہت سے مال لوٹے اور ایک شر عظیم اور بڑا فساد واقع ہوا جیسا کہ متعدد افراد نے ذکر کیا ہے پس وہ لوگ جو باندھ کر قتل کئے گئے ان میں معقل بن سنان بھی تھے۔ اور یہ پہلے مسلم بن عقبہ کے دوست تھے۔ لیکن مسلم نے انھیں یزید کے بارے میں سخت کلام کرتے دیکھا۔ اس باعث انھیں شہید کر دیا گیا۔

اس مسلم نے علی بن حسین کو طلب کیا۔ وہ مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک کے درمیان چلتے ہوئے آئے۔ تاکہ یہ ہر دو زین العابدین کی نجات کا سبب بن جائیں۔ لیکن انھیں یہ خبر نہ تھی کہ یزید نے اس مسلم کو ان کے سلسلہ میں وصیت کی ہے۔ جب یہ تینوں سامنے جا کر بیٹھ گئے تو مروان نے پانی مانگا۔ اور مسلم بن عقبہ شام سے برف لے کر آیا تھا۔ اس کے پانی میں وہی برف ڈال کر دیا جاتا۔

جب پانی آیا تو مروان نے تھوڑا سا پانی پیا۔ پھر باقی علی ابن الحسین کو دیدیا تاکہ وہ اس پانی کے ذریعہ امان حاصل کریں۔

مروان علی بن الحسین کو ایذا پہنچاتا رہا (لیکن یہ ان کی جان بچانے کا ذریعہ مروان نے پیدا کیا۔ غالباً مدائنی یہ اپنا ذہن پیش کر رہا ہے)

جب مسلم بن عقبہ نے علی بن حسین کو دیکھا تو ان کے ہاتھ سے برتن لے لیا۔

اور کہنے لگا ہمارے پانی سے پانی نہ پیو اور کہا تو ان دونوں کے ساتھ میرے پاس امن مانگنے آیا تھا؟ اس پر علی بن حسین کے ہاتھ کانپنے لگے اور وہ اپنے ہاتھ سے نہ برتن رکھتے تھے اور نہ پانی پیتے تھے۔

اس پر مسلم بن عقبہ بولا کہ اگر امیر المومنین نے تیرے بارے میں وصیت نہ کی ہوتی تو میں تیری گردن مار دیتا۔ پھر علی بن حسین سے بولا اگر تو پانی پینا چاہتا ہے تو پی لے۔ علی بن حسین نے جواب دیا یہ پانی میرے ہاتھ میں ہے میں اسے پینا چاہتا ہوں اس کے بعد علی بن حسین نے وہ پانی پی لیا۔

مسلم بن عقبہ نے کہا یہاں آکر اوپر بیٹھ جاؤ۔ اور انھیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھا لیا اور بولا کہ امیر المومنین نے مجھے آپ کے سلسلہ میں وصیت کی تھی۔ ان لوگوں نے مجھے اپنے معاملہ میں مشغول کر دیا۔ پھر علی بن حسین سے بولا۔ شاید میرے گھر والے گھبرا گئے ہوں گے۔ علی بن الحسین نے کہا جی ہاں۔

مسلم بن عقبہ نے ایک گھوڑا تیار کرنے کا حکم دیا۔ گھوڑے کو لگام باندھی گئی پھر علی بن الحسین کو اس پر سوار کیا اور عزت کے ساتھ انھیں گھر بھیجا۔

پھر مسلم بن عقبہ نے عمرو بن عثمان بن عفان کو بلایا۔ اور اس روز کوئی گھر سے نکلتا نہ تھا جب تک خاندان بنو امیہ کا کوئی فرد نہ ملتا۔ مسلم نے ان عمرو بن عثمان بن عفان سے سوال کیا۔ اگر اہل مدینہ غالب آجاتے تو؟ عمرو بن عثمان نے جواب دیا۔ میں تب بھی آپ کا ساتھ دیتا اور اگر ابن شام غالب آجاتے تو میں امیر المومنین عثمان کا بیٹا ہوں۔ پھر مسلم بن عقبہ نے حکم دیا کہ ان کی داڑھی نوچی کی جائے کیونکہ ان کی داڑھی بہت لانبی تھی۔

(یہ تمام مضمون ابن کثیر نے مدائنی سے نقل کیا ہے۔ لہٰذا بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتب رجال سے کچھ مدائنی کا حال نقل کر دیا جائے۔)

مدائنی ابوالحسن اس کی کنیت ہے۔ مدائنی کے لقب سے مشہور ہے۔ مورخ ہے۔ متعدد تصانیف کا مصنف ہے۔ ابن عدی نے الکامل میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

اور لکھا ہے کہ اس شخص کا نام علی بن محمد بن عبد اللہ بن ابی سیف المدائنی ہے۔ یہ عبد الرحمٰن بن سمرہ کا غلام ہے۔ حدیث میں قوی نہیں۔ خبریں بیان کرتا ہے۔ اس کی مستند روایات کم ہیں۔

احمد بن ابی خیثمہ کا بیان ہے کہ میرے والد اور یحییٰ بن معین اور مصعب زبیری مصعب کے دروازے پر بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک شخص ایک عمدہ گھوڑے پر سوار گزرا۔ اس نے سلام کیا۔ لیکن مخصوص طور پر یحییٰ بن معین کو۔ یحییٰ نے سوال کیا اے ابوالحسن کہاں جا رہے ہو۔ اس نے جواب دیا اس شریف شخص کے گھر جا رہا ہوں جو میری آستین دنانیر اور دراہم سے بھر دے گا۔

اسحاق موصلی کا بیان ہے کہ جب یہ شخص آگے چلا گیا تو یحییٰ بن معین نے کہا یہ ثقہ ہے۔ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا یہ کون ہے۔ انھوں نے فرمایا یہ مدائنی ہے اس شخص کا ترانوے سال کی عمر میں ۲۲۵ھ میں انتقال ہوا۔ (میزان ج ۳ ص۱۹۳)

مصنفین صحاح نے اس کی کوئی روایت نقل نہیں کی ان میں سے کوئی شخص بھی اس کی روایت کو قابل اعتبار نہ سمجھتا۔ بلکہ احمد بن ابی خیثمہ سے کئے بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ شخص امراء کو خوش کرنے والی روایات سناتا اور اس پر دراہم و دینار وصول کرتا۔ اسی باعث ان تمام محدثین نے جو اس کے زمانہ میں موجود تھے اس کی روایات ترک کر دی تھی۔

ثانیاً اس کی تمام روایات معلق ہوتی ہیں اور معلق روایات بہت ہی ضعیف قسم کی روایت ہوتی ہے۔ یہ گذشتہ واقعہ ایک معلق کہانی ہے اس واقعہ کو ایک کہانی تو کہا جا سکتا ہے۔ اس سے زیادہ محدثین کے نزدیک اس کی کچھ حیثیت نہیں۔ ہم بھی اسے ایک کہانی سمجھ کر نقل کر رہے ہیں۔)

مدائنی کا بیان ہے کہ اس مسلم بن عقبہ نے تین روز تک مدینہ کو حلال کر دیا۔ یہ لوگ جس شخص کو بھی پاتے اسے قتل کرتے۔ لوگوں کے مال لوٹتے۔ سودہ بنت عوف المریہ نے مسلم بن عقبہ کے پاس آدمی بھیجا۔ کہ میں تیرے چچا کی بیٹی ہوں اپنے

ساتھیوں کو حکم دے کہ میرے اونٹوں کو کچھ نہ کہیں جو فلاں مقام پر ہیں۔ اس نے اپنے آدمیوں سے کہا سب سے پہلے اس عورت کے اونٹ پکڑو۔

ایک عورت اس کے پاس آئی اور کہنے لگی میں تیری باندی ہوں اور میرا بیٹا قیدیوں میں ہے۔ مسلم بن عقبہ نے کہا اے لوگو جلدی کرو۔ الغرض اس کے بیٹے کی گردن مار دی گئی۔ کوئی شخص بولا کہ اسے اس کے بیٹے کا سر دیدو۔ مسلم بن عقبہ نے کہا کہ کیا تو یہ پسند کرتا ہے حتیٰ کہ تو اس کے بیٹے کے بارے میں کلام نہ کرے۔ اور یہ لوگ عورتوں سے ہم بستر ہوئے۔ حتیٰ کہ ایک ضعیف قول یہ ہے کہ اس روز ایک ہزار عورتیں بغیر خاوند کے حاملہ ہو گئیں۔

(راوی کو حمل واقع ہونے کا علم کیسے ہوا۔ اور کیا ان عورتوں میں کوئی قریشی بھی تھی یا سب انصار تھیں اگر واقعتاً انصار تھیں تو انصار سے رافضی بچوں کو ہمیشہ اتنا پیار کیوں رہا۔ کیونکہ سبائیوں کے نزدیک صرف پانچ مسلمان تھے جو صرف مہاجر تھے اور باقی تمام انصار و مہاجرین منافق تھے۔)

مدائنی نے ابو قرہ سے نقل کیا ہے کہ ہشام بن حسان نے بیان کیا ہے کہ واقعہ حرّہ کے بعد اہل مدینہ کی ایک ہزار عورتیں حاملہ ہو گئیں۔

ہشام بن حسان ایک مشہور محدث ہیں لیکن یہ ابو قرہ کون ہے۔ اس کی خبر مدائنی کو ہو گی۔ ہاں ہمیں اس پر ضرور حیرت ہے کہ ان حاملہ عورتوں کا علم صرف مدائنی کو ہو سکا۔ کیا کوئی مورخ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ ان عورتوں میں کوئی قریشی اور ہاشمی نہ تھی۔

بڑے بڑے صحابہ کی جماعت چھپ گئی جن میں جابر بن عبداللہ بھی تھے اور ابو سعید گھر سے نکلے اور پہاڑ کے ایک غار میں داخل ہو گئے۔ اتفاق سے وہاں ایک شامی بھی تھا۔ وہ کہتا ہے جب میں نے اس شخص کو دیکھا تو میں نے اپنی تلوار کھینچ لی۔ ابو سعید نے بھی میرا ارادہ کر لیا۔ اور میرے قتل کے لئے تیار ہو گئے۔ میں نے بھی اپنی تلوار کھینچ لی۔ پھر میں نے کہا۔ " انی ارید باثمی واثمک فتکون من

من اصحاب النار وذالک جزاء الظالمین۔ جب اس شخص نے یہ صورت حال دیکھی تو میں نے اس شخص سے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا میں ابوسعید خدری صحابی رسول اللہ ہوں۔ میں نے کہا اچھا وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے (لیکن اتفاق سے وہ شامی مدائنی کی پیدائش سے پہلے مرگیا تھا)

مدائنی کا بیان ہے کہ مسلم بن عقبہ کے سامنے سعید بن المسیب لائے گئے اور ان سے کہا گیا کہ بیعت کرو۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے طریقہ پر بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ تو مسلم بن عقبہ نے ان کی گردن مارنے کا حکم دیا تو ایک شخص نے شہادت دی کہ یہ مجنوں ہے تو مسلم نے ان کا راستہ چھوڑ دیا۔

(سعید بن المسیب مہاجرین کی اولاد ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ مدائنی کو اس کا بھی علم نہ ہو کہ یہ مہاجر ہیں۔ یہ تمام مدائنی کی بکواس ہے۔ ورنہ سعید بن المسیب نے تمام خلفائے بنی امیہ کی بیعت کی ہے۔ ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی۔)

مدائنی نے اہل مدینہ کے ایک شخص سے نقل کیا ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ حرہ کے روز کتنے آدمی قتل ہوئے۔ (اس وقت تک زہری پیدا بھی نہیں ہوئے تھے) اس نے جواب دیا کہ مہاجرین وانصار کے شرفاء میں سے سات سو آدمی اور غلاموں اور ان لوگوں میں سے جن کو میں نہیں پہچانتا دس ہزار آدمی۔

(جناب زہری مقام ایلہ میں سنہ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۶۳ھ کے آخر میں یہ واقعہ پیش آیا۔ لیکن زہری نے پونے دو سال کی عمر میں ایلہ سے مدینہ کا سفر کیا اور مدینہ جاکر وہاں کے حالات کا مشاہدہ کیا۔ اسی باعث محدثین کا قول ہے کہ مرسلات زہری بیکار ہیں)

مدائنی نے عبداللہ القرشی اور ابواسحٰق تیمی سے نقل کیا ہے کہ جب حرہ کے روز اہل مدینہ منہزم ہوگئے تو عورتیں اور بچے چیخنے لگے تو ابن عمر بولے بعثمان ورب الکعبہ۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ واقعہ اس روز پیش آیا جب ذی الحجہ سنہ ۶۳ھ کے شروع ہونے میں صرف تین راتیں باقی تھیں۔ اور تین روز تک مدینہ کو لوٹا گیا۔

واقدی اور ابو محشر کا بیان ہے کہ واقعہ حرّہ بدھ کے دن پیش آیا اور ذی الحجہ ۶۳ھ شروع ہونے میں صرف دو دن باقی تھے۔

واقدی نے عبداللہ بن جعفر کے واسطے ابن عون سے نقل کیا ہے (واقدی عبداللہ بن جعفر کی وفات کے ڈیڑھ سو سال بعد پیدا ہوا۔ گویا کہ واقدی رافضی عبداللہ بن جعفر کی موت کے ڈیڑھ سو سال بعد پیدا ہوا۔ محدثین کے یہاں ایسی روایت کو منقطع کہا جاتا ہے۔ لیکن مورخین کے ہاں ہر کہانی قابل قبول ہے)

اس سال لوگوں کو حج عبداللہ بن الزبیر نے کرایا اور ان کا نام عائذ رکھا تھا۔ یعنی عائذ۔ یعنی بیت اللہ سے پناہ چاہنے والا۔ اور امر خلافت کو ابن الزبیر شوریٰ پر مبنی سمجھتے تھے۔

اور حرّہ کی خبر اہل مکہ کے پاس اس رات کو پہنچی جبکہ صبح کو محرم کی پہلی تھی۔ مدینہ کے واقعہ کی خبر لے کر سعید آیا جو مسور بن مخرمہ کا غلام تھا۔ ان لوگوں کو اس کا بہت افسوس ہوا اور یہ لوگ اہل شام کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔

مفسر ابن جریر نے جویریہ بن اسماء سے نقل کیا ہے کہ میں نے شیوخ اہل مدینہ سے سنا ہے کہ انھوں نے اہل مدینہ کے بزرگوں سے سُنا کہ معاویہ پر جب موت آئی تو انھوں نے اپنے بیٹے یزید کو بلوایا۔ (حالانکہ امیر معاویہ کی وفات کے وقت یزید دمشق میں موجود ہی نہ تھا) اور اس سے فرمایا کہ ایک دن تیرا معاملہ اہل مدینہ سے پیش آتا ہے تو ان کے مقابلے مسلم بن عقبہ کو بھیجنا۔ کیونکہ وہ ایسا شخص ہے جو اس بارے میں ہمارے خیالات کو جانتا ہے۔

جب امیر معاویہ کی وفات ہوگئی تو اہل مدینہ کا ایک وفد یزید کے پاس پہنچا یہ وفد لے کر عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر گئے۔ وہ ایک شریف۔ فاضل عبادت گزار شخص تھے اور ان کے ساتھ ان کے آٹھ بیٹے بھی تھے۔

یزید نے ان میں ہر شخص کو ایک ایک لاکھ درہم دیئے اور ان کے بیٹوں کو مزید دس ہزار دیئے۔ ان کے لباس اور سواری کے علاوہ۔ پھر عبداللہ بن حنظلہ

مدینہ لوٹ کر آئے۔ جب یہ مدینہ واپس آئے تو ان کے پاس اہل مدینہ آئے اور ان سے دریافت کیا تمھارے پیچھے کیا خبر ہے۔ عبداللہ بن حنظلہ نے جواب دیا۔ اگر میرے ساتھ میرے بیٹوں کے علاوہ کچھ اور افراد ہوتے تو میں ان کے ذریعہ یزید سے جہاد کرتا۔ اہل مدینہ بولے ہمیں تو یہ خبر ملی ہے کہ اس نے تجھے مال دیا اور تجھے خادم دئے اور تیری بہت عزت کی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صہ۲۱)

عبداللہ بن حنظلہ نے جواب دیا۔ یزید نے تو ایسا کیا لیکن میرا مقصد صرف یہ تھا کہ اس کے ذریعہ میں اس کے قتال پر تیاری کر سکوں۔ نتیجۃً اس نے لوگوں کو بھڑکانا شروع کر دیا اور ان سے اپنی بیعت لی۔

(ہماری زبان میں ایک محاورہ ہے "کہ جس ہانڈی میں کھاؤ اُسی ہانڈی میں چھید کرو۔" اگر یہ واقعہ درست ہے تو اس فتنہ کے بانی عبداللہ بن حنظلہ تھے اور یہ ان کی جانب سے ایک کھلی بغاوت اور احسان فراموشی تھی۔)

جب یزید کو یہ خبر ملی تو اس نے اہل مدینہ کے مقابلہ کے لئے مسلم بن عقبہ کو بھیجا اہل مدینہ نے کچھ آدمی بھیجے اور شام کی راہ میں جتنے پانی کے چشمے تھے ان میں ایک ایک ڈول تارکول کا ڈلوا دیا۔ اور اسے خوب پانی میں ملوا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے شام کے لشکر پر خوب بارش نازل فرمائی۔ اور ان شامیوں نے ان چشموں سے ایک ڈول بھی پانی نہ لیا۔ حتیٰ کہ یہ اہل شام مدینہ پہنچ گئے۔

(گویا لشکر یزید پر باغین کے مقابلہ کے لئے اللہ نے اپنی رحمت نازل فرمائی)

پھر یہ اہل مدینہ بڑے مجموں اور بڑی تیاری کے ساتھ مقابلے کے لئے نکلے۔ ایسی تیاری کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ جب اہل شام نے انھیں دیکھا تو ان سے ڈرے اور ان سے جنگ کو برا تصور کیا۔ اور ان کا امیر مسلم بن عقبہ اس روز سخت درد میں مبتلا تھا۔ ابھی لوگ جنگ میں مشغول تھے۔ اچانک اہل مدینہ نے اپنے پیچھے تکبیر کی آواز سُنی۔ ان پر بنو حارثہ نے زبردست حملہ کیا تھا۔ یہ لوگ بھی اہل شام سے تھے اور وہ دیواروں پر چڑھے ہوئے تھے۔ نتیجۃً اہل مدینہ شکست کھا گئے۔ اور اس روز لوگوں پر

خندق سے بھی زیادہ مصیبت آئی۔

(بنو حارثہ کا تعلق اہل مدینہ سے ہے۔ اہلِ شام سے نہیں۔ گویا ان عبداللہ بن حنظلہ کے ساتھ سب انصار نہ تھے۔)

پس یہ لوگ مدینہ میں داخل ہوگئے اور عبداللہ بن حنظلہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے خرالے لے رہے تھے۔ انھیں ان کے بیٹے نے متنبہ کیا۔ جب انھوں نے آنکھیں کھولیں۔ اور لوگوں کے ساتھ جو گذرا تھا اسے دیکھا تو اپنے بڑے بیٹے کو حکم دیا اس نے قتال کیا حتیٰ کہ خود قتل ہوگیا۔

نتیجتہً مسلم بن عقبہ مدینہ میں داخل ہوا۔ اور لوگوں کو یزید کی بیعت کی دعوت دی اور بولا تم پر افسوس ہے کہ تم نے اپنے خون اپنے اموال اور اپنے گھر والوں کو ضائع کیا۔

مہاجرین اہلِ مدینہ کے بیانات

امام احمد نے نافع سے نقل کیا ہے کہ جب لوگوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑی تو عبداللہ بن عمر نے اپنے بیٹوں اور اپنے گھر والوں کو جمع کیا۔ پھر تشہد پڑھنے کے بعد فرمایا ہم نے اس شخص (یعنی یزید) کی بیعت اللہ اور اس کے رسول کے نام پر کی تھی۔ اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ عذر کرنے والے کے روبرو ایک جھنڈا گاڑا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں غدار ہے۔ اور سب سے بڑا عذر یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے نام پر کسی کی بیعت کی جائے۔ اور پھر اس بیعت کو توڑا جائے (جس طرح اہل مدینہ نے بیعت کو ایک کھیل بنایا تھا) تم میں سے کوئی شخص یزید کی بیعت نہ توڑے اور تم میں سے کوئی شخص اس (خلافت) معاملہ میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ ورنہ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ ہے۔ اس روایت کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے بھی اسے صخر بن جویریہ کے ذریعہ روایت کیا ہے اور کہا ہے یہ روایت حسن صحیح ہے۔ اور ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن سیف المدائنی نے صخر بن جویریہ کے ذریعہ

نافع سے روایت کیا ہے۔ اور نافع نے ابن عمر سے پھر مدائنی نے اسی جیسی روایت نقل کی۔ بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۳۔ بخاری نے یہ روایت ایوب کے ذریعہ نافع سے نقل کی۔

جب اہل مدینہ یزید کے پاس سے لوٹ کر آئے (یعنی عبداللہ بن حنظلہ) تو عبداللہ بن مطیع اور ان کے ساتھی محمد بن حنفیہ (یعنی محمد بن العلی) کے پاس آئے۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ محمد بن الحنفیہ یزید کی بیعت توڑ دیں تو محمد بن الحنفیہ نے انکار کر دیا۔

عبداللہ بن مطیع نے ان سے کہا کہ یزید شراب پیتا ہے۔ نمازیں چھوڑتا ہے۔ اور کتاب اللہ کے حکم کو تبدیل کرتا ہے۔

محمد بن الحنفیہ نے فرمایا تم جو باتیں کہہ رہے ہو میں نے اس میں یہ باتیں نہیں دیکھیں۔ میں اس کے پاس موجود رہا اور اس کے پاس ٹھہرا رہا۔ میں نے تو اسے نماز کا پابند اور نیک کاموں کا متلاشی پایا۔ لوگ اس سے فقہ کا سوال کرتے اور یہ شخص سنت کا پابند تھا۔

عبداللہ بن مطیع بولے۔ ہوسکتا ہے یہ اس کا تصنع ہو۔

محمد بن حنفیہ بولے۔ اسے مجھ سے کون سا خوف طاری ہو گیا تھا۔ یا مجھ سے اسے کون سی امید وابستہ تھی جو اس نے مجھ سے تصنع اختیار کیا۔ رہا تمہارا یہ دعویٰ کہ وہ خمر یعنی شراب پیتا ہے تو اگر تم اس کے شراب پینے پر مطلع ہوئے تو تم بھی پھر اس کے شریک ہوئے۔ اور اگر تم خود اس کی شراب نوشی پر مطلع نہیں ہوئے تو تم اس امر کی کیسے گواہی دے سکتے ہو جس کو تم جانتے نہیں۔

عبداللہ بن مطیع نے عرض کیا۔ اگر چہ ہم نے اسے شراب پیتے نہیں دیکھا لیکن تب بھی یہ امر ہمارے نزدیک حق ہے۔

محمد بن حنفیہ نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ ایسی شہادت کا انکار کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ تو اس قسم کی شہادت تمہارا مقام نہیں۔

یہ لوگ بولے شاید آپ کو یہ چیز ناگوار گذری ہو کہ ہم نے آپ کو امیر نہیں بنایا تو ہم آپ کو امیر بنا لیتے ہیں۔

محمد نے جواب دیا کہ جو تم ارادہ کئے ہوئے ہو اس پر قتال جائز نہیں سمجھتا۔ خواہ وہ قتال تابع بن کر ہو یا متبوع بن کر۔

عبداللہ بن مطیع بولے۔ ہم نے تمہارے باپ (حضرت علیؓ) کے ساتھ مل کر بھی جنگ کی تھی۔

محمد بن الحنفیہ نے جواب دیا کہ تم اس جیسی صورت پیش کر دو۔ جس صورت پر میرے باپ نے جنگ کی تھی۔

عبداللہ بن مطیع بولے کہ اچھا اپنے بیٹوں ابوالقاسم اور قاسم کو حکم دیجئے کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر جنگ کریں۔

محمد بن الحنفیہ نے جواب دیا کہ اگر میں اپنے بیٹوں کو حکم دیتا تو خود ہی جنگ کر لیتا۔

عبداللہ بن مطیع بولے کہ اچھا تم ہمارے ساتھ ایسے مقام پر کھڑے ہو جاؤ جہاں ہم لوگوں کو قتل و قتال پر ابھار سکیں۔

محمد بن الحنفیہ نے جواب دیا۔ سبحان اللہ میں ان لوگوں کو ایسی بات پر آمادہ کروں جسے میں پسند نہیں کرتا۔ یہ اللہ کے بندوں کے ساتھ خیرخواہی نہیں ہوئی۔

عبداللہ بن مطیع بولے۔ ایسی صورت میں ہم آپ سے نفرت کرنے لگیں گے۔

محمد نے جواب دیا۔ کہ میں لوگوں کو اللہ کے تقوے کا حکم دیتا رہوں گا۔ اور خالق کی نافرمانی کر کے میں مخلوق کو راضی نہیں کر سکتا۔ اور محمد بن علی مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے گئے۔

مدائنی کا بیان ہے کہ جب عبداللہ بن عباس وفد لے کر امیر معاویہ کے پاس پہنچے تو امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو حکم دیا کہ ابن عباس سے حسن بن علی کی تعزیت کرے۔ جب یزید ابن عباس کے پاس پہنچا تو ابن عباس نے اسے اس کی مجلس سے اٹھانا چاہا تو یزید نے انکار کر دیا اور بولا میں اس جگہ بیٹھنا چاہتا ہوں جہاں تعزیت کرنے والے بیٹھے ہیں۔ میں مبارک باد وصول کرنے نہیں آیا۔

پھر یزید کے سامنے حسین بن علی کا ذکر آیا اور بولا۔ اللہ ابو محمد (یعنی حسن) پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ اور ان پر اپنی رحمت کو کشادہ فرمائے۔ اور اللہ آپ کو

اس کا اجر دے۔ اور آپ کی تعزیت کو اچھا کرے۔ اور آپ کو آپ کی مصیبت کے عوض اچھا ثواب اور اچھا انجام عطا فرمائے۔ جب یزید ابن عباس کے پاس سے اٹھ کر گیا۔ تو ابن عباس بولے۔ "جب یہ بنو حرب دنیا سے اٹھ جائیں گے تو لوگوں کے علما بھی اُٹھ جائیں گے" پھر انھوں نے ایک شعر پڑھا۔ (حرب ابوسفیان کے باپ کا نام ہے جس میں ابوسفیان۔ امیر معاویہ اور یزید سب داخل ہیں۔)

اور یزید نے سب سے اول قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔ یعقوب بن سفیان کا کہنا ہے کہ یہ غزوہ سنہ ۴۹ھ میں پیش آیا اور خلیفہ خیاط کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ سنہ ۵۰ھ میں پیش آیا۔ پھر اسی سال روم سے لوٹنے کے بعد یزید نے لوگوں کو حج کرایا۔

اور حدیث میں ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلا وہ لشکر جو قیصر کے شہر پر جہاد کرے گا۔ اس کی مغفرت کردی گئی۔ اور یہ دوسرا لشکر ہے جسے حضورؐ نے ام حرام کے گھر خواب میں دیکھا تھا۔ اور ام حرام نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ میرے لئے بھی دعا کیجیے کہ میں اس دوسرے لشکر میں ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا تو پہلے لشکر میں ہے یعنی معاویہؓ کے لشکر میں جنھوں نے قبرص پر حملہ کیا تھا۔ اور انھوں نے سنہ ۲۷ھ میں قبرص فتح کیا تھا۔ اور یہ فتح حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ہوئی اور ان کے ساتھ ام حرام بھی تھیں۔ ان کا قبرص میں انتقال ہوا۔ پھر دوسرے لشکر کا اُمیرؐ یزید بن معاویہ ہے۔ اور ام حرام نے یزید کا زمانہ بھی نہیں پایا۔ اور یہ نبوت کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

ابن کثیر جلد ۸ ص ۱۲۷ پر لکھتے ہیں کہ اس سال امیر معاویہ کے بیٹے یزید نے سنہ ۵۱ھ میں حج کرایا۔ اور یہ وہ زمانہ تھا جس سال وہ بلادِ روم کے غزوہ سے فارغ ہو کر آئے تھے۔ اور ان کے ساتھ بڑے بڑے صحابہ کی ایک بڑی جماعت تھی۔ اس نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ اور صحیح بخاری میں یہ بات ثابت ہے کہ پہلا وہ لشکر جو قسطنطنیہ پر جہاد کرے گا ان کی مغفرت کردی گئی۔ (ابن کثیر ج ۸ ص ۲۲۹)

امام ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کا ذکر

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام محمد بن ادریس ہوگا جو میری امت کے لئے ابلیس سے زیادہ ضرر رساں ہوگا۔ اور میری امت میں ایک شخص ہوگا جسے ابو حنیفہ کہا جائے گا۔ وہ میری امت کا چراغ ہوگا۔

یہ روایت موضوع ہے۔ اللہ تعالٰی یہ روایت گھڑنے والے پر لعنت فرمائے۔ اور یہ لعنت دو افراد میں سے ایک پر پہنچے گی۔ اور ان دو اشخاص کا نام مامون بن احمد السلمی اور احمد بن عبداللہ الجویباری ہے۔ اور ان دونوں کے پاس کوئی دین نہیں اور نہ ان دونوں میں کوئی بھلائی ہے۔ دونوں روایات وضع کرتے۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ مامون بن احمد ایسا شخص تھا اُن لوگوں کی روایات بھی بیان کرتا جنھیں اس نے کبھی نہیں دیکھا۔ اور جویباری ایک مشہور کذاب ہے۔ دجال ہے۔ ایسے لوگوں سے روایت بیان کرتا ہے جنھوں نے کبھی بھی وہ روایت بیان نہیں کی۔ اس کا کسی کتاب میں ذکر بھی حلال نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ اس پر جرح مقصود ہو۔

اور اس روایت کو ابو عبداللہ الحاکم نے اپنی کتاب المدخل میں نقل کیا ہے۔ پھر کہا کہ مامون بن احمد سے دریافت کیا گیا۔ کیا تم شافعی اور اس شخص کو نہیں دیکھتے جو خراسان کا گورنر بنایا گیا ہے۔ اس نے فوراً یہ روایت بیان کی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اس روایت کو وضع کرنے والا مامون بن احمد ہے۔ جو وضع حدیث سے مامون نہیں۔

(الموضوعات جلد ۲ صفحہ ۳۸)

امام ابوحنیفہؒ کے فضائل

حضرت انس کا بیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد عنقریب ایک آدمی ہوگا جس کا نام نعمان بن ثابت ہوگا۔ اور جس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی۔ اللہ کے دین کو زندہ کرے گا۔ اور اپنے ہاتھ پر سنت کو زندہ کرے گا۔

خطیب کا بیان ہے کہ میں نے یہ روایت اس سند سے لکھی ہے۔ اور یہ روایت باطل اور موضوع ہے۔ اس لئے کہ محمد بن یزید، متروک الحدیث ہے۔ اور سلیمان بن قیس اور ابوالمعلی ہر دو مجہول ہیں۔ اور ابان پر کذب کی تہمت ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے۔ کہ محمد بن یزید احادیث چوری کرتا اور اس میں کچھ اضافہ کرتا اور کچھ کمی کرتا۔

خطیب کا یہ بھی بیان ہے کہ یہ روایت جوبیاری نے ابویحیٰ المعلم کے واسطے حمید سے نقل کی ہے اور وہ حضرت انس سے ناقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں ایک شخص ہوگا جسے نعمان بن ثابت کہا جائے گا۔ اور جس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی۔ اللہ تعالےٰ اس کے ہاتھ پر میری سنت کو زندہ کرے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ جوبیاری کذاب اور وضاع ہے۔ اور سلیمان بن عدی نے حضرت انس کے ذریعہ روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام نعمان بن ثابت ہوگا۔ اس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی۔ اللہ تعالےٰ اس کے ہاتھ پر میرے دین اور میری سنت کو زندہ کرے گا۔

اس روایت کے وضع کرنے کا الزام سلیمان بن عیسیٰ پر ہے۔ ابوحاتم بن حبان کا بیان ہے کہ وہ کذاب تھا۔ اور ابن عدی کہتے ہیں وہ احادیث وضع کرتا۔

(الموضوعات جلد ۲ صفحہ ۴۸)

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام نعمان ہوگا۔ اور اس کی کنیت ابو حنیفہ ہوگی۔ میری امت کا وہ چراغ ہوگا۔

خطیب کہتے ہیں۔ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس روایت کو بورقی کے علاوہ کوئی ذکر نہیں کرتا۔ نیز خطیب کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو عبداللہ الحاکم کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ابو عبداللہ البورقی ثقہ راویوں سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔ اور اس کی یہ منکر روایات لاتعداد ہیں۔ اور ان منکرات میں سب سے بدترین یہ مذکورہ روایت ہے۔ "کہ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام ابو حنیفہ ہوگا وہ میری امت کا چراغ ہوگا۔

اسی قسم کی ایک روایت خراسان کے شہروں میں بیان کی گئی۔ پھر عراق میں تبوایت کی گئی۔ اور اس میں یہ بھی اضافہ کیا گیا۔ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام محمد بن ادریس ہوگا۔ جو میری امت کے لئے ایک فتنہ ہوگا اور ابلیس سے بھی زیادہ ضرررساں ہوگا۔ عیاذاً باللہ۔ (الموضوعات جلد ۲ ص ۳۹)

ابو حنیفہ اور نعیم بن حماد استاد بخاری کی کہانی

بخاری تاریخ کبیر میں لکھتے ہیں۔ تیم اللہ بن ثعلبہ کے مولیٰ ہیں۔ ان سے عباد بن العوام ابن المبارک۔ ہیشم وکیع۔ مسلم بن خالد۔ ابو معاویہ اور مقریٔ نے روایات نقل کی ہیں۔ (مرجیٔ تھا) محدثین نے ان کی ذات سے۔ ان کی رائے سے اور ان کی احادیث سے خاموشی اختیار کی۔ ابو نعیم کہتے ہیں۔ ابو حنیفہ نے ۱۵۰ھ میں انتقال کیا۔

بخاری نے تاریخ الصغیر میں نعیم بن حماد سے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس میں امام ابو حنیفہ پر زبردست طعن ہے۔ نعیم بن حماد اہل الرائے کے سخت دشمن تھے اور ان کے نام کے سخت مخالف تھے۔ حتیٰ کہ نعیم بن حماد کی زندگی میں ان پر یہ بھی اتہام لگا کہ وہ اس سلسلہ میں روایات وضع کرتے ہیں جیسا کہ تہذیب میں نعیم کے حالات میں موجود ہے۔

اوران کے الفاظ ہیں کہ اس نعیم کا رد کیا گیا ہے۔ یہ نعیم بن حماد سنت کی تائید اور ابوحنیفہ کی برائیوں میں حکایات وضع کرتے۔ اور اس قسم کا کوئی واقعہ تاریخ الکبیر میں نہیں۔

بخاری نے ابوحنیفہؒ کے سلسلہ میں جو قول نقل کیا ہے تو بہت سے ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ نے اس کا رد کیا ہے یحیٰ بن معین کا بیان ہے کہ ابوحنیفہ حدیث میں ثقہ تھے انہی یحیٰ بن معین کا قول ہے کہ ابوحنیفہ ثقہ ہیں۔ حدیث کو اس وقت تک بیان نہیں کرتے جب تک حدیث یاد نہ ہو اور جسے یاد نہ رکھتے ہوں تو وہ حدیث بیان نہیں کرتے۔

عبداللہ بن المبارک کا بیان ہے ابوحنیفہ لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھے۔ میں نے ان جیسا فقیہ کوئی نہیں دیکھا اور ہم نے ان کے اکثر اقوال کو اخذ کیا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔

دیکھئے تہذیب التہذیب۔ حافظ ابن حجر نے یہ الفاظ کہکر امام ابوحنیفہ کے مناقب بے پناہ ہیں، اللہ ان سے راضی ہوا۔ اور انھیں جنت میں رہنے کے لئے جگہ دی۔ آمین۔

ذہبی میزان میں نعیم بن حماد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ابوداؤد کا بیان ہے کہ نعیم بن حماد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیسیوں احادیث روایت کرتے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔

نسائی کا بیان ہے کہ یہ نعیم بن حماد ضعیف ہے۔

حافظ ابوعلی النیسابوری کا بیان ہے کہ ایک روز جو نعیم بن حماد کی فضیلت بیان کر رہے تھے علم۔ حرف علم اور روایات میں وہ سب سے زیادہ حافظ ہے۔ لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ کیا اس کی حدیث قبول کی جائے گی۔ انھوں نے فرمایا وہ ائمہ حدیث سے مفرد احادیث بیان کرتا ہے اور اس حد میں پہنچ گیا ہے جہاں وہ حجت نہیں رہا۔ اور اس کی روایت حجت نہیں سمجھی جاتی۔

ابوزرعہ دمشقی نے نعیم بن حماد کی سند سے حضرت نواس بن سمعان سے یہ حدیث روایت کی جب اللہ تعالیٰ وحی کا کلام کرتا ہے۔ رحیم بولے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔

اور نعیم بن حماد نے ام الطفیل سے روایت کیا کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں نے اپنے رب کو ایک اچھے نوجوان کی صورت میں دیکھا جو ایک باوقار شخص تھا۔ اس کے پاؤں سبزے میں تھے۔ سونے کے دو چپل پہنے تھا۔

ابن عدی نے کامل میں وہ تمام روایات ذکر کیں جن کو نعیم کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔

ازدی کا بیان ہے کہ یہ نعیم سنت کی تائید میں احادیث وضع کرتا اور نعمان کی برائی میں وہ حکایات نقل کرتا جن پر بظاہر سونے کا پانی پھیر اگیا ہو اور یہ سب جھوٹ ہوتی ہیں۔

ابن یونس کا بیان ہے کہ اس نے جمادی الاول ۲۲۸ھ میں انتقال کیا۔ یہ حدیث کو سمجھتا تھا اور ثقہ لوگوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔

(میزان جلد ۴ ص ۲۷۰)

ہمارے اہل حدیث حضرات نعیم بن حماد کی یہ روایات امام بخاری کے نام سے پیش کرتے ہیں۔ لیکن کسی اور امام کی کوئی برائی نہیں کرتے۔ گویا انھیں ابو حنیفہ کے نام سے ایک کد ہے جو نعیم کی زبانی انھیں دستیاب ہوتی ہے۔ اور نعیم کی ان کہانیوں کو خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ بغداد میں جمع کر دیا ہے۔ گویا اب اہل حدیث وہ کہلاتا ہے جو ابو حنیفہؒ کا مخالف ہو اور جو ابو حنیفہ کا دوست ہے وہ اہل حدیث نہیں۔

درود شریف
اور
قبر نبویؐ کی زیارت

شائد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پیش کیا جاتا ہو

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ بھیجو تو آپ پر اچھی طرح صلاۃ بھیجو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ شاید یہ صلاۃ حضور پر پیش کیا جا رہا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں اس صلاۃ کی تعلیم دیجئے۔ آپ نے فرمایا یہ کہا کرو۔ اے اللہ اپنی صلاۃ، اپنی رحمت اور اپنی برکتیں سید المرسلین اور خاتم النبیین محمد پر نازل فرما جو تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ خیر کے امام اور خیر کے قائد ہیں۔ اور رحمت کے رسول ہیں۔ اے اللہ آپ کو اس مقام محمود پر پہنچ جس سے پہلے اور پچھلے لوگ حسد کریں گے۔ اے اللہ محمد پر رحمت نازل فرما۔ (ابن ماجہ جلد ۱ ص۲۸۵)

اس روایت کو عبداللہ بن مسعود سے نقل کرنے والے اسود بن یزید ہیں جو متفقہ طور پر ثقہ ہیں۔ صحابہ کی حیات ہی میں انتقال کر گئے تھے۔ اسود سے نقل کرنے والے ابو فاختہ ہیں۔ جن کا اسم گرامی سعید بن علاقۃ الہاشمی ہے۔ ابو فاختہ ان کی کنیت ہے۔ کوفہ کے باشندہ ہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ ثقہ ہیں تیسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ۷۰ھ کے بعد ان کا انتقال ہوا اور کہا گیا ہے کہ اس مسلہ کے بہت بعد انتقال ہوا۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے ان سے روایت لی ہے۔ مگر باقی صحاح کے مصنفین نے اس سے کوئی روایت نہیں لی۔ کیونکہ حافظ ابن حجر نے ایک کوفی کو ثقہ کہا ہے تو ہم بھی ایمان لے آئے ہیں۔ اس ابو فاختہ سے عون بن عبداللہ ناقل ہیں اور ان سے مسعودی۔

مسعودی۔ ان کا اسم گرامی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ بن

المسدی المسعودی الکوفی ۔ بڑے اماموں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کا حافظہ خراب تھا۔ اس عمرو بن مرہ اور عون بن عبداللہ اور ایک جماعت سے روایت کی ہے۔ اور ان سے ابن مہدی' ابونعیم اور علی بن الجعد۔

بعض ائمہ نے ان سے روایت نقل کرنا بھی مکروہ سمجھا ہے۔ کیونکہ ابونعیم نے بیان کیا کہ اس نے سعودی کو سیاہ و شاشی قبا میں دیکھا۔ (آج کل تو سبھی سنی کالے کپڑے پہنے نظر آتے ہیں) اس نے درمیان میں ایک خنجر باندھ رکھا تھا۔ اور اس کے مونڈھوں پر سپیدی سے لکھا ہوا تھا فسیکفیکھم اللہ۔

ہیثم بن جمیل کا بیان ہے کہ میں نے اسے دیکھا اور اس کی ٹوپی ایک ذراع لمبی تھی جس میں لکھا ہوا تھا محمد یا منصور۔ اسے امام نے ثقہ کہا ہے۔ اور حنبل نے احمد سے نقل کیا ہے۔ ابو النضر۔ عاصم بن علی اور انہی جیسے دوسرے لوگوں کا سماع مسعودی سے اس وقت ہوا جب مسعودی کو اختلاط ہو گیا تھا۔ یعنی پاگل ہو گیا تھا۔

ابوالحسن القطان کا بیان ہے۔ کہ مسعودی کو اختلاط ہو گیا حتیٰ کہ عقل بھی جاتی رہی۔ تو اس باعث اس کی حیثیت کو ضعیف قرار دیا گیا۔ اور اکثر وہ پہلی بیان کردہ روایات اور بعد کی روایتوں میں کوئی تمیز نہ کر سکتا تھا۔

ابوالنضر کا بیان ہے: میں وہ دن خوب جانتا ہوں جس روز مسعودی کو اختلاط ہوا۔ ہم مسعودی کے پاس تھے اور وہ اپنے بیٹے کی تعزیت کے لئے بیٹھا تھا۔ اچانک اس کے پاس ایک شخص آیا اور بولا۔ تیرا غلام دس ہزار درہم لیکر بھاگ گیا۔ وہ گھبرایا اور گھبرایا ہوا پھر باہر نکلا اور اس کا دماغی توازن جواب دے چکا تھا۔

ذہبی کہتے ہیں اس کا بھائی ابوالعمیس عتبہ بن عبداللہ اس سے زیادہ ثقہ ہے۔ اور وہ صحاح کے راویوں میں سے ہے۔

عثمان الصی نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ ثقہ ہے۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ ثقہ ہے لیکن جب عاصم اور سلمۃ بن کہیل سے روایت کرتا ہے تو ان میں غلطیاں کرتا ہے۔

محمد بن عبداللہ بن نمیر کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے لیکن آخر عمر میں پاگل ہو گیا۔

نسائی کا بیان ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

مسعر کا بیان ہے کہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو مسعودی سے زیادہ ابن مسعود کے علم کو محفوظ رکھتا ہو۔

ابوداؤد نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ سچا ہے۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی حدیث میں خلط ملط ہو گیا حتیٰ کہ ان میں تمیز باقی نہیں رہی۔ لہٰذا وہ ترک کا مستحق ہے۔

ابوالنضر کا بیان ہے کہ ایک روز سفیان نے مسعودی سے کہا۔ اور یہ مسعودی سیاہ ٹوپی اوڑھے ہوئے تھا کہ اگر تو حیرہ سے کوفہ تک کنکریاں ڈھوتا تو تیرے لئے زیادہ بہتر تھا (اس سیاہ ٹوپی سے)

ابوقتیبہ کا بیان ہے میں نے مسعودی کو ۱۵۳ھ میں دیکھا اور اس سے روایات لکھیں اس وقت تک وہ صحیح تھا اور پھر ۱۵۷ھ میں اسے دیکھا اور چیونٹی اس کے کان میں داخل ہو رہی تھی۔

مسعودی سے یہ کہانی نقل کرنے والا زیاد بن عبداللہ ہے۔ حافظ ذہبی اس زیاد کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

زیاد بن عبداللہ الطفیل البکائی الکوفی۔ ابن اسحاق کا شاگرد ہے۔ منصور عبدالملک بن عمیر اور بڑے حضرات سے روایت کرتا ہے۔ اس سے احمد۔ فلاس۔ حسن بن عرفہ اور ایک مخلوق نے روایت کی ہے۔ بخاری اور مسلم اس سے روایت کرتے ہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں اس کی حدیث سچے لوگوں کی حدیث ہوتی ہے۔ ابن معین کا بیان ہے کہ مغازی کی روایت میں تو کوئی حرج نہیں لیکن ابن المدینی کا بیان ہے۔ ضعیف ہے۔ میں نے اس سے روایت لکھی تھیں اور اسے بعد میں چھوڑ دیا۔

ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس کی روایت کو حجت نہ سمجھا جائے۔ ابوزرعہ کا بیان ہے کہ یہ سچا ہے۔ بخاری نے اس کی ایک روایت مقرون نقل کی (یعنی وہ روایت

ایک اور سند سے بھی مروی ہے) نسائی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے اور ایک بار فرمایا قوی نہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ محدثین کے نزدیک یہ ضعیف ہے پھر بھی محدثین نے اس سے روایت لی ہے۔

عبداللہ بن ادریس کا بیان ہے کہ ابن اسحاق کے معاملہ میں اس زیاد بکائی سے زیادہ کوئی ثابت نہیں۔

اس کی منکرات میں سے یہ روایت بھی ہے کہ بلال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو اذانیں دیں۔ اور ایسے ہی تکبیر کہی۔

ابن عدی نے اس کی پانچ روایات نقل کیں۔ اس کا انتقال ۱۸۳ھ میں ہوا۔

اس روایت پر آپ حضرات غور کرلیں کہ یہ واقعتاً روایت ہے یا کہانی۔

جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے قریب درود پڑھے تو آپ ﷺ اسے سنتے ہیں

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری قبر کے قریب صلات (درود) پڑھتا ہے میں اسے سنتا ہوں اور جو میری قبر سے دور مجھ پر صلات (درود) پڑھتا ہے۔ تو وہ صلات میرے پاس پہنچایا جاتا ہے۔

امام عقیلی نے اسے روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ روایت بے اصل ہے۔ اس روایت میں محمد بن مروان ہے جس کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا۔ اور محمد بن مروان متروک الحدیث ہے۔

جریر کا بیان ہے کہ محمد بن مروان کذاب ہے۔ عقیلی کا قول ہے کہ محمد بن مروان الکلبی کذاب ہے۔ امام نسائی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ صالح کا بیان ہے کہ وہ روایات گھڑا کرتا تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ان لوگوں میں سے ہے جو موضوع روایات بیان کرتے ہیں۔ اسی مضمون کی ایک اور روایت عبداللہ بن نمر سے ہے۔ اور اس میں وہب بن وہب ابوالبختری القاضی ہے۔ اور تمام محدثین اس کو کذاب اور وضاع کہتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۳۲، ص ۲۴۵)

یہ محمد بن مروان وہی رافضی بچہ ہے جو کلبی کی شہرت سے مشہور ہے اس نے تفسیر ابن عباس وضع کی ہے۔

جس نے میری قبر کی زیارت کی میں اس کا شفیع ہوں گا

ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسند میں بیان کیا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی یا جس نے میری زیارت کی میں اس کا شفیع یا شہید ہونگا۔ اسے ابوداؤد طیالسی نے اس کو اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔ اس روایت میں بھی دیگر روایات کی طرح متعدد ہیں۔ اول اس کی سند میں اضطراب پایا جاتا ہے دوئم اس کی سند منقطع ہے۔ سوم اس کی سند مجہول ہے۔ اور اس میں ابہام پایا جاتا ہے۔ بیہقی نے اسے السنن الکبریٰ میں بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ یہ سند مجہول ہے اور اس کا راوی سوار بن میمون مجہول ہے۔ اسی طرح وہ راوی بھی مجہول ہے جس کے سلسلہ میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ عمر کی نسل سے کوئی شخص تھا۔ نہ تو اس راوی کا نام لیا گیا اور نہ اس کی ولدیت بیان کی گئی بلکہ صرف رجل من آل عمر کہہ کر مغالطہ دیا گیا ہے۔

زیارت قبر نبیؐ کی کہانی

حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو اس نے گویا میری حیات میں میری زیارت کی۔

بعض روایات میں اس کے الفاظ اس طرح ہیں۔ جس نے میرے مرنے کے بعد میری قبر کی زیارت کی۔ گویا اس نے میری زندگی اور میری صحبت میں میری زیارت کی۔ یہ روایت بھی ساقط الاسناد اور منکر المتن ہے۔ ائمہ حدیث نے اس روایت کو من الاخبار المکذوبۃ والموضوعۃ (یعنی گھڑی ہوئی اور جھوٹی روایتوں میں سے ایک) قرار دیا ہے)

س کا ایک راوی حفص بن سلیمان ابو داؤد ہے جس کے متعلق۔ محدثین کی آرا یہ ہیں۔

امام احمدؒ — یہ متروک الحدیث ہے۔
امام بخاریؒ — اسے محدثین نے ترک کر دیا ہے۔
امام مسلمؒ — یہ متروک ہے۔
نسائی — یہ ثقہ نہیں اور اس کی روایات نہیں لکھی جاتیں۔
عبدالرحمان بن یوسف کا قول ہے کہ وہ کذاب ہے۔ وضاع ہے۔
(میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۶۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم

عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے بیت اللہ کا حج کیا۔ اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ اس روایت کو بجز محمد بن محمد النعمان بن شبل کے کوئی بیان نہیں کرتا۔ اور وہ منکر الحدیث ہے۔ امام ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۱۲۹)

جو میری قبر کے قریب صلاۃ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پہونچانے کے لئے ایک فرشتہ متعین فرماتا ہے

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی بندہ میری قبر کے قریب سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ وہاں ایک فرشتہ متعین فرما دیتا ہے۔ وہ مجھ تک سلام پہنچاتا ہے۔ اور اس بندے کی آخرت اور دنیا کے معاملات میں کفایت کی جاتی ہے۔ اور قیامت کے روز میں اس بندے کا شہید یا شفیع ہوں گا۔

یہ روایت معنوی لحاظ سے اوپر والی روایت کے قطعاً مخالف ہے۔ اوپر والی روایت قبر کے قریب سماع کا اظہار کرتی تھی اور یہ روایت عدم سماع کا۔

سند کے لحاظ سے اس میں محمد بن موسیٰ کذاب اور وضاع ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ محمد بن موسیٰ حدیثیں گھڑتا تھا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ محمد بن موسیٰ اپنی طرف سے روایات گھڑتا۔ اور اس نے ایک ہزار سے زائد روایات گھڑی ہیں۔
(میزان الاعتدال جلد۳ ص۱۴۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح جسدِ مبارکہ میں بار بار آتی ہے اور بار بار جاتی ہے

محمد بن عوف نے اپنی سند سے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھ پر میری روح لوٹاتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اسے سلام کا جواب دوں۔ (ابوداؤد جلد ا ص۲۸۶)

علامہ محمد اسحاق فرماتے ہیں اس کا مقصود یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس امر کی خبر دیتا ہے۔
ہمارے اسلامی بھائی کورس کی صورت میں سلام پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں حضورؐ تشریف لائے اور کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سوال یہ کہ آپؐ کیا اس محفل میں آتے ہیں۔ ہمارا ملّا کہتا ہے کہاں۔ ہر جگہ نماز کے اوقات جداگانہ ہوتے ہیں۔ اگر کچھ دیر بعد دوسرے مقام پر سلام پڑھا جائے اور اسی طرح کچھ وقفہ کے بعد یہ سلام جاری رہے تو گویا جمعہ کے روز حضورؐ قبر میں موجود نہیں رہتے اور پھر یہ یقین کرنا پڑے گا کہ حضورؐ اپنی قبر میں مردہ ہیں اور کم از کم اس بیوی کے لئے تو مردہ ہیں جو بقول آپ کے حضورؐ پر پیش کی جارہی ہے وہ تو غالباً ہاتھ مسل کر چلی جاتی ہوگی۔ خواہ اس باعث کہ حضورؐ وہاں مرنے کے بعد موجود ہی نہ ہوں گے یا خواہ اس باعث کہ حضورؐ سلاموں کے چکر کاٹتے ہوں گے۔

اب آیئے ذرا اس روایت کے رواۃ کی صورت بھی دیکھ لیں۔

محمد بن عوف۔ ذہبی نے میزان میں صرف ایک محمد بن عوف کا ذکر کیا ہے جو سلیم بن عثمان سے روایت کرتا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں وہ مجہول الحال ہے۔
(میزان الاعتدال ج ۳ ص۲۸۶)

اس کا ایک راوی حمید بن زیاد ہے۔ اس کی کنیت ابوصخر المدنی الخراط ہے۔

صاحب عبا کے لقب سے موسوم ہے۔ حاتم بن اسماعیل اسے حمید بن صخر کہا کرتے تھے۔ اس نے ابو صالح ذکوان۔ کریب اور ایک جماعت سے روایت کی ہے۔ یہ مصر میں بھی سکونت پذیر رہا۔ اس سے ابن وہب یحیٰ بن سعید القطان اور ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

امام احمد کا بیان ہے۔ اس میں کوئی برائی نہیں یحیٰ بن معین کہتے ہیں ضعیف ہے اور یحیٰ کی ایک روایت میں ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے میرے نزدیک اچھی حدیث کا مالک ہے۔ اس پر دو حدیثوں کا انکار ہے۔

پھر ابن عدی نے اس کا ایک اور مقام پر تذکرہ کیا اور اسے ضعیف قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ میری روح لوٹاتا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح واپس لوٹاتا ہے اور میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس روایت میں ابو صخر حمید بن زیاد ہے جس سے حاتم بن اسمٰعیل روایت کرتا ہے۔ اس کو نسائی۔ ابن حماد اور احمد بن حنبل نے ضعیف کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج۳ ص۴۱)

ابو صخر کا استاد یزید بن عبداللہ بن قسیط بھی ہے۔ اسے ضعیف کہا۔ ابن حبان کہتے ہیں کبھی کبھی خطا کرتا تھا۔ امام مالک فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں تھا۔ ضعیف ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص۳۴۳)

ابن تیمیہ کہتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے اور ابو ہریرہ سے اس کا سماع بھی نہیں۔
(القول البدیع ص۱۵۶)

مزار رسولؐ پر حاضری

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ میں اپنے گھر میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن ہیں۔ دوپٹہ اتار کر داخل ہو جاتی تھی۔ اور کہتی تھی یہاں تو میرے شوہر ہیں یا میرے باپ ہیں۔ لیکن جب عمرؓ ان کے ساتھ دفن ہوئے تو میں پوری طرح سر ڈھانپ لیتی تھی کیونکہ مجھے عمرؓ سے شرم آتی تھی۔ (رواہ احمد مشکوٰۃ ص۱۵۴)

اس روایت کی سند حسب ذیل ہے۔

حدثنا حماد بن اسامۃ نا ہشام عن ابیہ عن عائشۃ۔

حماد بن اسامہ کے متعلق ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ آخر عمر میں دوسروں کی کتابوں سے روایت لیتا۔ اس نے اپنی لکھی ہوئی کتابیں دفن کردی تھیں۔

وکیع کہتے ہیں میں نے حماد بن اسامہ کو دوسروں کی کتاب عاریتاً لینے سے منع کیا۔ اس نے اپنی لکھی ہوئی کتابیں دفن کردی تھیں۔ اور راوی نے اسے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۲)

ابن نمیر فرماتے ہیں کہ ابو اسامہ نے جانتے بوجھتے عبدالرحمان بن یزید بن تمیم کو عبدالرحمن بن یزید بن جابر کہا۔ (تہذیب التہذیب ص ۲۹۵/ج ۶)

کیا روح بدن میں واپس لوٹائی جاتی ہے

براء بن عازب سے مشہور روایت ہے کہ مرنے والے کی روح سوال وجواب سے پہلے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ (مسند احمد۔ مشکوۃ ص ۱۴۲)

یہ روایت بھی ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔ اس کی سند میں۔ ابو معاویہ، اعمش۔ منہال اور زاذان ہے۔

عبداللہ کا بیان ہے کہ میرے والد احمد بن حنبل کہتے تھے کہ ابو بشر مجھے منہال سے زیادہ بھلا لگتا ہے۔

اور ابو بشر اس کا نام جعفر بن ایاس ہے۔ اسے شعبہ نے ضعیف کہا۔

یحیٰی بن معین منہال کی شان گراتے تھے۔ حاکم کا بیان ہے یحیٰی بن سعید القطان اس کو ضعیف قرار دیتے اور ابو محمد بن حزم بھی اسے کہتے۔ اور اس کی براء بن عازب والی روایت کو رد کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۳۱۹ (میزان الاعتدال ص ۲۴۷/ج ۳)

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں

ایک ناقابل اعتبار روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ واقعۂ حرہ کے زمانہ میں جو

ذی الحجہ ۶۳ھ میں پیش آیا تین رات دن تک مسجد نبوی میں نہ تو اذان دی جاسکی اور نہ اقامت ہوئی۔ لیکن سعید بن المسیب نے مسجد نہیں چھوڑی۔ وہ نماز کا وقت قبر نبوی سے آنے والی ایک دبی ہوئی آواز سے نماز کا وقت معلوم کرلیا کرتے تھے۔ مشکوٰۃ ص۵۴۵۔ دارمی نے اسے روایت کیا ہے۔ دارمی کی سند یہ ہے۔

سعید بن عبدالعزیز، مروان بن محمد، سعید بن عبدالعزیز کا سعید بن المسیب سے سماع نہیں۔ اس لئے روایت منقطع ہے۔ اور منقطع روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔

مروان بن محمد کو ابن حزم نے ضعیف کہا ہے عقیلی کا بیان ہے کہ وہ مرجیہ میں سے تھا۔ (میزان الاعتدال جلد ۳ ص۱۶۱)

درایتًا بھی یہ روایت باطل ہے۔ کیونکہ نماز کا وقت معلوم کرنے کے لئے قبروں کی آواز کی کوئی ضرورت نہ تھی وہ تو زوال سے بھی معلوم کیا جاسکتا تھا۔ اور کیا مسجد میں سعید بن المسیب کے علاوہ اور کوئی نہ ہوتا تھا اور اگر ایسا واقعہ پیش آیا تھا تو تمام مہاجرین یزید کے ساتھی تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ بھی مسجد میں نماز پڑھتے ہوں گے۔ اور کیا وہ بھی بغیر اذان کے قبروں کی آوازوں پر نماز پڑھتے ؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی ذات کو وسیلہ بنانا

اس سلسلہ میں بے حساب گمراہیاں امت کے اندر پھیلائی گئی ہیں۔ قرآن کریم کی آیت وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○

اور اگر یہ لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے کے بعد آپ کے پاس آجاتے اور اللہ تعالےٰ سے استغفار کرتے اور تو بھی ان کے واسطے استغفار کرتا تو یقینًا یہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا پاتے۔ (سورۃ النساء ۶۴)

اس آیت سے بعض ناواقف کار یہ مطلب نکالنے کی کوشش کرتے ہیں (جیسے مولوی محمد زکریا شیخ الحدیث صاحب) کہ جس طرح زندگی میں لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس استغفار کروانے آیا کرتے تھے۔ اسی طرح اب ان کی وفات کے بعد قبر پر آکر بھی کام کرنا چاہیے۔ مگر کسی ایک صحابی سے بھی صحیح روایت میں یہ بات ثابت نہیں ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جاکر دعا کی درخواست کی ہو۔

صحابۂ کرام پر کیسے کیسے وقت آئے۔ ابوبکرؓ کو فتنہ ارتداد کا سامنا کرنا پڑا۔ عمرؓ کو قحط سالی کی مصیبت نے گھلا یا۔ عثمانؓ کے خلاف مدینہ میں باغیوں نے کیا کچھ نہیں کیا باغیوں کے حصار کو توڑ کر کبھی حضرت عثمان مسجد نبوی میں آئے ضرور۔ مگر کبھی قبر نبویؐ پر جاکر دعا کی درخواست نہیں کی۔ جنگ جمل و صفین کی وہ کونسی مصیبت ہے جس سے امت دوچار نہیں ہوئی۔ مگر مدینہ جاکر قبر رسول پر کسی نے درخواست نہیں کی۔ اور حضرت علیؓ اپنے دور خلافت میں ایک بار بھی مدینہ نہ آئے۔ بلکہ حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباس کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ وہ لوگوں کو حج کرا کے مکہ سے بصرہ چلے گئے اور ایک بار بھی مدینہ نہیں گئے۔ حالانکہ عبداللہ بن عباس حضورؐ کے چچا زاد بھائی اور چند صحابہ کے علاوہ تمام امت میں سب سے بڑے عالم ہیں۔ لیکن وہ ایک بار بھی مدینہ نہیں گئے۔

معلوم ہوا کہ قبر رسولؐ کے چکر بعد کالیک مشرکانہ عقیدہ ہے

میں جب عمرہ کے لئے مکہ پہنچا تو مدرسہ صولتیہ میں طیش سے ملنے گیا اس نے فوراً سوال کیا کیا مدینہ حضرت جی کی خدمت میں نہیں گئے۔ میں نے جواب دیا ابھی تو سب سے بڑے حضرت کے لئے مکہ آیا ہوں۔ اگر وہ اجازت دیگا تو دیکھی جائے گی۔

اتفاق سے میرا اصل قیام جدہ میں تھا اور روزانہ شام کو مغرب کے وقت مکہ پہنچ جاتا اس طرح تقریباً ۲۵ یوم تک مکہ جاتا رہا۔ پھر ایک روز ان حضرات نے جو مجھے لیکر گئے تھے مدینہ جانے کا ارادہ کرلیا۔ میں اس شرط کے ساتھ ان کے ساتھ گیا کہ مدینہ سے کل ہی واپس آجائیں گے اور یہ چالیس نمازوں والی کہانی پر بھی عمل نہ کریں گے۔ دوسرے مسجد نبوی میں جو بھی دعا مانگیں گے قبلہ رخ ہوکر اللہ سے مانگیں گے۔ قبر رسولؐ کی جانب دعا کے لئے ہاتھ نہ پھیلائیں گے۔ ہمارا اس پر تصفیہ ہوگیا نتیجہ ہم مدینہ اس فیصلہ کے مطابق ایک روز کے لئے گیا۔ اور مولوی زکریا اگرچہ میرے خالہ زاد بھائی ہیں لیکن میں ان کے حیاتی سے متفق نہ ہونے کے باعث ان سے نہیں ملا۔

اور اپنے واپس چلا آیا۔ اگر میرے ساتھی مدینہ جانے پر مصر نہ ہوتے تو میں کبھی مدینہ نہ جاتا کیونکہ صحابۂ کرام مکہ سے فارغ ہو کر کبھی مدینہ نہ جاتے۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے۔

قبر نبی کا وسیلہ

دارمی نے ایک روایت یہ بیان کی ہے کہ اہل مدینہ پر شدید قحط پڑا۔ لوگوں نے عائشہؓ سے شکایت کی تو عائشہؓ نے کہا کہ نبیؐ کی قبر پر ایک روشن دان بنا دو تاکہ قبر اور آسمان میں کوئی چیز حائل نہ رہے پس لوگوں نے یہی کیا اور ایسی بارش ہوئی کہ اسکی زرخیزی سے سبزہ لہلہا اٹھا اور اونٹ چربی کی زیادتی سے پھول گئے۔ اور اس سال کا نام الفتق پڑ گیا۔ (دارمی ص۴۵، مشکوٰۃ ص۵۴۵)

اس روایت میں متعدد کمزوریاں ہیں۔

سعید بن زید کو نسائی نے کہا یہ قوی نہیں۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں ضعیف ہے۔

(میزان الاعتدال جلد ۱ ص۳۸۰)

ابوالجوزاء اس روایت کو حضرت عائشہؓ سے نقل کر رہا ہے۔ اسے حضرت عائشہ سے سماع حاصل نہیں۔ امام بخاری کہتے ہیں۔ فی اسنادہ نظر۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت منقطع بھی ہے اور ضعیف بھی۔ (التاریخ الکبیر ج۲ ص۱۶ قسم ۲۔ میزان الاعتدال ج۱ ص۱۲۹)

(تہذیب التہذیب جلد ۱ ص۳۸۴)

میری قبر کی زیارت کرنے والے پر میری شفاعت واجب ہو گئی

عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ (بیہقی۔ دارمی)

امام بیہقی نے اپنی کتاب شعب الایمان میں پوری سند اس طرح بیان کی ہے۔

ابوسعید المالینی ابواحمد ابن عدی الحافظ۔ محمد بن موسیٰ الحلوانی۔ محمد بن اسمٰعیل بن : سلوس بن ہلال۔ عبداللہ العمری۔ نافع۔ عبداللہ بن عمر۔

امام بیہقی یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔ اس کا ایک راوی موسیٰ بن ہلال العبدی ہے جو مجہول ہے۔

عبداللہ العمری نافع سے جو بھی روایت نقل کرتا ہے اس میں حافظہ کی خرابی اور غفلت کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور نافع کے ثقہ شاگرد مثلاً ایوب بن ابی تمیمہ۔ یحیٰ بن سعید الانصاری اور امام ملک وغیرہ نے اس روایت کو نقل نہیں کیا۔ امام عقیلی نے اپنی کتاب الضعفاء میں یہی روایت نقل کرنے کے بعد کہی ہے۔ اور یہی بات امام رازی نے الجرح والتعدیل میں کہی۔ اور صحاح ستہ کے مصنفین میں سے کسی نے اس روایت کو قبول نہیں کیا۔ (میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۲۲، جلد ۲ صفحہ ۵۷)

قبر پرستی کی ایک کہانی

عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت لازم ہوگئی۔

یہ روایت ائمہ حدیث کے نزدیک صرف ضعیف اور منکر نہیں بلکہ موضوع کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس کا ایک راوی عبداللہ بن ابراہیم ہے جو ابو عمرو الغفاری کا بیٹا ہے۔ منکر روایات بیان کرتا ہے۔ بعض ائمہ حدیث نے اسے کذاب اور بعض ائمہ نے اسے وضع الحدیث کہا ہے۔

ابوداؤد کا قول ہے کہ یہ راوی منکر الحدیث ہے۔

دارقطنی کہتے ہیں کہ اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔

حاکم کا قول ہے کہ یہ عبداللہ ثقہ راویوں کے نام سے گھڑی ہوئی روایات بیان کرتا ہے اور اس کے دیگر ہم سبق ان جھوٹی روایات کو بیان نہیں کرتے۔

خود امام بزار اس روایت کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن ابراہیم کی اس روایت اور اس کی دیگر روایات کوئی اور بیان نہیں کرتا۔

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۰)

ایک نامعلوم بدو کی کہانی

ایک بدو قبر نبی کے پاس آیا۔ اور اپنے آپ کو قبر پر گرادیا۔ اور کہا میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ میرے لئے استغفار کریں۔ پس قبر نبوی سے آواز آئی کہ تجھے معاف کردیا گیا۔

اس روایت کا ایک راوی ہیثم بن عدی طائی ہے۔ جسے محدثین نے کذاب اور وضاع کہا ہے۔ یحیٰ بن معین کا بیان ہے کہ وہ کذاب ہے۔ جھوٹی روایات گھڑا کرتا تھا ابوداؤد کا بیان ہے کہ وہ کذاب تھا۔ (لسان المیزان جلد ۷ صفحہ ۲۰۹)

اس روایت میں اول تو وہ بدو نامعلوم کہ وہ کون تھا اور کس ریگستان کا باشندہ تھا۔ اور پھر اس سے نقل کرنے والا ایک وضاع و کذاب ہے۔ اس قسم کی کہانیاں مولوی زکریا تو نقل کرسکتے ہیں۔

نبی پر اُمت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں

ابن المبارک کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک انصاری شخص نے بیان کیا۔ اس نے منہال بن عمرو سے سُنا انھوں نے سعید بن المسیب کو یہ کہتے سنا کہ نبیؐ پر صبح و شام امت کے اعمال پیش نہ کئے جاتے ہوں تو آپ تمام امتیوں کو ان کے اعمال اور ان کے ناموں سے پہچانتے ہیں تاکہ ان پر گواہی دیں۔

اول تو یہ حدیث نہیں بلکہ ابن المبارک تبع تابعی سے منسوب کی جانے والی غلط بات ہے۔ پھر رجل من الانصار کا نہ کوئی نام ہے اور نہ پتہ اور اس تمام کہانی کا راوی منہال بن عمرو ہے جس کا حال پہلے کئی بار گذر چکا ہے کہ وہ کٹر رافضی ہے

قرآن تو کہتا ہے۔ وھم من دعائھم غافلون ۔

وہ ان کی پکار سے بھی غافل ہیں۔

انبیاء کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی

اوس بن اوس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے دنوں میں بہتر دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی میں آدم پیدا کئے گئے۔ اسی میں ان کی روح قبض کیگئی اسی میں سور پھونکا جائے گا۔ مجھ پر کثرت سے صلات پڑھا کرو۔ کیونکہ تمھاری صلات مجھ پر پیش کی جائے گی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائیگا۔ آپ کا جسم تو پھول کر ختم ہو جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ عزوجل نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ انبیاء کرام کے جسم کو کھائے۔ (نسائی جلد ا ص ۱۳۹)

غالباً اسی لئے یہ کہانی وضع ہوئی کہ حضور اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ اور غالباً لحد میں گھومتے پھرتے ہیں۔ حتیٰ کہ مباشرت کے لئے ازواج بھی پیش کی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ ہمارے شیخ الحدیث صاحب بھی اس کہانی میں اتنے مدہوش ہوئے کہ انھیں مدینہ کے چکروں کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آیا۔ جب کہ صحابہ و تابعین کرام مدینہ جاتے بھی نہیں۔

آئے اب ہم ذرا اس کے کچھ رواۃ پر غور کرلیں۔

عبدالرحمان بن یزید بن جابر۔ ان کی کنیت ابو عتبۃ الازدی الدارانی الدمشقی ہے۔ ثقہ علماء میں سے ایک ہیں۔ ابو عبداللہ بخاری کے علاوہ کسی نے ان کا ضعفاء میں ذکر نہیں کیا۔ انھوں نے اپنی تاریخ کبیر میں کتاب الضعفاء میں اس کا ذکر کیا ہے اور کوئی ایسی شے بیان نہیں کی جو اس کے ضعف پر کامل طور پر دلالت کر سکے۔ بلکہ بخاری نے یہ کہا کہ اس نے مکحول اور بسر بن عبداللہ سے روایت کی ہے اور اس سے ابن المبارک نے روایت کی۔

ولید کا بیان ہے کہ اس عبدالرحمٰن کے پاس دو کتابیں تھیں ایک کتاب وہ تھی جو اس نے استاد سے سنی تھی اور ایک کتاب وہ تھی جو اس نے نہیں سنی تھی

یہ سب بخاری کے اقوال ہیں۔

ابن عساکر کا بیان ہے کہ اس عبدالرحمٰن نے ابوالاشعث الصنعانی اور

ابو کبشۃ السلولی اور ایک مخلوق سے روایت کی ہے۔ اور اس عبدالرحمان سے اس کے بیٹے عبداللہ۔ ولید بن مسلم۔ ابن شابور۔ حسین الجعفی اور ایک مخلوق سے روایت کی ہے۔

یحیٰ بن معین کا بیان ہے۔ کہ ابن جابر ثقہ ہے۔ احمد کہتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں۔ سچا ہے۔ ابو مسہر کا بیان ہے کہ میں نے ابن جابر کو دیکھا۔ اس نے سنہ ١٥٤ھ میں انتقال کیا۔

فلاس کا بیان ہے کہ عبدالرحمان بن یزید حدیث میں کمزور ہے۔ امام احمد کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں سچا ہے۔

فلاس کا بیان ہے کہ یہ عبدالرحمان بن جابر حدیث میں کمزور ہے۔ اس نے مکحول سے ایسی روایات بیان کیں جو روایات اہل کوفہ کے نزدیک منکر روایات ہیں۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ کوفیوں نے عبدالرحمان بن یزید بن تمیم کی روایات بیان کیں اور وہ ابن جابر سے روایت کرتا ہے۔ اور اسی روایت میں اہل کوفہ کو وہم ہوتا ہے اور تمام الزام ان اہل کوفہ کے سر رہتا ہے۔ حالانکہ یہ ابن تمیم ثقہ نہیں ہے۔

اس روایت کا ایک راوی ابوالاشعث الصنعانی ہے جس کا نام شراحیل بن آدہ ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ اس کی کنیت ابوالاشعث الصنعانی ١٤٤ اور کہا جاتا ہے کہ آدہ اس کا باپ نہیں۔ بلکہ اس کے باپ کا دادا ہے۔ دراصل یہ شراحیل بن کلب ہے۔ ثقہ ہے۔ دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ فتح دمشق میں حاضر ہوا۔ (تقریب التہذیب ص ١٤٢)

حیرت ہے کہ عبدالرحمان بن یزید بن جابر کا انتقال جب ١٥٤ھ میں ہوا تو اس نے ایسے شخص سے روایت کیسے سن لی جو فتح دمشق میں ١٣ھ میں موجود تھا اور یہ تو اسی وقت ممکن ہے جبکہ عبدالرحمان کی عمر کم از کم ڈیڑھ سو سال ہو۔ اور کسی مورخ نے عبدالرحمان کی زیادتی عمر کو بیان نہیں کیا۔ اسی لحاظ سے یہ روایت مرسل ہے۔ درمیان سے ایک مجہول راوی غائب ہے۔

اس کا ایک راوی حسین الجعفی ہے۔ اگر حسین جعفی سے مراد حسین بن الحسن الاشقر الکوفی ہے جو حسن بن صالح اور زہیر سے روایت کرتا ہے اور اس سے

احمد بن حنبل اور کدیمی نے روایات نقل کی ہیں۔

بخاری کا بیان ہے کہ اس کی ذات محل نظر ہے۔ ابو زرعہ کا بیان ہے کہ منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ قوی نہیں۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ غالی (بدبودار) قسم کا انسان تھا نیک لوگوں کو یعنی صحابہ کرام کو گالیاں دیتا

ابن عدی کا بیان ہے۔ کہ ضعیف راویوں کی ایک جماعت حسین الاشقر کی روایات کو بطور حیلہ پیش کرتی۔ کیونکہ اس کی روایات میں کچھ وہ منکرات پائی جاتی تھیں جن کا اشقر نے ذکر کیا۔ اور میرے نزدیک یہ ساری بلا اشقر کی نازل کردہ ہوتی ہے۔

ابو معمر الہذلی کہتے ہیں۔ کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں قوی نہیں۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کا ۲۰۸ھ میں انتقال ہوا۔

اس نے یہ روایت نقل کی ہے کہ علی باب حطہ ہیں جو اس دروازے میں داخل ہوگا وہ مومن ہوگا۔ اور جو اس سے خارج ہوگا وہ کافر ہوگا۔

اس روایت کے علاوہ کسی اور روایت میں یہ نظر نہیں آتا کہ انبیاء کرام کے جسم کو مٹی کھاتی ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے اللہ تعالٰی نے اور لوگوں کے لئے جو اصول رکھا ہے اس میں انبیاء کرام بھی داخل ہیں۔

زیارت قبر کی اجازت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تم کو زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا اب تم ان کی زیارت کر سکتے ہو۔ کیونکہ یہ دنیا میں انسان کو زاہد بناتی اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ ابن ماجہ اور مسلم کے الفاظ ہیں کہ یہ موت یاد دلاتی ہے۔ (مشکوٰۃ ص۱۵۴)

موت یاد دلانے کے لئے اولیاء اللہ اور نیک لوگوں کی قبریں مخصوص ہیں۔ حضور نے بھی اپنی مشرکہ ماں کی مغفرت طلب کی تھی جس سے قرآن میں منع کیا گیا۔ اور حضور نے زیارت قبور کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اور اس کی وجہ آخرت کو یاد

دلانا بیان کیا۔

آخرت کی یاد دہانی کے لئے کسی مرنے والے کا ولی ہونا زاہد ہونا۔ مؤمن ہونا کوئی شرط نہیں۔ اسی لئے حضورؐ نے سب سے پہلی زیارت اپنی مشرکہ ماں کی کی۔ اسی لئے امام نسائی اور ابن ماجہ نے اس پر سرخی قائم کی "زیارۃ قبر المشرک" اور یہاں ہر ایک نے یہ واقعہ ذکر کیا۔ اور یہ کہ اللہ تعالےٰ نے نبی کو اپنی ماں کے لئے مغفرت کی دعا مانگنے کی اجازت نہیں دی مگر قبر کی زیارت کی اجازت دی گئی۔ اور قبر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبروں کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ وہ موت یاد دلاتی ہے (نسائی ص۲۸۶)

اس کے لئے موزوں جگہ گورغریباں ہے۔ مُردوں کے نام سے شاندار کوٹھے اور عمارتیں نہیں۔ ان تعمیرات کرنے والوں کو اتنی بھی غیرت نہیں آتی کہ یہ مقامات اگر غریبوں کو رہائش کے لئے دیدیئے جائیں تو وہ زیادہ بہتر ہے۔

گنبد خضراء کی تاریخ

احادیث میں جب یہ ذکر آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع کر رکھا تھا۔ بعد میں اگرچہ اس کی اجازت آخرت کی یاد دہانی کے لئے دی گئی تو پھر گنبد خضرا نامی عمارت کیسے وجود میں آئی۔

۶۷۸ھ یعنی پونے سات سو سال تک کوئی عمارت وہاں موجود نہ تھی۔

اول ۶۷۸ھ میں منصور بن قلادون صالحی نے جو مصر کا بادشاہ تھا۔ کمال احمد بن برہان عبدالقوی کے مشورہ سے لکڑی کا ایک جنگلہ بنوایا اور اسے حجرہ کی چھت پر لگوایا۔ اور اس کا نام قبۂ رزاق پڑ گیا۔ اس وقت کے علماء اگرچہ صاحب اقتدار کو نہ روک سکے۔ مگر انھوں نے اس کام کو بہت بُرا سمجھا۔ اور جب یہ مشورہ دینے والا کمال احمد بن عبدالقوی معزول کیا گیا تو لوگوں نے اس کی معزولی کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس فعل کی پاداش سمجھا۔

پھر بعد میں ۷۶۵ھ میں الملک الاشرف شعبان بن حسین بن محمد نے اس کی تعمیری

اضافہ کئے۔ یہاں تک کہ موجودہ تعمیر وجود میں آئی۔ (وفاء الوفاء للسمہودی ج ۲ ص ۶۳۶ تا ۶۴۳)

مناسب ہے کہ اس سلسلہ میں فقہاء احناف کا مسلک نقل کر دیا جائے۔ مسلک احناف کے سب سے معتبر فقیہ علامہ شامی لکھتے ہیں۔ میری نظر میں ایسا کوئی نہیں جس نے قبر پر عمارت بنانے کو جائز کہا ہو۔ پھر شامی نے ابوحنیفہ کا فتویٰ نقل کیا۔ کہ ابوحنیفہ نے قبر پر کوئی عمارت مثلاً گھر اور قبہ وغیرہ بنانے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ حضرت جابر کی روایت میں نبی سے اس کی ممانعت آئی ہے کہ قبر کو پختہ بنایا جائے یا اس پر کتبہ لگایا جائے۔ یا اس پر عمارت تعمیر کی جائے۔ (شامی جلد ا ص ۸۳۹ استنبول)

نبی قبر میں زندہ رہتا ہے

حضرت ابو الدرداء کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا نبی قبر میں زندہ رہتا ہے۔ اسے رزق دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

یہ روایت حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا کہی۔

یہ روایت مرسل ہے۔ کیونکہ زید بن ایمن نے عبادہ بن نسی سے کوئی روایت نہیں سنی۔ اس کا ایک راوی سعید بن ابی بلال ہے جس کو ابن حزم نے ضعیف کہا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۸، التاریخ الکبیر ج ۲ ص ۳۸۷)

رہی بیہقی کی یہ روایت کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ وہ روایت بھی ناقابل اعتبار ہے کیونکہ اس کا ایک راوی حسن بن قتیبہ خزاعی ہے جس کو امام ذہبی نے لکھا ہے وہ تو ہلاک کرنے والا شخص ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے ابوحاتم کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ازدی کا قول ہے کہ واہی الحدیث ہے۔ عقیلی کا کہنا ہے کہ یہ کثیر الوہم ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۴۴، لسان المیزان ج ۲ ص ۲۴۶)

حافظ ابن قیم نے الصواعق المرسلہ میں اپنے قصیدہ نونیہ میں ان روایات کی کہانی بیان کی ہے۔

وحکایت ذکرتھم بقبورھم لمایصح وظاھر النکران

قبر میں انبیاء کی زندگی جس روایت میں مذکور ہے وہ صحیح نہیں اور اس کا منکر ہونا صاف ظاہر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چوبیس ۲۴ گھنٹے سلام پہنچایا جاتا ہے

زاذان کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں گھومنے والے فرشتے رکھے ہیں۔ جو میری امت کی جانب سے مجھ پر سلام پہنچاتے ہیں۔ (نسائی جلد ۱ ص۱۲۵)

اس روایت کے عبداللہ بن مسعود سے پہلے ناقل زاذان صاحب ہیں۔ حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں۔

زاذان۔ قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ سچا آدمی ہے لیکن روایت کو مرسل بیان کرتا ہے۔ اور اس میں تشیع پایا جاتا ہے۔ دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ۸۲ھ میں اس کی موت واقع ہوئی۔ (تقریب التہذیب ص۱۰۵)

ذہبی نے اس کا نقشہ کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

اس کے موالی کوفہ کے باشندہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے جب جابیہ میں خطبہ دیا تو یہ وہاں حاضر تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ اور عائشہؓ اور متعدد صحابہ سے روایات سنیں۔ اور اس سے عمرو بن مرہ۔ محمد بن جحادہ اور ایک جماعت سے روایات نقل کی ہیں۔

شعبہ کا بیان ہے کہ میں نے حکم سے دریافت کیا کہ تم زاذان کی روایت کیوں نقل نہیں کرتے۔ انھوں نے جواب دیا وہ باتیں بہت کرتا ہے (یعنی زیادہ باتیں کرنا کوئی اچھی شے نہیں) یحیٰ بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ ابن عدی نے اس کا کامل میں تذکرہ کیا اور فرمایا اس کی احادیث میں کوئی حرج نہیں۔

شعبہ کا بیان ہے۔ میں نے اس کے بارے میں سلمۃ بن کہیل سے دریافت کیا انھوں نے فرمایا مجھے ابو البختری اس سے زیادہ پسند ہے۔

ابو احمد الحاکم کا بیان ہے کہ یہ ائمہ کے نزدیک قابل قبول نہیں۔

ابن جحادہ کا بیان ہے کہ وہ کرابیں بیچتا اس کے پاس جب کوئی شخص کچھ

خریدنے آتا تو یہ سب سے برا آدمی ثابت ہوتا۔ پھر ابن عدی کا بیان ہے کہ اس نے ابن مسعود کے ہاتھ پر توبہ کی۔ (میزان جلد ۲ صـــ)

ابن مسعود نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں انتقال کیا۔ ظاہر ہے یہ کفر کی توبہ ہے تشیع کی توبہ نہ ہوگی۔ اور تشیع کی ایک روایت ہے کہ جس نے تقیہ نہیں کیا وہ مومن نہیں تو گویا تمام شیعہ مذہبی طور پر جھوٹے ہیں اور ہم ایک جھوٹے کی روایت قبول نہیں کر سکتے۔ اسی لئے ہم نے یہ اصول اختیار کر لیا ہے کہ تمام شیعہ جھوٹے ہیں۔ ان میں سے کسی کی بھی روایت قابل قبول نہیں۔

نبیؐ کا خواب میں آنا

نبی کو دنیا میں زندہ ثابت کرنے اور انھیں علم غیب اور تصرف الٰہی میں شریک بنانے کے لئے کہا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کے خواب میں آکر یہ بتا دیا اور فلاں کو یہ۔ اور اس کے ثبوت میں بخاری و مسلم کی صحیح روایتوں سے استدلال کیا جاتا اور انھیں غلط معانی پہنائے جاتے ہیں۔ مثلاً امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ باب باندھا ہے۔ باب من رای النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی المنام (باب جس نے نبی کو خواب میں دیکھا) اور پھر سب سے پہلے یہ روایت لائے۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سُنا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا۔ کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ ابو عبداللہ یعنی بخاری کہتے ہیں۔ ابن سیرین نے کہا کہ جب کوئی نبی کو اپنی صورت پر دیکھے۔ بخاری صـــ

حدیث کے الفاظ ہیں من رانیٔ جس نے مجھے دیکھا۔ صاف بتلا رہے ہیں کہ یہاں وہ لوگ مراد ہیں۔ جنھوں نے نبیؐ کو اپنی زندگی میں دیکھا۔ شمائل کی کتابوں میں سراپا پڑھنے والے مراد نہیں۔

اس حدیث میں یہ جو فرمایا کہ شیطان میری شکل و صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

یہ نہیں کہا گیا کہ مجھے زندگی میں نہ دیکھنے والوں کو وہ خواب کے ذریعہ دھوکہ میں نہیں ڈال سکتا اور کسی دوسری صورت کے ذریعہ سے نہیں کہلوا سکتا کہ میں تمہارا نبی محمدؐ ہوں تاکہ جس شخص نے نبیؐ کو دیکھا ہے اس کے فریب میں آجائے۔

موجودہ دور میں اس بات سے گریز کے لئے یہ بات کہی جانے لگی کہ خواب میں آنے والی یہ صورت نبی کی صورت ہے۔ کیونکہ شیطان آپ کے مشابہ صورت نہیں بنا سکتا۔ یہ بتانا درست نہیں۔ کیونکہ شیطان نے آیت الکرسی کی صحیح فضیلت بیان کی تھی۔ اور نبی نے اس شخص کی ان الفاظ میں تصدیق کی تھی اما انہ صدقك وھوکذوب۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے تمہیں سچی بات بتائی۔ حالانکہ وہ ایک پکا شیطان ہے۔

دراصل یہ خواب کا معاملہ ایک کاروبار کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ بہت سے لوگ نبیؐ کے خواب میں آنے کا جھوٹا قصہ سنا کر اپنی بزرگی اور فضیلت کا اظہار کرتے ہیں اور جھوٹا خواب بیان کرنے والے کی وعید سے بے پرواہ نظر آتے ہیں۔

وہ ابواب جو عُلوم حدیث سے متعلّق ہیں

کس سے علم حاصل کیا جائے

حضرت جابر فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر عالم کے ساتھ نہ بیٹھو مگر وہ عالم جو تمھیں پانچ چیزوں سے پانچ چیزوں کی طرف بلاتا ہو، شک سے یقین کی طرف، عداوت سے نصیحت کی طرف، بڑائی سے تواضع کی طرف، ریا سے اخلاص کی جانب اور رغبت سے خوف کی جانب۔

محمد بن شقیق کہتے ہیں۔ کہ رغبت سے زہد کی جانب۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ رسول اللہ کا کلام نہیں۔ ابونعیم الحافظ کہتے ہیں کہ شقیق اپنے ساتھیوں کو وعظ کر رہا تھا اس نے یہ بات کہی۔ اس میں راویوں کو وہم ہوا۔ انھوں نے اسے مرفوع بنا دیا۔ (الموضوعات ج۱ ص۲۵)

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔

شقیق بلخی بڑے زاہدوں میں سے ہیں۔ منکر حدیث ہیں۔ انھوں نے اسرائیل ابوحنیفہ، عباد بن کثیر اور کثیر ایلی سے روایات نقل کی ہیں۔ اور اس سے حاتم اصم۔ اور محمد بن ابان البلخی اور عبد الصمد بن بابویہ اور دیگر لوگوں نے روایات نقل کی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ان کے تین سو گاؤں تھے۔ پھر جب مرے تو کوئی کفن نہ تھا۔ یہ بڑے مجاہدوں میں سے تھے اور غزوہ کولان میں ۱۹۴ھ میں شہید ہوئے۔ اور ان پر ضعف کا حکم لگانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں ان احادیث کی وجہ سے جو ان سے راویوں نے نقل کی ہیں یہ تصور پیدا ہوتا ہے۔ ان کا نام شقیق بن ابراہیم ابوعلی ہے۔ (میزان الاعتدال ص۲۷۹)

بغیر سمجھے کے عبادت کرنا

خالد بن معدان بن واثلہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بغیر فقہ کے عبادت کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ چکی میں لگا ہوا گدھا۔

یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں۔ اور اس کا تمام الزام محمد بن ابراہیم پر ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ حدیثیں وضع کرتا تھا اسے حجت میں پیش کرنا حلال نہیں۔ (الموضوعات جلد ۱ صہ ۲۶۲)

محمد بن ابراہیم بن العلاء الشامی الدمشقی۔ یہ عبادان میں آکر مقیم ہو گیا تھا۔ یہ شام کے زاہدوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ عبید اللہ بن عمرو اور اسمٰعیل بن عیاش سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے ابن ماجہ اور ابو یعلیٰ نے روایت کی ہے۔

دار قطنی کہتے ہیں کذاب ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام حدیثیں محفوظ نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں اس سے حدیث روایت کرنا حلال نہیں۔ یہ احادیث وضع کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال ج ۳ صہ ۴۴۵)

شعراء کو مال دیکر اپنی آبرو بچانا

عوف بن مالک الاشجعی فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا چاہے وہ شعراء کو مال عطا کرے۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ حدیث باطل ہے۔ اور اسحٰق بن ابراہیم حنظلۃ الغسیل کی اولاد میں سے ہیں۔ خبریں تبدیل کرتا اور حدیثیں چوری کرتا تھا (الموضوعات ج ۱ صہ ۲۶)

عشاء کے بعد اشعار پڑھنا

شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز عشا کے بعد کوئی شعر پڑھا اس کی اس رات کی نماز قبول نہ ہوگی۔

یہ حدیث موضوع ہے۔ عقیلی کہتے ہیں یہ حدیث سوائے عاصم بن مخلد کے نہیں پہچانی جاتی اور اس کا کوئی متابع نہیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں اس عاصم کا شمار مجہولین میں ہوتا ہے۔

احمد بن حنبل کہتے ہیں۔ قزعۃ بن سوید مضطرب الحدیث ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ غلطیاں بہت کرتا فحش وہم ہوتا۔ جب اس کی روایت میں زیادتی ہوئی تو اس کی خبر کو حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔ الموضوعات جلد ا ص ۲۶۱ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔

عاصم بن مخلد۔ ابوالاشعث الصنعانی سے روایت کرتا ہے۔ اسے کوئی نہیں جانتا۔ اس سے سوائے قزاعۃ کے کوئی روایت نہیں کرتا۔ اس نے مذکورہ روایت نقل کی ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۵۶)

قزعۃ بن سوید بن حجیر الباہلی البصری۔ اپنے باپ ابن المنکدر اور ابن ابی الملیکہ سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے قتیبہ۔ مسدد اور ایک جماعت نے روایت کی ہے بخاری کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ ابن معین کے قزاعۃ کے بارے میں دو قول ہیں ایک بار انھوں نے ثقہ قرار دیا اور دوسری بار ضعیف قرار دیا۔

احمد کہتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اسے حجت نہیں مانا جاسکتا۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن عدی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۸۹)

شعراء کا ذکر

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے اگر کسی کا پیٹ قے سے بھر جائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ ان اشعار سے اس کا پیٹ بھرے جس میں کسی کی برائی کی گئی ہو۔

یہ حدیث موضوع ہے اور نضر بن محرز کا کوئی متابع نہیں اور نضر سے احتجاج جائز نہیں۔ دراصل یہ روایت کلبی اور ابوصالح کے نام سے پہچانی جاتی ہے اور یہ دونوں کچھ نہیں۔

شیخ کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ یہ حدیث اس زیادت کے ساتھ موضوع ہے

ورنہ بخاری ومسلم میں ابوہریرہ سے یہ حدیث ان الفاظ میں مروی ہے۔ تم میں سے کسی کا قے سے پیٹ بھرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ اشعار سے پیٹ بھرے۔

اہلِ حدیث کا انجام

حضرت انس فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو محدثین اپنے ہاتھوں میں دواتیں لے کر آئیں گے۔ اللہ عزوجل جبرئیل کو ان کے پاس جانے کا حکم دیں گے وہ ان سے سوال کریں گے۔ حالانکہ اللہ انہیں خوب جانتا ہے۔ وہ ان سے سوال کرے گا کہ تم کون ہو۔ یہ جواب دیں گے ہم اہل حدیث ہیں۔ اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا۔ تم جہاں بھی ہو جنت میں داخل ہوجاؤ کیونکہ تم جب تک دنیا میں رہے ہمیشہ میرے نبی پر صلات پڑھتے رہے۔

خطیب کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور سارا الزام محمد بن یوسف رقی پر ہے۔ واللہ اعلم۔ (الموضوعات ج ۱ صفحہ ۲۶۱)

محمد بن یوسف بن یعقوب ابوبکر رقی حافظ بہت گھومنے والا شخص تھا اور وہ خیثمہ بنی سلیمان اور اس کے طبقہ سے ملا۔

ابوبکر خطیب کہتے ہیں یہ کذاب ہے۔ اس نے طبرانی کے نام سے ایک جھوٹی حدیث گھڑی ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۴ صفحہ ۷۲)

میرے نزدیک اس کے راوی عبدالرزاق بن ہمام اور زہری دونوں شیعہ ہیں۔

کانوں پر قلم رکھنا

حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ آپ کے سامنے ایک کاتب بیٹھا تھا۔ میں نے آپ کو یہ کہتے سنا کہ قلم کو کانوں پر رکھ کیونکہ اس سے املا کرانے والے کو بہت یاد آتا ہے۔

یہ حدیث صحیح نہیں اور عنبسہ ابن عبدالرحمان بصری ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔

نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابوحاتم رازی کہتے ہیں یہ شخص حدیثیں وضع کرتا تھا۔ اور محمد بن ذاذان کے بارے میں بخاری کہتے ہیں اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔
(الموضوعات ج ۱ ص ۲۵۹)

جو شخص آخری تحریر میں لفظ بلغ لکھے

ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کچھ لکھ کر فارغ ہو تو آخر میں بلغ نہ لکھو کیونکہ بلغ شیطان کا نام ہے۔ بلکہ اس پر اللہ کا نام لکھو۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع ہے اور وہ شخص کتنا برف ہے جس نے اس حدیث کو وضع کیا ہے۔

ابوحاتم کہتے ہیں اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ اور مسلم بن عبداللہ ثقہ راویوں سے موضوعات نقل کرتا ہے اس کا ذکر بھی حلال نہیں بجز اس پر اعتراض کے۔
(الموضوعات ج ۱ ص ۲۵۹)

مسلم بن عبداللہ فضل بن موسیٰ سے روایت کرتا ہے۔ اس کی متعدد موضوعات ہیں۔ اس نے ابوہریرہ سے مذکورہ روایت نقل کی ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۱۰۱)

اس شخص کا ثواب جس کے پاس کوئی حدیث پہنچے اور وہ اس پر عمل کرے

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس اللہ عزوجل کی جانب سے کوئی حدیث پہنچے اور اسے ایمان لا کر پکڑے اللہ تعالیٰ اُسے وہ چیز عطا کرتا ہے جو اس میں نہیں۔

یہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں۔ اگرچہ اس کی سند میں ابوجابر بیاضی کے علاوہ کوئی نہیں یحییٰ کہتے ہیں وہ کذاب ہے۔ نسائی کہتے ہیں وہ متروک الحدیث ہے اور شافعی کہتے تھے جو شخص ابوجابر بیاضی سے کوئی حدیث روایت کرے اللہ اس کی آنکھیں سپید کرے۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۵۹)

وہ حدیث قبول کرو جو حق کے مطابق ہو

ابوہریرہؓ کہتے ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم مجھ سے وہ حدیث بیان کرو جو حق کے مطابق ہو۔ اس کو مضبوطی سے تھام لو خواہ میں نے اسے بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

عقیلی کہتے ہیں یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سند صحیح کے ساتھ مروی نہیں۔ او اشعث کی یہ حدیث منکر ہے۔ یحیٰی کہتے ہیں اشعث کچھ نہیں۔ اور ابوسلیمان الخطابی نے ساجی سے نقل کیا ہے انھوں نے یحیٰی بن معین سے اس حدیث کو زنادقہ نے وضع کیا ہے۔ خطابی کہتے ہیں یہ حدیث باطل ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔

ابن الجوزی کہتے ہیں یہ حدیث یزید بن ربیعہ سے بھی روایت کی جاتی ہے۔ اس نے ابوالاشعث سے اس نے ثوبان سے اور ابوالاشعث ثوبان سے کوئی روایت نہیں کرتا۔ اس نے ابواسماء الرجبی کے ذریعہ ثوبان سے روایت کی ہے۔ اور یزید بن ربیعہ مجہول ہے۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۵۸)

آپؐ کی اصل کی شرافت

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خبردار قیامت کے روز میرے سبب اور نسب کے علاوہ سب منقطع ہو جائیں گے۔ ایک شخص رسول اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے آگے جھک گیا۔ اور اس نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کا نسب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا عرب۔ اس نے عرض کیا آپ سبب کیا ہے۔ فرمایا غلام۔ ان کے لئے وہ چیز حلال ہے جو میرے لئے حلال ہے اور وہ چیز ان پر حرام ہے جو میرے لئے حرام ہے۔ اللہ نے میرے پاس وحی کی۔ کہ میں جب کسی فوجی دستے میں باہر جاؤں تو میرے داہنی جانب کوئی عرب ہونا چاہیئے اور اگر عرب نہ ہو تو غلاموں میں سے کوئی ہو۔ ورنہ باقی لوگ تو ایک مجمع ہیں جس میں کوئی خیر نہیں۔

اے سلمان تیرے لئے یہ حلال نہیں کہ تو ان کی عورتوں سے نکاح کرے۔ تم تو وزیر ہو اور یہ ائمہ ہیں۔ اور اگر اللہ جانتا کہ کوئی درخت میرے درخت سے بہتر ہے تو مجھے اس درخت سے نکالتا۔ اور وہ عرب کا درخت ہے۔

اسے خارجہ نے ابن جریج سے تنہا روایت کیا ہے۔ یحیٰ کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ امام احمد نے اپنے بیٹے سے فرمایا اس کی روایت نہ لکھ ابن حبان کہتے ہیں اس کی خبر کو حجت میں پیش کرنا حلال نہیں۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۸۳)

حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ شخص خارجہ بن مصعب۔ ابوالحجاج السرخسی الفقیہ ہے۔ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ یہ بکیر بن اشج اور زید بن اسلم اور ایوب اور ایک جماعت سے روایت کرتا ہے اور اس سے ابن مہدی اور یحیٰ بن یحیٰ اور ایک جماعت نے روایات لی ہیں۔

اسے امام احمد نے واہی قرار دیا۔ ابن معین نے کبھی فرمایا یہ ثقہ نہیں۔ اور کبھی کہا کذاب ہے۔ بخاری کہتے ہیں اسے ابن المبارک اور وکیع نے متروک قرار دیا۔ دارقطنی وغیرہ کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی روایات لکھ لی جائیں۔ ابن عدی نے اس کے حال میں بیس منکر اور غریب روایات نقل کی ہیں۔ پھر کہا اس کی بہت سی روایات ہیں اور بہت سی روایات منقطع ہیں اس کی روایات لکھی جائیں۔ میرے نزدیک یہ غلطیاں کرتا ہے لیکن عمداً غلطی نہیں کرتا (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۲۵)

اس روایت کو خارجہ نے ابن جریج سے نقل کیا ہے اور ہمارے لئے اتنا کافی ہے ابن جریج نے اپنی زندگی میں ستر متعہ فرمائے۔

اہانت اہلِ بدعت

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نے کسی بدعتی سے منہ پھیرا اللہ کی وجہ سے بغض رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ اس کا دل امن و

ایمان سے بھر دے گا۔ اور جس نے کسی بدعتی کو جھڑکا اللہ تعالےٰ اسے بڑی گھبراہٹ کے دن محفوظ رکھے گا۔ اور جس نے کسی بدعتی کو سلام کیا اور اس سے خوشی سے ملا۔ اور جو کچھ اسے میسر تھا اس سے اس کا استقبال کیا تو اس نے ان چیزوں کو حقیر سمجھا جو اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیں۔

یہ حدیث باطل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع ہے۔ اس کا ایک راوی عبدالعزیز بن ابی داؤد ہے۔ ابن حبان کا بیان یہ اپنے توہم اور گمان پر حدیث بیان کرتا اس باعث اسے حجت سمجھنا جائز نہیں۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۷)

اہل بدعت کی توہین

عطا ابن عباس سے ناقل ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی بدعتی کی عزت کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں اس بدعتی کی مدد کی۔

اس حدیث کا ایک راوی بہلول ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ یہ حدیثیں چوری کرتا۔ اس باعث اسے حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۷)

ذہبی میزان الاعتدال میں رقمطراز ہیں۔

بہلول بن عبید الکندی الکوفی۔ سلمۃ بن کہیل اور ایک جماعت سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے حسن بن قزاعہ اور بیہ الجیزی نے روایت کی ہے۔

ابوحاتم کہتے ہیں یہ ضعیف الحدیث ہے بے پَر کی اڑاتا ہے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں کچھ نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ یہ حدیثیں چوری کرتا۔

ابن عدی کا بیان ہے یہ بصرہ کا باشندہ ہے، کچھ نہیں ہے۔ پھر ابن عدی نے اس کی چھ حدیثیں گنائیں۔ ان میں سے ایک حدیث مذکورہ ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۵۵)

ابن جریج۔ عبدالملک بن عبدالعزیز ابن جریج۔ ان کی کنیت ابوخالد المکی ہے۔ مشہور ثقہ عالموں میں ایک ہیں۔ مدلس ہیں۔ فی نفسہ ان کے ثقہ ہونے پر اتفاق ہے۔ یہ بہلول بن عبید کے استاد ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی میں ستر متعہ فرمائے۔ وہ اسے

جائز سمجھتے تھے۔ اور اس کے با وجود یہ اہل زمانہ کے فقیہ تھے (غالباً متعوں کے باعث)
عبداللہ بن احمد کہتے ہیں میرے والد امام احمد نے بعض ایسی حدیثوں کو جسے ابن جریج نے مرسلاً روایت کیا تھا انھیں موضوع قرار دیا ہے۔ کیونکہ ابن جریج جس روایت کو جہاں سے لیتے اس کی پرواہ نہ کرتے کہ روایت کہاں سے لی ہے (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۶۵۹)
حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی بدعتی کی عزت کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں اس کی مدد کی۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس کا ایک راوی حسن بن یحییٰ الخشنی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حدیث باطل اور موضوع ہے۔ ذہبی میزان الاعتدال میں رقمطراز ہیں۔
حسن بن یحییٰ الخشنی الدمشقی البلاطی۔ یہ ہشام بن عروہ اور عمر مولی عفرہ سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے ہشام بن عمار اور حکم بن موسیٰ اور ایک جماعت نے اس سے روایات لی ہیں اس کی روایات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔
یحییٰ ابن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ دحیم کا بیان ہے اس میں کوئی حرج نہیں ابو حاتم کہتے ہیں یہ سچا تھا لیکن اس کا حافظہ خراب تھا۔ نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں دار قطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایات ملحق ہوتی ہیں۔ اس کی متعدد روایات ہیں جن میں سے ایک مذکورہ روایت ہے۔
ایک روایت حضرت انس سے یہ منقول ہے کہ جب کوئی نبی مرتا ہے اور اپنی قبر میں چالیس دن تک ٹھہرا رہتا ہے پھر چالیس دن گذرنے کے بعد اللہ تعالے اس کی روح لوٹا دیتا ہے ابن جوزی نے موضوعات میں اس کا ذکر کیا ہے۔
خشنی کی ایک حدیث یہ ہے کہ ایک رات میرا اس سے گذر ہوا تو موسیٰ عالہ اور ویلہ کے درمیان کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور یہ روایت موضوع ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۵۲۴)
ابن الجوزی کہتے ہیں۔ اس قسم کی روایات فضیل اور ان جیسے نیک لوگوں کے ہاں ملتی ہیں۔ (موضوعات ج ۱ ص ۲۷۱)
ذہبی لکھتے ہیں کہ حسن بن یحییٰ الخشنی دمشق کا باشندہ ہے۔ ہشام بن عروہ اور

عمر مولی غفرہ سے روایت کرتا ہے اور اس سے حکم بن موسیٰ اور اس سے ہشام بن عمار نے روایت کی ہے۔ یہ روایات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

شیاطین لوگوں میں پھیل جائیں گے اور بدعت پھیلائیں گے

ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ۱۳۵ھ ہوگا تو سرکش شیاطین جنھیں حضرت سلیمان بن داؤد نے جزیرۂ عرب میں باندھ کر ڈالا تھا وہ سب پھیل جائیں گے۔ ان میں سے نو حصے لڑنے کے لئے عراق چلے جائیں گے۔ اور دسواں حصہ شام چلا جائے گا۔

ابن الجوزی کا بیان کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ عقیلی صباح بن مجالد مجہول ہے اور اس روایت کے علاوہ اسے کوئی نہیں پہچانتا اور نہ اس کا کوئی متابع موجود ہے اور اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۶۹)

ذہبی رقم طراز ہیں۔

یہ صباح بن مجالد بقیہ کا شیخ ہے کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون بلا ہے۔ دو ثقہ لوگوں نے بقیہ کے ذریعہ اس سے یہ روایت نقل کی ہے۔ ذہبی کہتے ہیں میرے نزدیک اس روایت کا واضع یہی صباح ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۰۶)

میرے نزدیک اس روایت کا راوی عطیہ ہے جو اسے ابوسعید خدری سے روایت کر رہا ہے اور ابوسعید سے مراد ابوسعید خدری نہیں بلکہ کلبی کذاب مراد ہے۔ ان کا حال پہلے حصوں میں بیان کیا جا چکا ہے۔

باپ دادا کی عزت کا بیان

حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر جبرئیل نازل ہوئے اور کہنے لگے اے محمدؐ اللہ تجھے سلام کہتا ہے کہ میں نے آگ کو اس صلب پر حرام کیا ہے کہ جس نے تجھے نازل کیا اور تیرے حمل کو پیٹ میں رکھا

اور اس گود کو جس نے تجھے اٹھایا۔ اس پر حضور نے فرمایا اے جبرئیل مجھ سے اس امر کی وضاحت کیجئے انھوں نے فرمایا صلب سے مراد عبداللہ ہیں۔ بطن سے مراد آمنہ بنت وہب اور حجر سے مراد عبدالمطلب اور فاطمہ بنت اسد مراد ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے۔ یہ حدیث بلا شک موضوع ہے۔ اس کی سند ایسی ہے جیسی تم دیکھ رہے ہو۔ بعض خراسان کے حفاظ حدیث کہتے ہیں کہ ابوالحسین کا نام یحییٰ بن الحسین العلوی جو انتہائی غالی رافضی تھا اور جیلان میں خلافت کا دعویدار تھا۔ حتیٰ کہ اس پر بہت سی مخلوق جمع ہو گئی۔ اور کسی مسلم کا اس میں اختلاف نہیں کہ عبدالمطلب کافر مرا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت آٹھ سال کا بچہ تھے اور عبداللہ اس وقت مرے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمل کی صورت میں تھے اور اس میں اختلاف نہیں کہ وہ کافر مرے۔ اسی طرح آمنہ کا اسی وقت انتقال ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھ سال کے تھے۔ اور فاطمہ بنت اسد اسلام لائیں اور بیعت کی۔ تو ان لوگوں کے ساتھ وہ داخل نہیں ہو سکتیں۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت علی سے روایت نقل کرنے والے جناب محمد یعنی باقر ہیں جو حضرت علی کے زمانہ میں وجود میں بھی نہ آئے تھے اور اس کے بعد کے راوی سب ماشاء اللہ ہیں۔

آپ کے بعد کوئی نبی نہیں

حضرت انس فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نہیں۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

حدیث میں یہ استثنا و الا ما شاء اللہ یہ موضوع ہے۔ اسے محمد بن سعید نے وضع کیا ہے۔ جب اس نے الحاد کی دعوت دینی شروع کی۔ اسے ائمہ کی ایک جماعت نے اسے وضع کیا۔ جن میں سے ابو عبداللہ الحاکم بھی ہیں۔

دراصل یہ شخص ابو عبدالرحمٰن محمد بن سعید بن ابی قیس ہے جسے منصور نے زندیق ہونے کے الزام میں قتل کیا۔ امام سفیان ثوری اور احمد بن حنبل کہتے ہیں

محمد بن سعید کذاب تھا۔ اور امام احمد سے ایک روایت یہ بھی مروی ہے کہ اسے ابو جعفر نے زندیق ہونے کے الزام میں قتل کیا۔ اور اس کی حدیث موضوع ہے۔

اور بخاری اور نسائی کہتے ہیں یہ شخص متروک الحدیث ہے۔ اور محدثین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ شخص بدمعاش تھا خوب کثرت سے روایات کرتا اور بہت برا کام کرتا۔ کیونکہ اس شخص کی تدلیس پہچاننے کے بعد کسی حال میں اس کی روایت حلال نہیں۔

ابن نمیر کہتے ہیں عیب اس شخص پر ہے جو اسے روایت کرے کیونکہ اسے جاننے کے بعد اس سے کسی حال میں روایت کرنا حلال نہیں کیونکہ یہ کذاب ہے۔ احادیث وضع کرتا تھا۔

عبداللہ بن احمد کہتے ہیں اس احمد بن سوادہ نے اہل شام کے سو نام تبدیل کئے جنھیں میں نے اپنی ایک کتاب میں جمع کیا ہے اور ان روایتوں کو بھی جمع کیا ہے جو اس نے خراب کیں۔

مصنف کہتے ہیں اس کی تدلیس جو ہم تک پہنچی ہے انیس افراد تک مشتمل ہے۔

۱۔ محمد بن سعید بن حسان ۔ اس سے اس طرح سے یحیٰ ابن سعید الاموی نے روایت کی ہے

۲۔ محمد بن سعید الاسدی ۔ اس سے اسی طرح سعید بن ابی بلال نے روایت کی۔

۳۔ محمد بن سعید بن حسان بن قیس ۔ اس طرح اس سے محمد بن عجلان روایت کرتا ہے۔

۴۔ ابو عبدالرحمان الشامی۔ اس طرح اس سے بکر بن خنیس روایت کرتا ہے ۔

۵ ۔ محمد بن حسان ۔ اس طرح اس سے مروان بن معاویہ روایت کرتا ہے ۔

۶ ۔ محمد بن ابی قیس۔ اس طرح اس سے مروان بن معاویہ روایت کرتا ہے ۔

۷ ۔ محمد بن غالم۔ اس طرح اس سے عبدالرحیم بن سلیمان نے بعض روایتوں میں روایت کیا ہے۔

۸ ۔ محمد الطبری ۔ اس طرح اس سے یحیٰ بن معین نے اس کا ذکر کیا ہے ۔

۹ ۔ محمد الطبری ۔ اس طرح اس سے عبدالرحمان بن امری القیس نے روایت کیا ہے ۔

۱۰۔ ابو قیس الشامی ۔ اس طرح اس سے ابو معاویۃ الضریر نے روایت کی ہے۔

۱۱۔ ابوقیس محمد بن عبدالرحمٰن۔ اس طرح بعض روایتوں میں ابومعادیہ نے روایت کیا ہے
۱۲۔ محمد بن زینب۔
۱۳۔ محمد بن ابی زکریا۔
۱۴۔ محمد بن ابی الحسن۔
۱۵۔ محمد بن حسان الطبری۔
یہ وہ اقوال ہیں جن کا عقیلی نے تذکرہ کیا ہے۔
۱۶۔ ابوعبداللہ الشامی۔ اس طرح ابوالعباس بن عقدہ نے اس سے روایت کی ہے۔
۱۷۔ ابوعبدالرحمان الازدی۔ اس طرح ابوحاتم بن حبان نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔
۱۸۔ محمد بن عبدالرحمان۔
۱۹۔ یعنی یہ دونوں نام خطیب نے ذکر کئے ہیں۔

اور کبھی عقیلی کہتے ہیں کہ کبھی لوگ اسے عبداللہ اور عبدالرحمان اور عبدالکریم وغیرہ کہتے اور مقصد اللہ واحد کی عبادت ہوتی ہے۔ اور اس کے دادا کی کنیت ہوتی ہے۔

ابوحاتم بن حبان کہتے ہیں کہ یہ شخص کہا کرتا تھا کہ جب میں کوئی اچھی بات سنتا ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ اس کے لئے ایک سند تیار کر لوں۔ اور ان کتابوں میں ذکر حلال نہیں۔ ہاں ان پر جرح کرنا مقصود ہو۔

ابن جوزی کہتے ہیں اس شخص نے ایک سند وضع کی تاکہ لوگوں کے دل میں شک پیدا ہو سکے۔ اگر یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے تو صاف بات ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

کیا آمنہ اسلام لے آئی تھیں ؟

ہشام بن عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں الوداع کرایا۔ تو آپ عقبۃ الحجون پر میرے پاس سے روتے ہوئے غمگین گذرے۔ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رونے کے باعث رونے لگی۔

پھر آپ نیچے اترے اور فرمایا اے حمیرا ٹھہر جا۔ پس میں نے اونٹ کے پہلو سے ٹیک لگالی۔ پھر کافی دیر تک ٹھہرے رہے۔ پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور آپ خوش اور ہنس رہے تھے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان یارسولؐ اللہ آپ میرے پاس سے گئے اور اس وقت آپ رو رہے تھے۔ غمگین تھے میں آپ کے رونے کی وجہ سے روئی۔ پھر آپ میرے پاس لوٹ کر آئے تو آپ خوش تھے اور مسکرا رہے تھے۔ اس کی کیا وجہ یارسولؐ اللہ۔ آپ نے فرمایا میں اپنی ماں آمنہ کی قبر پر گیا۔ پھر اللہ سے انھیں زندہ کرنے کا سوال کیا۔ اللہ نے انھیں زندہ کر دیا۔ وہ مجھ پر ایمان لے آئیں اور اللہ عز وجل نے انھیں پھر لوٹا دیا۔

یہ حدیث بلاشک موضوع ہے اور جس نے اسے وضع کیا ہے اس کے پاس سمجھ بھی کم ہے اور علم بھی کم ہے۔ اگر اس کے پاس علم ہوتا تو وہ یہ بات جان لیتا کہ کسی شخص کو دوبارہ لوٹنے کے بعد ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ اگر کوئی شخص فرشتوں کے دیکھنے کے بعد ایمان لائے تب بھی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اور اس کے رد کے لئے اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد کافی ہے (پس اگر وہ مرجائے اور وہ کافر ہو) اور صحیح حدیث میں ہے "کہ میں نے اپنے رب سے اپنے باپ کی مغفرت چاہی تو مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی"۔

اور محمد بن زیاد دراصل نقاش ہے اور ثقہ نہیں ہے اور احمد بن یحیٰ۔ اور محمد بن یحیٰ دونوں مجہول ہیں۔ دراصل یہ ایک ایسی قوم سے ہیں جو احادیث وضع کرتے اور غافل لوگوں کی کتابوں میں اسے شامل کر دیتے۔ پھر یہ غافل لوگ اسے روایت کرتے۔

شیخ ابوالفضل بن ناصر کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا انتقال ابواء کے اندر ہوا جو مدینہ اور مکہ کے درمیان ہے۔ اور وہیں دفن کی گئیں۔ اور حجون میں ان کا کبھی انتقال نہیں ہوا۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۸۴)

میرے نزدیک اس روایت میں سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اسے حضرت عائشہؓ سے ہشام روایت کر رہا ہے جو حضرت عائشہؓ کی وفات کے ایک زمانہ بعد

پیدا ہوا۔ اس نے کبھی حضرت عائشہ کو نہیں دیکھا۔ یہ ہشام کے نام سے جھوٹ ہے۔ نیز اس روایت میں حضرت عائشہؓ کا لقب حمیرا لیا گیا ہے۔ حالانکہ عربی زبان میں حمیرا سرخ گدھی کو کہتے ہیں۔ حضورؐ کبھی یہ نام نہ لے سکتے تھے ظاہر ہے کہ اس کے وضع کرنے والے یا تو شیعہ بچے ہیں یا جاہل صوفیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں ہر دو آفات سے محفوظ رکھے۔

حضورؐ کا مختلف پشتوں میں منتقل ہونا

ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب آدم جنت میں تھے تو آپ کہاں تھے۔ آپ نے فرمایا میں آدم کی پشت میں تھا اور آدم جب زمین پر اتارے گئے تب بھی میں ان کی پشت میں تھا۔ اور میں اپنے باپ نوحؑ کی پشت میں تھا جب میں کشتی میں سوار ہوا اور میں آگ میں ڈالا گیا ابراہیم کی پشت میں اور میرے ماں باپ کبھی زنا پر جمع نہیں ہوئے۔ اس طرح میں پاک پشتوں کے ذریعہ پاک اور مہذب رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

جب بھی خاندان کی دو نسلیں پھوٹیں تو میں ان میں بہتر شاخ میں تھا۔ پھر اللہ نے مجھ سے نبوت کا عہد لیا۔ اور تورات میں میری بشارت دی اور انجیل میں میرا نام روشن کیا۔ میرے چہرے کی روشنی سے زمین چمکتی ہے۔ اور آسمان مجھے دیکھنے کے لئے بے تاب رہتا ہے۔ اور میرے نام کی برکت سے اللہ تعالےٰ آسمانوں میں چڑھا۔ اور اپنے ناموں میں سے میرا نام مشتق کیا۔ پس عرش والا محمود ہے اور میں محمد ہوں۔ الحدیث

یہ حدیث موضوع ہے اسے بعض قصہ گوؤں نے وضع کیا ہے۔ اور رہتا وبن ابراہیم کو ثقہ قرار نہیں دیا جاتا۔ ہو سکتا ہے کہ بناد کے شیخ علی بن محمد بن بکران نے اسے وضع کیا ہو یا علی بن محمد کے شیخ خلف بن محمد بن شیخ نے اسے وضع کیا ہو۔

حتیٰ کہ علی بن عاصم کہتے ہیں۔ ہم یزید بن ہارون کو ہمیشہ جھوٹا سمجھتے رہے۔ یحیٰ ابن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ لیکن جب بھی یہ کام متاخرین کے زیادہ لائق ہے۔ اس طرح سے اس روایت کا واضع عباس ہے (الموضوعات ج ۱ ص ۲۸۱)

ہناد بن ابراہیم النسفی۔ اس نے اکثر روایات ۴۵۰ھ کے بعد وضع کی ہیں۔ اکثر موضوعات اور بلاؤں کا راوی ہے اس پر محدثین کو کافی اعتراضات ہیں یعقوبا میں ۴۶۵ھ میں اس کا انتقال ہوا یہ وہاں کا قاضی تھا۔

خطیب بغدادی کہتے ہیں جب میں نے نیشاپور جانے کا ارادہ کیا تو ہناد بن ابراہیم نے کچھ احادیث لکھ کر دیں اور کہا کہ ایک شیخ ہے جو نہروان میں زندہ ہے اور ابن کردی کے لقب سے پہچانا جاتا ہے۔ وہ خلدی اور نجاد سے روایت کرتا ہے جب میں ابن کردی سے ملا تو اس نے خلدی اور نجاد کو پہچاننے سے انکار کردیا۔ اور یہ لا یہ حدیث مجھ سے عبدالملک بن بکران البزدائی نے بیان کی ہے (میزان الاعتدال ج۴ ص۳۱۱)

علی بن محمد بن بکران۔ یہ ہناد نسفی کا شیخ ہے اس نے صرف ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے جسے میں باطل سمجھتا ہوں۔ (میزان الاعتدال ج۳ ص۱۵۶)۔

اس روایت کے کئی راویوں کا حال مجھے رجال کی کتابوں میں نظر نہیں آیا۔

جس کا مقصد یہ ہے کہ اس روایت کے کئی راوی لاپتہ ہیں۔ اور مجھے بقیہ راویوں کا کوئی حال نظر نہیں آیا۔

آدمی کب تک قبر میں مردہ حالت میں رہتا ہے

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی نبی مرتا ہے اور چالیس روز تک قبر میں رہتا ہے تو پھر اس کی روح اس کے پاس لوٹا دی جاتی ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ حدیث باطل ہے اور موضوع ہے اس کا ایک راوی حسن بن یحیٰ ہے جو انتہا سے زیادہ منکر الحدیث ہے۔ اس روایت کی کوئی اصل نہیں یحیٰ بن معین کہتے ہیں حسن بن یحیٰ کچھ نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ راوی متروک ہے (الضعفاء جلد اول ص۲۳۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے باپ اور چچا کی سفارش کریں گے

ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اس جماعت کی شفاعت کی۔ اپنے باپ اور چچا ابو طالب کی اور اپنے رضاعی بھائی یعنی سعدیہ کی بیٹے کی۔ تاکہ یہ حضرات قیامت کے روز ایک اڑا ہوا غبار بن جائیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ روایت بلا شک وشبہ موضوع ہے۔ اول تو اس کا راوی لیث بن سلیم ضعیف ہے۔ منصور نے اس کے ضعف کے باعث اس کی روایت نقل نہیں کی اور یحییٰ بن المبارک شامی ہے مجہول ہے اور خطاب ضعیف ہے۔

خطاب سے مراد۔ خطاب بن عبد الدائم الارسوائی ہے۔ اور یحیی المبارک شامی مجہول ہے جہاں تک لیث کا تعلق ہے تو اس کا حال ذیل میں درج ہے۔

لیث ابن ابی سلیم۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ بنو لیس کا ایک فرد ہے۔ بخاری کے علاوہ دیگر محدثین نے اس سے روایت لی ہے۔ مشہور علماء میں سے ایک ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہے لیکن لوگوں نے اس سے روایات لی ہیں۔ یحییٰ بن معین اور نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ یحیٰ بن معین یہ بھی کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ابن حبان کہتے ہیں۔ آخر عمر میں اس کی عقل جواب دے گئی تھی۔ دار قطنی کا قول ہے۔ یہ شخص صاحب سنت تھا لیکن لوگوں نے اس پر اس وقت اعتراضات شروع کئے جب اس نے یہ دعویٰ کیا کہ عطاء، طاؤس اور مجاہد ایک جگہ جمع ہوئے۔

عبد الوارث کا بیان ہے کہ یہ علم کا ایک تھیلا تھا

ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں یہ لیث سب سے زیادہ نمازیں پڑھتا۔ سب سے زیادہ روزے رکھتا۔ لیکن اگر کسی روایت میں غلطی کرتا تو اس بات کو ہرگز قبول کرتا۔

ابن شوذب کا بیان ہے۔ انھوں نے لیث سے نقل کیا ہے کہ میں نے شروع دور کے شیعوں کو کوفہ میں دیکھا کہ وہ کسی کو ابو بکر و عمر پر ترجیح نہ دیتے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس سے شعبہ، اور ابن علیہ اور ابو معاویہ اور دیگر لوگوں نے

روایات لی ہیں۔

ابن ادریس کا بیان ہے کہ میں جب بھی لیث کے پاس جا کر بیٹھا تو میں نے اس سے وہ باتیں سنی جو کبھی نہ سنی تھیں۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل سے سُنا یحیٰ بن سعید القطان کو چند لوگوں کے بارے میں بری رائے رکھتے دیکھا ان میں سے ایک لیث۔ ایک محمد بن اسحٰق اور ایک ہمام ان میں سے کسی کے بارے میں دوسری رائے سننے کے لئے تیار نہ تھے۔

یحیٰ بن معین کہتے ہیں کہ لیث عطاء بن السائب سے زیادہ ضعیف ہے۔

مؤمل بن الفضل کہتے ہیں کہ میں نے عیسیٰ بن یونس سے سوال کیا انھوں نے فرمایا میں نے اسے دیکھا کہ اس کا دماغ ٹھکانے نہیں رہا تھا اور جب میں عین دوپہر کو اس کے پاس سے گذرتا تو اسے منارہ پر اذان دیتا دیکھتا پھر ابن عدی نے اس کی متعدد منکرات نقل کیں۔

عورت کا حمام میں غسل کرنا

احمد بن منیع نے باسند ام الدرداء سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے ام الدرداء کو کہتے سنا۔ وہ فرما رہی تھیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حالت میں ملی کہ میں حمام سے نکل کر آئی۔ آپ نے سوال کیا اے ام الدرداء کہاں سے آئی ہو میں نے کہا حمام سے۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جو عورت کسی غیر کے گھر میں کپڑے اتارے تو وہ اس پردے کے درمیان ہے جو اللہ عزوجل اور اس عورت کے درمیان ہے۔ وہ اس پردہ کو پھاڑتی ہے۔ (مطالب عالیہ جلد ۱ ص ۴۳)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب تک حیات رہے اس وقت تک حمام کا کوئی وجود نہ تھا۔ پھر ام الدرداء سے کیا مراد ہے اگر ام الدرداء الصغریٰ مراد ہیں تو انھوں نے حضور کو نہیں دیکھا اور اگر ام الدرداء الکبریٰ مراد ہے تو اس وقت تک عرب میں حمام کا کوئی رواج نہ تھا۔

قرطبی کا بیان ہے ابوداود نے کسی شئے کی اباحت یا ممانعت میں کوئی چیز نقل کی اس میں سے کوئی چیز صحیح نہیں۔ اس کی ضعف سند کے باعث اسی طرح ترمذی نے جو چیز روایت کی ہے وہ بے اعتبار ہے۔

اجازت حاصل کرنے کیلئے سلام

قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ سنن ابن ماجہ میں با لسند حضرت ابوایوب انصاری مروی ہے۔ یارسول اللہ یہ سلام تو اجازت چاہنے کے لئے ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا آدمی کلام کرے۔ کلام یعنی آدمی تسبیح، تکبیر اور تحمید کے ذریعہ، اور کھنکار سے اور اہل بیت سے اجازت طلب کرے۔ (قرطبی جلد ۷ صفحہ ۴۲۰۶)

اس روایت کا ایک راوی واصل بن السائب ہے ذہبی اس واصل کے حال میں لکھتے ہیں۔

واصل بن السائب اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ عطاء بن ابی رباح سے روایات نقل کرتا ہے۔

یحیٰ بن معین بخاری وغیرہ کا بیان ہے یہ واصل منکر الحدیث ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں ضعیف ہے۔ (میزان ج ۴ ص ۳۲۵)

اس واصل کا استاد ابوسورہ ہے۔ اس سے ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ ابوایوب انصاری سے روایات نقل کرتا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کے پاس منکر روایات ہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ابوایوب کا بھتیجا ہے۔ اور ابوایوب سے سوائے واصل کے کسی نے روایت نہیں کی (میزان جلد ۴ ص ۵۳۵)

گویا کہ یہ ہر دو راوی محدثین کے نزدیک بیکار ہیں۔ اس لحاظ سے یہ روایت انتہائی ردی ہے۔

ولید بن مسلم نے اوزاعی سے نقل کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا میں نے یحیٰ بن کثیر

سے سنا وہ کہتا ہے مجھ سے عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ سے سنا وہ قیس بن سعد سے نقل کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھر میں ہماری زیارت کی اور فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ راوی کہتا ہے کہ سعد نے جواب دیا لیکن بالکل آہستہ میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ چھوڑ دو تاکہ ہمیں اکثر سلام کرتے رہیں۔ الحدیث

راوی کہتا ہے اسے عمر بن عبدالواحد اور ابن سماعہ نے اوزاعی سے مرسلاً روایت کیا ہے اور انھوں نے قیس بن سعد کے نام کا ذکر نہیں کیا۔

خطیب نے جامع میں علی بن عاصم الواسطی سے نقل کیا ہے میں بصرہ آیا اور شعبہ کے مکان پر پہنچا اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ شعبہ نے سوال کیا کون ہے۔ میں نے کہا کہ میں ہوں۔ شعبہ نے جواب دیا "یہ میں کون" میرا کوئی ایسا دوست نہیں جسے "میں" کہا جاتا ہو۔ پھر میرے پاس باہر نکل کر آئے اور بولے مجھ سے محمد بن المنکدر نے حضرت جابر بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کام سے حاضر ہوا اور میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے سوال کیا کون ہے میں نے جواب دیا کہ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا "میں کون" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے یہی الفاظ دہرائے۔ (تفسیر قرطبی جلد ۷ صفحہ ۴۰۹)

علی بن عاصم بن صہیب الواسطی۔ اس کی کنیت ابوالحسن واسطی ہے۔ آل ابی بکر کا غلام تھا ۱۰۸ھ میں پیدا ہوا۔

یعقوب بن شعبہ کا بیان ہے۔ یہ دین و صلاح اور بے پناہ خیر کا مالک تھا۔ اس پر کثیر غلطیاں کرنے اور اس پر سرکشی کرنے کا الزام ہے۔ وکیع کا بیان ہے کہ ہم اسے نیکی سے جانتے ہیں۔ کثرت سے

وکیع کا بیان ہے ہم اسے ہمیشہ بھلائی کے ساتھ پہچانتے رہے اس کی صحیح روایات لے لو اور غلط روایات چھوڑ دو۔

یزید بن زریع کا بیان ہے کہ میں اس علی بن عاصم سے ملا۔ اس نے مجھے کچھ روایات

خالد حذاء کی بیان کیں۔ میں خالد کے پاس گیا۔ اس نے ان سب روایات کا انکار کیا۔

یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ ہم اسے ہمیشہ جھوٹ سے پہچانتے رہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ نسائی کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ محدثین کو اس پر اعتراض ہے۔ سنہ ۱۶۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ (میزان ج ۳ ص ۱۳۶)

تقدیر کا ذکر

ابوامامہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب قیامت کا دن ہو گا اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا۔ پس سعید وہ ہے جسے اپنا قدم رکھنے کے لئے کوئی جگہ مل جائے گی۔ پھر عرش کے نیچے سے ایک منادی ندا کرے گا۔ امن اس شخص کے لئے ہے جسے اس کے رب نے گنا ہوں سے بری قرار دیا۔ وہ جنت میں داخل ہو جائے۔

تابعین کے دور میں اسلام میں بہت سے فتنے اٹھے جن میں ایک فرقہ قدریہ تھا جو تقدیر کا منکر تھا جن میں سے محمد بن اسحٰق بھی ہے۔ تقدیر کے ذکر میں اسی فرقہ قدریہ کا بیان ہو رہا ہے۔

یہ حدیث موضوع ہے۔ اور اس روایت کے وضع کرنے کا الزام جعفر بن حسن کے ذمہ ہے۔ وہ قدری فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے اپنے مذہب کے مطابق یہ حدیث وضع کی۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس جعفر کی حدیثیں منکر ہوتی ہیں۔ یحییٰ کا بیان ہے یہ حسن کچھ نہیں۔ (الموضوعات جلد ا ص۲۷۲)

عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں داعی اور مبلغ بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ لیکن میرے ذمہ ہدایت کچھ بھی نہیں اور ابلیس نے انھیں مزین کر دیا اور ابلیس کے ذمہ گمراہی نہیں۔

عقیلی کہتے ہیں خالد بن عبدالرحمان نقل میں مشہور ہیں۔ اور اس حدیث کی کوئی اصل نہیں پائی جاتی۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ خالد مجہول ہے۔ اس روایت کے علاوہ اسے کوئی نہیں پہچانتا۔ (الموضوعات جلد ا ص۲۷۲)

خالد بن عبدالرحمان ابوالہیثم العطار العبدی الکوفی۔ سماک بن حرب سے روایت کرتا ہے۔ اس سے اسحاق بن فرات نے روایت نقل کی ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے

کہ میں اس باطل حدیث کے علاوہ اسے نہیں جانتا۔ (میزان ج ۱ ص۶۳۴)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک ابوبکرؓ و عمرؓ مسجد کے ایک دروازے سے داخل ہوئے۔ اور ان کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت تھی جو باہم جھگڑ رہی تھی۔ اور ان کی آوازیں بلند تھیں۔ اور وہ ایک دوسرے کا رد کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا تم دونوں کس بات پر جھگڑ رہے تھے۔ تمھاری آوازیں بہت بلند تھیں۔ اور تمھاری غلطیاں بھی بہت تھیں۔ بعض لوگوں نے تقدیر کے معاملہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے کچھ اختلاف کیا۔ ہم ان کے اختلاف کے باعث مختلف ہو گئے۔ آپؐ نے پوچھا وہ کیا بات تھی لوگوں نے جواب دیا یہ جھگڑا تقدیر کے معاملہ میں تھا ابوبکرؓ نے کہا تھا خیر مقدر فرماتا ہے۔ شر کو مقدر نہیں کرتا۔ اس پر عمرؓ بولے کہ اللہ ہر چیز مقدر فرماتا ہے۔ تو ہم اس معاملہ میں جھگڑ رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں اسرافیل والا فیصلہ کروں گا۔ جو جبرئیل و میکائیل کے درمیان کیا تھا۔ بعض لوگ بولے کیا اس معاملہ میں جبرئیل و میکائیل بھی جھگڑے تھے۔ فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے۔ پہلی مخلوق تھی جس نے اس معاملہ میں کلام کیا تو جبرئیل نے عمرؓ کی بات کی اور میکائیل نے ابوبکرؓ کی بات کی ہے۔

جبرئیل بولے ہم نے جب اس معاملہ میں اختلاف کیا تو پورے آسمان والے اس معاملہ میں اختلاف کرنے لگے۔ تو میرے اور تیرے درمیان کون اس کا فیصلہ کریگا پس اسرافیل نے مجھ سے فیصلہ طلب کیا۔ میں نے ان کے درمیان وہی فیصلہ کیا جو میرے اور آپ کے درمیان فیصلہ ہوا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا فیصلہ کیا ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ اس نے تقدیر کو واجب کیا وہ خیر ہو یا شر۔ ضرر کی چیز ہو یا نفع کی۔ کوئی میٹھی چیز ہو یا کڑوی۔ پھر حضورؐ نے بازو یا ران پر ہاتھ

مارا۔ اور ابو بکرؓ آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ نے فرمایا اے ابو بکرؓ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا کہ اس کی کبھی نافرمانی نہ ہو تو ابلیس کو پیدا نہ کرتا۔ اس پر ابو بکرؓ بولے یا رسول اللہ یہ ایک لغزش ہے میں اس کا کبھی اعادہ نہ کروں گا۔ کہتے ہیں پھر ابو بکرؓ نے موت تک اس بات کا اعادہ نہیں کیا۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث بلاشک موضوع ہے اور اس حدیث کے گھڑنے کا سارا الزام یحییٰ ابوزکریا پر ہے۔ ابن معین کہتے ہیں وہ اس امت کا دجال ہے ابن عدی کہتے ہیں وہ احادیث وضع کرتا اور چوری کرتا۔ (الموضوعات ج ۱ ص۲۷۵ میزان الاعتدال ج ۴ ص۴۰۳)

ابو حازم نے سہیل بن سعد سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی زندقہ ہوگا اس میں تکذیب بالقدر ضرور شامل ہوگی۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع ہے۔ یہ بحر بن کنیز کی تیار کردہ ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں بحر بن کنیز کچھ نہیں۔ اس کی کوئی حدیث نہ لکھی جائے۔ مجھے اس کے مقابلہ میں تمام لوگ زیادہ محبوب ہیں۔ (الموضوعات جلد ۱ ص۲۷۶)

بحر بن کنیز۔ ابوالفضل السقاء الباہلی۔ میدان میں حجاج کو پانی پلاتا تھا۔ یہ حسن بصری اور زہری سے روایت کرتا ہے۔ اس سے علی بن الجعد نے روایت لی ہے اس کی روایات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

یزید بن زریع کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ یحییٰ کہتے ہیں کوئی شئے نہیں اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ مجھے ہر شخص اس کے مقابلہ پر زیادہ محبوب ہے۔ نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔

دراصل یہ عمرو بن علی الفلاس کا دادا ہے۔ ابن ابی خیثمہ نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف ہے۔ یحییٰ القطانؒ اس سے راضی نہ تھے۔ ابن عیینہ کہتے ہیں میں نے ایوب سختیانی کو بحر سے یہ کہتے سنا کہ اے بحر تو اپنے نام کی طرح ہے۔

بقیہ نے اس ابوالفضل کے ذریعہ ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ آدمی کی نیک بختی اس کی داڑھی ہلکی ہونا ہے۔ ابوالفضل سے مراد یہی بحر ہے۔

یزید بن زریع کا بیان ہے کہ میں نے اس بحر سے ایک حدیث لکھی تھی اتنے میں ایک بلی آئی وہ اس پر پاخانہ کر کے چلی گئی۔

ابن عدی نے اس کا تذکرہ کیا اور تقریباً اس کی تیس روایات نقل کیں پھر فرمایا اس بحر کے کئی نسخے ہیں۔ ایک نسخہ تو وہ ہے جو اس سے عمر بن سہل نے روایت کیا ہے ایک نسخہ وہ ہے جو اس سے محمد بن مصعب قرقسانی نے روایت کیا ہے۔ ایک نسخہ وہ ہے جو اس سے حارث بن مسلم نے روایت کیا ہے اور اس سے بقیہ اور یزید بن ہارون نے روایات لی ہیں اور یہ زہری سے روایات کرتا ہے اور یہ ضعف کے زیادہ قریب ہے۔ اس کا انتقال ۱۶۱ھ میں ہوا۔ ابن سعد کا بیان یہی ہے۔ (میزان الاعتدال ج۱ ص۲۹۸)

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں بھی زندقہ ہوگا اس میں تکذیب بالقدر ضرور شامل ہوگی۔ اس حدیث کا ایک راوی وہی بحر بن کنیز ہے جس کا حال پہلے صفحہ میں بیان کیا جا چکا۔

مکحول دمشقی نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر امت میں مجوسی ہوتے ہیں اور اس امت کے مجوس قدری ہیں۔ جب یہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور نماز نہ پڑھو جب یہ مرجائیں۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں یحییٰ کہتے ہیں جعفر بن الحارث کچھ نہیں۔ اور اس حدیث کو غسان بن ناقد نے اپنی سند سے ابوہریرہ سے اسی قسم کی روایت کی۔

ابوحاتم رازی کہتے ہیں غسان مجہول ہے اور یہ حدیث باطل ہے۔ (الموضوعات ج۱ ص۲۷۵)

جعفر بن الحارث۔ ابوالاشہب کنیت ہے کوفہ کا رہنے والا ہے۔ واسط میں آ کر مقیم ہو گیا تھا۔ نافع اور اعمش سے روایت کرتا ہے۔ اس سے محمد بن یزید وغیرہ نے روایت نقل کی ہے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں اور کبھی کہا ضعیف ہے۔ اور بخاری کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ اور نسائی وغیرہ کہتے ہیں ضعیف ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۷۶)

غسان بن ناقد ابو الاشہب سے روایت کرتا ہے اور وہ مجہول ہے اور اس کی تقدیر کے معاملہ میں روایت باطل ہے۔ (میزان ج ۳ ص ۳۳۶)

مجاہد نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگ قدری بنیں گے۔ پھر زندیق ہوں گے۔ پھر مجوس ہوں گے۔ اگر یہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو۔ اور اگر یہ مرجائیں تو ان کے جنازے کے پیچھے نہ چلو۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں۔ اور اس میں کئی مجہول ہیں۔ ابو عبدالرحمان النسائی کہتے ہیں یہ حدیث باطل ہے۔ جھوٹ ہے۔ (موضوعات ج ۱ ص ۲۷۵)

ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ستر انبیاء کے ذریعہ لعنت بھیجی ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ قدریہ۔ مرجئہ۔ روافض۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ یہ قدری کون لوگ ہیں۔ فرمایا یہ کہتے ہیں خیر اللہ کی جانب سے ہے اور شر ابلیس کی جانب سے ہے۔ خیر اور شر دونوں اللہ کی جانب سے ہیں۔ جو شخص اس کے علاوہ کچھ کہے تو اس پر اللہ کی لعنت۔ ہم نے عرض کیا یا رسول جہمیہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا جو یہ کہتے ہیں قرآن مخلوق ہے۔ خبردار قرآن مخلوق نہیں۔ جو شخص اس کے علاوہ کچھ کہے تو اس پر اللہ کی لعنت۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ یہ مرجئہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا جو یہ کہتے ہیں کہ ایمان بلا عمل کا ایک قول ہے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ یہ روافض کون لوگ ہیں۔ فرمایا وہ لوگ ہیں جو ابو بکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتے ہیں۔ خبردار جو ان دونوں سے بغض رکھے گا تو اس پر اللہ کی لعنت۔

اس حدیث کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور محمد بن عیسیٰ۔ اور محمد بن احمد بن منصور الحربی دونوں مجہول ہیں۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۷۴)

جائے گی۔ یہ سب جنت میں جائیں گے۔ سوائے ایک فرقہ یعنی زندیقوں کے۔ حضرت انس کہتے ہیں ہمارا خیال ہے کہ وہ قدریہ ہے۔

ابن جوزی کہتے ہیں اس کا ایک راوی عثمان بن عفان ہے۔ علماء نقل کرتے ہیں یہ متروک الحدیث ہے۔ اس کی حدیث کا لکھنا بھی حلال نہیں۔

اس کا ایک راوی حفص بن عمر ہے۔ ابو حاتم الرازی کہتے ہیں یہ کذاب تھا۔ عقیلی کہتے ہیں ائمہ سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔

محشی موضوعات میں لکھتے ہیں۔ یہ عثمان بن عفان وضاع ہے اور کسی روایت حدیث میں امیر المؤمنین حضرت عثمان کے علاوہ کوئی اس نام کا نہیں۔ پھر یہ وضاع ہے۔ واللہ اعلم

حفص بن عمر الابلی۔ ثور بن یزید عبداللہ بن المثنیٰ سے روایات نقل کرتا ہے در اصل یہ حفص بن عمرو بن دینار ہے۔ اس سے ابراہیم بن مرزوق، ابو حاتم۔ یزید بن سفان القزار اور محمد بن سلیمان الباعندی روایت کرتا ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں اس کی تمام روایات متن کے لحاظ سے منکر ہوتی ہیں یا سند کے لحاظ سے اور یہ ضعف کے زیادہ قریب ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں یہ ایک شیخ کذاب تھا۔ (میزان الاعتدال ج۱ ص۵۶۱)

عثمان بن عفان السجستانی معتمر بن سلیمان وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔

ابن خزیمہ کہتے ہیں میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا تھا۔ (میزان الاعتدال ج۳ ص۳۹)

مرجئہ کی مذمت

ضحاک نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر امت میں کچھ یہود ہوتے ہیں۔ اور میری امت کے یہود مرجئہ ہیں۔

اسلام کی پہلی صدی گزرنے کے بعد اسلام میں دو فرقے پیدا ہوئے۔ ایک فرقہ کو مرجئہ اور دوسرے کو قدریہ کہا جاتا ہے۔ مرجئہ اس کے قائل تھے کہ اصل شئے ایمان ہے

اور اعمال کی کوئی حیثیت نہیں۔ ایمان کے بعد انسان جو چاہے کرتا رہے اس سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہوگی۔ بعض محدثین نے ہر اس شخص کو مرجئہ قرار دیا جو ان کی روایات کو قبول نہ کرتا۔ حتیٰ کہ امام ابوحنیفہ کو بھی ان لوگوں نے مرجئ قرار دیا۔ یہ فرقہ دور صحابہ ختم ہونے کے بعد شروع ہوا۔ یہ فرقہ کسی عمل کو تسلیم نہ کرتا تھا۔

اس روایت میں سلیمان بن ابی کریمہ اور احمد بن ابراہیم ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس روایت میں سلیمان بن ابی کریمہ اور احمد بن ابراہیم ہیں۔ یہ دونوں منکر روایات نقل کرتے ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں اس احمد بن ابراہیم اور عمرو بن ہاشم ان دونوں کو حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔ (الموضوعات ج۱ ص۲۰۱)

میرے نزدیک اس روایت میں خالد بن میمون اور ضحاک بھی ضعیف ہیں۔ ان میں سے ضحاک ہمارے مفسرین کا امام سمجھا جاتا ہے۔ سلیمان بن ابی کریمہ شامی ہے یہ ہشام بن عروہ اور ہشام بن حسان۔ ابی قرہ اور خالد بن میمون سے روایت کرتا ہے اور اس سے صدقہ بن عبداللہ۔ عمرو بن ہاشم البیرونی اور محمد بن مخلد الرعینی روایت کرتے ہیں۔

~~اسے ابو حاتم نے ضعیف قرار دیا ہے۔~~ ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام احادیث منکر ہوتی ہیں اور میں نے اس موضوع پر متقدمین کو کلام کرتے نہیں دیکھا۔ پھر ابن عدی نے یہ روایت پیش کی۔ (میزان الاعتدال جلد دوم ص۲۲۱)

احمد بن ابراہیم بن موسیٰ۔ یہ امام مالک سے روایت کرتا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں اسے دلیل میں پیش کرنا کسی کے لئے حلال نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ (میزان الاعتدال جلد۱ ص۳۰)

ضحاک سے مراد ضحاک بن مزاحم المفسر ہے جس کی کنیت یحییٰ بن معین نے ابوالقاسم بتائی ہے۔ فلاس نے ابو محمد بیان کی ہے یہ بچوں کو ادب سکھانا بتایا جاتا ہے۔ اس کے مکتب میں تین ہزار بچے تعلیم پاتے تھے۔ اور یہ ان پر گدھے پر سوار ہو کر چکر لگایا کرتا تھا۔

یہ بھی روایت کیا گیا کہ یہ ماں کے پیٹ میں دو سال حمل کی حالت میں رہا
یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں کہ شعبہ اس بات کا انکار کیا کرتے تھے کہ ضحاک نے
ابن عباس سے کبھی بھی ملاقات کی ہو۔

ابو داؤد طیالسی کا بیان ہے۔ انھوں نے شعبہ کے واسطے عبدالملک بن میسرہ کا قول نقل کیا ہے کہ اس ضحاک نے کبھی بھی ابن عباس سے ملاقات کی ہو۔ وہ مقام رے میں سعید بن جبیر سے ملا تھا۔ اور ان سے تفسیر کا علم سیکھا۔ (اتفاق سے ہماری کتب تفاسیر میں ہر راوی ضحاک ابن عباس سے نقل کرتا ہے۔ گویا یہ سب روایات جھوٹ کا انبار ہیں)

شعبہ کا بیان ہے کہ میں نے مشاش سے دریافت کیا کہ ضحاک نے ابن عباس سے ملاقات کی۔ انھوں نے جواب دیا اس ضحاک نے ابن عباس کو کبھی نہیں دیکھا۔

یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ ضحاک ضعیف ہے۔ لیکن امام احمد، یحییٰ بن معین اور ابو زرعہ نے اسے ثقہ قرار دیا۔ اور یحییٰ بن معین کہا کرتے تھے یہ ضحاک مشرقی ہے۔ یہ مزاحم کا بیٹا ہے اور ابن معین کے اس قول کو یعقوب فسوی نے اختیار کیا اور ضحاک مشرقی ہے شراحیل کا بیٹا ہے۔ ابو سعید خدری سے یہ روایت نقل کی ہے اور مشرق ہمدان کی ایک شاخ ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں ضحاک بن مزاحم تفسیر کے اندر مشہور ہے لیکن ابن عباس ابو ہریرہ اور تمام صحابہ سے اس کی روایات محل نظر ہیں۔ ۱۰۲ھ یا ۱۰۶ھ میں اس کی موت واقع ہوئی۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۳۲۵)

ابن عدی نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرجئہ کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالٰی نے مرجئہ پر لعنت نازل کی ہے اور فرمایا یہ ایک ایسی قوم ہے جو ایمان کو قبول کرتی ہے لیکن اس کے ساتھ کسی عمل کو نہیں مانتی اور کہتی ہے کہ نماز، زکوٰۃ اور حج فرض نہیں ہے۔ اگر کوئی ان پر عمل کرے تو اچھا ہے اور عمل نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

اس کا ایک راوی محمد بن سعید للازرق ہے۔ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔
(الموضوعات جلد ۱ ص ۲۷۱)

محمد بن سعید الازرق۔ یہ مدبۃ بن خالد اور سریج بن یونس سے احادیث روایت کرتا ہے۔ یہ کذاب ہے۔ احادیث وضع کرتا جیسا کہ ابن عدی نے کہا ہے سنہ ۲۱۹ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اور روایت مذکورہ ایک خالص جھوٹ ہے۔
(میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۵۶)

ابن عدی نے واثلۃ بن اسقع سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر کوئی مرجئ یا قدری مرگیا اور دفن کیا گیا۔ پھر تین روز بعد اس کی قبر اکھاڑی جائے تو اس کا منہ قبلہ سے ہٹا ہوگا۔

ابن عدی کہتے ہیں یہ حدیث مشہور منکر ہے جس کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔
(الموضوعات جلد ۱ ص ۲۷۵)

معروف بن عبداللہ الخیاط۔ یہ الخطاب الدمشقی ہے۔ واثلہ بن اسقع کا شاگرد ہے۔ ابوحاتم رازی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی حدیثیں بہت منکر ہوتی ہیں۔ اور ابن حبان نے بہت شاذ بات کی جس کا کتاب الثقات میں ذکر کر دیا۔ پھر ابن عدی نے اس کی کئی منکرات نقل کیں جن میں سے ایک منکر یہ حدیث ہے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے۔ اور ساری بلائیں عمر بن حفص کی جانب سے نازل ہوئیں۔ کیونکہ معروف سے بہت کم روایات مروی ہیں۔ اور اکثر اس نے واثلہ کا عمل نقل کیا ہے۔ کیونکہ حضرت واثلہ اسی کے مالک تھے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۱۴۵)

عمر بن حفص الدمشقی الخیاط المعمر۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے معروف خیاط کے نام سے کچھ احادیث وضع کی ہیں۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس کی عمر ایک سو ساٹھ سال ہوئی ہے۔ اور دو سو پچاس (۲۵۰ھ) کے بعد اس کی حدیثیں روایت کیں (میزان ج ۳ ص ۱۹۰)

عصبیت اور قدریہ کی برائی

ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کی ہلاکت تین چیزوں میں ہے ایک عصبیت، ایک قدریت اور ایک غیر ثابت لوگوں سے روایت لینا۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع ہے۔ ہارون بن ہارون نے یہ قول مجاہد سے نقل کیا ہے۔ دراصل یہ قول ابن سمعان نے مجاہد سے نقل کیا تھا ابن سمعان کا تذکرہ چھوڑ دیا گیا۔ کیونکہ وہ کذاب تھا۔

عقیلی کہتے ہیں۔ اس روایت کو یوسف بن موسیٰ نے روایت کیا ہے اور انھوں نے علی بن حجر سے سُنا انھوں نے بقیۃ بن الولید سے اور انھوں نے ہارون بن ہارون ابو العلاء الازدی سے اور اس نے عبداللہ بن زیاد سے اس نے مجاہد سے اس نے ابن عباس سے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی جیسی روایت کی۔ اور ابن زیاد سے ابن سمعان مراد ہے جو حدیث میں متہم ہے۔

ابن سمعان۔ اس سے مراد عبداللہ بن زیاد ابن سمعان المدنی الفقیہ ہے۔ اسے محدثین نے متروک قرار دیا ہے۔ یہ ابن ماجہ کا راوی ہے۔

بخاری کہتے ہیں محدثین نے اس سے سکوت اختیار کیا ہے یحیٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ بلکہ کبھی یہ الفاظ کہے ضعیف ہے اور کبھی یہ الفاظ کہے اس کی حدیث کچھ نہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں میں نے ابراہیم بن سعد کو قسم کھاتے سنا کہ ابن سمعان کذاب ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں اس کی حدیث رد کی ہوتی ہے ابن القاسم نے مالک سے روایت کیا ہے کہ ابن سمعان کذاب ہے۔ ابو مسہر کا بیان ہے کہ میں نے سعید بن عبدالعزیز سے سنا کہ وہ ابن سمعان کے پاس عراق گئے۔ اس نے اپنی کتاب ان کے ہاتھ میں تھمائی۔ پھر اس کتاب میں کچھ اضافہ کیا۔ پھر وہ کتاب انھیں پڑھ کر سنائی۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔

حجاج اعور کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ صاحب مہدی نے ہم سے بیان کیا کہ ہمارے پاس ابن سمعان موجود تھا اس نے کہا ہم سے مجاہد نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا۔ میں نے کہا کہ میں محمد بن اسحاق سے عمر رسیدہ ہوں لیکن

میں نے مجاہد سے کوئی روایت نہیں سنی۔

ولید بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے ابن سمعان سے ایک کتاب لکھی پس اچانک میرے ہاتھ میں کتاب تھی کہ میں سو گیا۔ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا یہ ابن سمعان آپ سے حدیثیں بیان کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس ابن سمعان سے کہنا اللہ سے ڈرے اور مجھ پر جھوٹ نہ بولے

ابو مسہر کا بیان ہے کہ اوزاعی کہتے تھے کہ ابن سمعان کے پاس علم نہ تھا۔ وہ نمازیں پڑھنے والا انسان تھا (یعنی صوفی تھا)

ابن عدی کہتے ہیں اس سے ابن وہب نے بہت سی روایات لی ہیں۔ اور اس کی حدیث سے اس کا ضعف ظاہر ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ صفحہ ۴۴۲)

فرقہ مرجیہ، قدریہ، روافض اور خارجیوں کی برائی :

حسن بصری نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مرجیہ۔ قدریہ۔ رافضی اور خارجی ان فرقوں سے چوتھائی توحید نکل جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ انھیں کافر بنا کر جہنم میں ڈالے گا جہاں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی علیہ وسلم پر موضوع ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں محمد بن یحییٰ بن رزین دجال ہے۔ احادیث وضع کرتا۔ اس کا ذکر بھی حلال نہیں۔ بجز اس کے کہ اس پر اعتراض کئے جائیں۔ اور ابو عباد راوی کو حجت میں پیش کرنا حلال نہیں۔ (موضوعات ج ۱ ص ۲۷۵)

میرے نزدیک حسن بصری نے حضرت انس کو نہیں دیکھا وہ صحابہ سے جتنی روایات نقل کرتے ہیں سب مرسل ہوتی ہیں میں اس کی تشریح اپنے مضمون سماع حسن میں کر چکا ہوں۔

محمد بن یحییٰ بن رزین المصیصی

ابن حبان کا قول ہے کہ یہ دجال ہے احادیث وضع کرتا تھا۔

مسجدوں سے متعلق روایات

مسجدوں کی تعمیر پر فخر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک لوگ مسجدوں پر فخر کرنے نہ لگیں گے۔ (قرطبی جلد ۷ صفحہ ۲۶۵)

اس روایت کو حماد بن ابی سلمہ نے ابو قلابہ اور قتادہ کے ذریعہ انس سے روایت کیا ہے۔

جہاں تک حماد بن سلمہ کا تعلق ہے وہ بہت نیک اور سنت کے پابند تھے لیکن ان کی روایات میں دیگر لوگوں نے بہت سی روایات شامل کر دیں۔ اسی باعث حماد ابن سلمہ کی روایات مشکوک ہو گئیں۔

مسجدوں کو سجانا

ابو احمد ابن عدی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں میں نے امیر المؤمنین عثمانؓ کے ساتھ نماز پڑھی انھوں نے مسجد کے ایک کونے میں ایک درزی دیکھا تو اسے باہر نکالنے کا حکم دیا۔ امیر المؤمنین سے عرض کیا گیا۔ اے امیر المؤمنین یہ شخص مسجد کے پردے سیتا اور دروازوں پر پردے سی کر ڈالتا اور کبھی کبھی مسجد میں پانی چھڑکتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمایا اپنے کاریگروں سے اپنی مسجدوں کو بچاؤ۔ یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ اس کی سند میں محمد ابن مجیب الثقفی ہے اور وہ حدیث میں روی ہے۔

(تفسیر قرطبی ج ۷ صفحہ ۲۶۶)

میزان میں ہے محمد بن مجیب الثقفی کوفہ کا باشندہ ہے جعفر بن محمد اور لیث سے روایت کرتا ہے۔

عباس دوری نے یحییٰ سے نقل کیا ہے وہ کذاب ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی

حدیث ردی ہوتی ہے۔ پھر ابن عدی نے جعفر بن محمد کے ذریعہ مذکورہ روایت نقل کی۔
(میزان ج۴ ص۳۴۴)

مسجدوں کو بچوں اور مجنونوں سے بچانا

قرطبی کا کہنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے مسجدوں کے صاف کرنے اور پاک کرنے کا اور فرمایا۔ اپنی مسجدوں کو بچوں اور اپنے مجنونوں سے بچاؤ اور اپنی تلواریں کھینچنے اور اپنی حدود قائم کرنے اور اپنی آوازیں بلند کرنے اور اپنے جھگڑے پیش کرنے سے بچو۔ اور جمعہ کے دن انگیٹھیاں جلاؤ اور مسجد کے دروازوں پر وضو کا پانی رکھو

قرطبی کا بیان ہے کہ اس کی سند میں علاء بن کثیر الدمشقی ہے جو بنی امیہ کا غلام تھا۔ اور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ اس کا ذکر ابو احمد بن عدی جرجانی حافظ نے کیا ہے۔ (تفسیر قرطبی ج۷ ص۶۶۲۴)

ذہبی لکھتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ احمد وغیرہ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس نے مکحول سے صحابہ کے کچھ نسخے نقل کئے ہیں جو سب غیر محفوظ ہیں۔ (میزان جلد۳ ص۱۰۴)

جنت میں گھر

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مسجد سے کوئی اذیت دہ چیز نکالی۔ اللہ تعالے جنت میں اس کے لئے ایک گھر تیار کرتا ہے۔

ہشام بن عمار۔ عبد الرحمان بن صالح بن ابی الجون۔ محمد بن صالح المدنی۔ مسلم بن ابی مریم۔ ابو سعید خدری۔

محمد بن صالح المدنی الازرق۔ یہ محمد بن المنکدر اور زید بن اسلم سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے ابو ثابت محمد بن عبید اللہ۔ عبد العزیز الاویس اور عبد الرحمان بن

سلیمان بن الجوف نے روایات نقل کی ہیں۔ اس کی روایات ابوداؤد۔ نسائی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

ابن حبان کہتے ہیں جب یہ اکیلا کسی روایت کو نقل کرے تو حجت نہیں۔ ابن حبان کے علاوہ دوسرے حضرات کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ پھر ابن حبان نے کتاب الثقات میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

شقِّ صدر یا شرح صدر

سیرت النبیؐ سے اقتباس

(از)

علامہ سیّد سلیمان ندوی ؒ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ

"کیا اے پیغمبر! ہم نے تیرے سینہ کو کھول نہیں دیا"

منجملہ نبوت کے ان خصائص کے جو ایک پیغمبر کو عطا ہوتے ہیں شقِ صدر یا شرحِ صدر رہی ہے، چنانچہ یہ رتبۂ خاص پیش گاہ الٰہی سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت ہوا، شقِ صدر سے مراد یہ ہے کہ سینۂ مبارک کو چاک کر کے اس کو بشری آلودگیوں سے پاک اور ایمان و حکمت کے نور سے منوّر کیا گیا۔

بعض روائتیں ایسی بھی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی یہ کیفیت آپ پر گذری تھی۔ ان روایتوں میں بعض جزئیات کی تفصیل اور وقت کی تعیین میں اختلافات ہیں چنانچہ تمام روایتوں کے جمع کرنے سے پانچ مختلف اوقات میں آپ پر اس کیفیت کا گذرنا ظاہر ہوتا ہے۔

ایک جب آپ چار پانچ سال کے تھے، اور حضرت حلیمہ کے ہاں پرورش پا رہے تھے۔

دوسرے جب عمر شریف دس برس کی تھی۔
تیسرے جب آپ بیس برس کی عمر کو پہنچے۔
چوتھے جب حضرت جبریلؑ سب سے پہلی دفعہ وحی لیکر آئے۔
پانچویں معراج کے موقع پر۔

یہ مسئلہ شق صدر واقع ہوا تمام صحیح روایتوں سے ثابت ہے، اور اس کے متعلق کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ البتہ وقت کی تعیین اور بعض جزئیات کی تفصیل میں روایتیں مختلف ہیں، تیسری دفعہ کی روایت جس میں بیس برس کی عمر میں اس کیفیت کا گذرنا بیان کیا گیا ہے۔ محدثین بلکہ خود ارباب سیر کے نزدیک قطعاً غیر ثابت ہے، باقی چار موقعوں کو حافظ ابن حجر وغیرہ نے جو ہر اختلاف روایت کو ایک نیا واقعہ تسلیم کر کے مختلف روایتوں میں توفیق اور تطبیق کی کوشش کرتے ہیں تسلیم کیا ہے۔

امام سہیلی روض الانف میں صرف دو موقعوں کی روایت کو صحیح سمجھتے ہیں۔ ایک دفعہ صغر سنی میں اور دوسری دفعہ معراج میں۔ اور اس کی مصلحت یہ بتائی ہے کہ صغر سنی میں اس لئے یہ ہوا کہ بچپن ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے وناثم کے حصہ کو نکال دیا جائے، اور معراج کے وقت تو ظاہر ہے اس لئے تاکہ حضور ربانی کے موقع پر حکم صلوٰۃ کا جو طہارت محض ہے تحمل کیا جائے، اور ملائکہ الٰہی کی امامت نماز میں فرما سکیں۔ (ص ۱۱۰ مصر) لیکن یہ بات ہر شخص کو کھٹک سکتی

لہ فتح الباری ج ۱ ص ۹۹ مصر۔ لہ زرقانی بر مواہب ج ۱ ص ۱۸۰

ہے کہ سینۂ مبارک کا آلودگیوں سے پاک وصاف ہوکر منور ہوجانا ایک ہی دفعہ میں ہوسکتا ہے اور وہ ایک دفعہ پاک و منور ہوکر پھر دوبارہ پاکی و طہارت کا محتاج نہیں ہوسکتا اس بناپر بعض محدثین جیسے قاضی عیاض وغیرہ اس کو ایک ہی دفعہ کا واقعہ سمجھتے ہیں، اور وہ صغرسنی میں جب آپؐ حضرت حلیمہؓ کے یہاں پرورش پارہے تھے اور معراج کے موقع پر شقِ صدر کے واقعہ کو راویوں کا سہو جانتے ہیں[1]، لیکن یہ پوشیدہ نہیں کہ واقعہ شق صدر کی روایت جن طریقوں کے ساتھ آئی ہے ان میں سب سے صحیح، سب سے مستند اور معتبر طریقہ وہی ہے جس میں اس کا شبِ معراج میں ہونا بیان ہوا ہے۔ اس لئے اس موقع کو راویوں کا سہو قرار دینا اور بچپن میں اس کا ہونا تسلیم کرنا اصول روایت سے صحیح نہیں۔

شقِ صدر کی ضعیف روایتیں

اصل یہ ہے کہ شقِ صدر کے وقت یا اوقات کی تعیین اور اس کا مکرر اور بار بار پیش آنا صرف مختلف روایات کے پیش کردینے سے نہیں ہوسکتا، جیسا کہ حافظ ابنِ حجر نے کیا ہے۔ اور قسطلانی اور زرقانی نے اس کی تقلید کی ہے

---

[1] فتح الباری کتاب الصلوٰۃ باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء ج ۱ ص ۳۸۹ و کتاب التوحید ج ۱۳ ص ۴۰۲ باب ماجاء فی قولہ عزوجل وکلم اللہ موسیٰ تکلیماً، روض الانف سہیلی ص ۱۱۰ مصر، زرقانی بر مواہب ج ۱ ص ۱۷۹، قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں: وقد خلط فیہ غیرہ لاسیما من روایۃ شریک بن ابی نمر فقد ذکر فی اولہ مجئ الملک لہ وشق صدرہ وغسلہ بماء زمزم وھذا انما کان وھو صبی وقبل الوحی (نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض ج ۲ ص ۲۶۵)

بلکہ ضرورت ہے کہ ان روایات کے سلسلۂ سند پر بھی بحث اور راویوں کی قوت و ضعف کی بھی تنقید کی جائے۔ دس برس کے سن میں شق صدر والی روایت جس میں یہ تصریح ہے کہ سب سے پہلی دفعہ آپ پر نبوت کی یہ علامت طاری ہوئی، حسب ذیل ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ آپ سے نبوت کا ابتدائی نشان پوچھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

میں دس برس کا تھا کہ میدان میں دو آدمی میرے سر پر آئے، ایک نے کہا یہ وہی ہیں۔ دوسرے نے کہا ہاں، پھر دونوں نے پیٹ کے بل مجھے پچھاڑا اور میرے پیٹ کو پھاڑا ایک سونے کے طشت میں پانی لاتا رہا، اور دوسرا پیٹ کو دھوتا رہا، پھر ایک نے کہا سینہ کو چاک کرو، تو ناگاہ دیکھتا ہوں کہ سینہ چاک ہے، اور کچھ تکلیف نہیں معلوم ہوتی، پھر ایک نے کہا کہ دل کو چاک کرو۔ تو اس نے دل کو چاک کیا، پھر اس نے کہا اس میں سے کینہ اور حسد نکال لو۔ تو اس میں سے جمے ہوئے خون کی طرح کی کوئی چیز نکالی، پھر کہا اس میں مہربانی اور رحم رکھ دو، تو اس نے چاندی کی طرح کی کوئی چیز رکھ دی، پھر اس نے چند گھنڈیاں جو اس کے پاس تھیں نکالیں اور وہ گھنڈیاں میرے سینہ پر لگا دیں، پھر میرے انگوٹھے کو کھونٹ کر مجھ سے کہا جاؤ۔

جب میں لوٹا تو اپنے میں وہ لیکر لوٹا جو لیکر نہیں آیا تھا "یعنی چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کے ساتھ نرمی"۔ یہ روایت زوائد مسند احمد، ابن حبان، حاکم، ابن عساکر اور ابو نعیم میں ہے۔ لیکن ان تمام کتابوں میں مرکزی سلسلہ سند ایک ہی ہے یعنی یہ کہ معاذ بن محمد اپنے باپ محمد بن معاذ اور وہ اپنے باپ معاذ بن محمد سے۔ اور اپنے دادا اُبی بن کعب سے روایت کرتے ہیں۔

محدث ابن المدینی نے اپنی کتاب العلل میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے۔

حدیث مدنی و اسنادہ	یہ مدنی حدیث ہے، اس کی سند تمام تر
مجهول کلہ و لا نعرف محمد	مجہول ہے ہم لوگ نہ محمد کو جانتے ہیں
و لا اباہ لا وجدہ	اور نہ اس کے باپ کو اور نہ اس کے
(تہذیب التہذیب ۱۹۶/۱۲)	دادا کو۔

حافظ ابو نعیم نے دلائل میں جہاں یہ حدیث نقل کی ہے، صاف لکھ دیا ہے۔

وهذا الحديث تفرد به معاذ	یہ حدیث صرف معاذ بن محمد نے نقل کی
ابن محمد او تفرد بذكر المسن	ہے اور وہی اس عمر کی تعیین کے بیان
الذي شق فيه عن قلبه	میں جس میں شق صدر ہوا منفرد ہیں (یعنی
(صفحہ ۷، حیدرآباد)	اس روایت کی کسی اور نے تائید نہیں کی ہے)

بیس برس کے سن کی روایت بھی بعینہ ان ہی لوگوں سے تھوڑے تغیر کے ساتھ ان ہی الفاظ میں زوائد احمد صحیح ابن حبان، حاکم، بیہقی اور مختارہ ضیا میں ہے۔ (کنز العمال جلد ۲ ص ۹۵) لیکن اس سلسلۂ روایت کا حال آپ سن چکے کہ وہ معتبر نہیں۔

آغاز وحی کے موقع پر شق صدر کی روایتیں دلائل ابو نعیم، دلائل بیہقی، مسند طیالسی اور مسند حارث میں ہیں یہ روایتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی آغاز وحی والی حدیث بخاری، مسلم اور ابن حنبل وغیرہ تمام مستند کتابوں میں مذکور ہے، اور اس باب میں یہی روایت سب سے زیادہ مفصل، صحیح اور محفوظ ہے۔ لیکن ان کتابوں میں اس موقع پر شق صدر کا مطلق ذکر نہیں، اس سے اس واقعہ کی بے اعتباری ظاہر ہوتی ہے۔ علاوہ بریں ابو نعیم، بیہقی، طیالسی اور حارث والی اس روایت کی مرکزی سند ابو عمران الجونی عن

یزیدبن بابنوس عن عائشہؓ ہے یزیدبن بابنوس مجہول ہے، اور اس سے صرف ابوعمران جونی ہی نے روایت کی ہے کسی اور نے اس کو نہیں لیا ہے۔ طیالسی میں صفحہ ۲۱۵ حیدرآباد اس روایت کی سند یہ ہے کہ حمّاد بن سلمہ ابوعمران جونی سے اور وہ ایک شخص سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے راوی ہے۔" معلوم نہیں یہ نامعلوم شخص کون ہے؟ اور ابوعمران نے اس کا نام کیوں نہیں لیا ہے۔
ابونعیم میں (صفحہ ۶۹ حیدرآباد)

اس روایت کا جو سلسلۂ سند ہے اس میں یہ خالی جگہ یزیدبن بابنوس کے نام سے پُر کی گئی ہے جس کا حال ابھی اوپر گذرچکا، علاوہ ازیں ابونعیم کی روایت میں اس کے نیچے داؤد بن المجر ایک شخص آتا ہے جس کو اکثر محدثین ضعیف بلکہ دروغ گو تک کہتے ہیں اسی کے ساتھ اس روایت کے اندر بعض ایسی لغو باتیں بھی ہیں جو اس کو صحت کے پایہ سے ساقط کرتی ہیں۔

ایک اور روایت حضرت ابوذرؓ سے ہے کہ" انھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جب آپ کو نبی بنانا چاہا گیا تو آپ کو اپنی پیغمبری کا حال کیونکر معلوم ہوا، اور آپ نے کیونکر یقین کیا کہ آپ پیغمبر ہیں۔

"فرمایا اے ابوذر! میں مکہ کی ترائی میں تھا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے، ایک زمین پر آیا اور دوسرا آسمان پر تھا ایک نے دوسرے سے کہا یہی وہ ہیں، پھر کہا ان کو تولو۔ پہلے ایک سے، پھر دس سے پھر سو سے، پھر ہزار سے مجھ کو تولا۔ لیکن میرا پلّہ بھاری رہا، تو کہا کہ یہ تمام امت سے بھاری ہیں۔ بعدازیں میرا شکم چاک کیا (اس کے بعد شقِ صدر کے مختلف واقعات کا ذکر اس کے بعد ہے) کہ ان فرشتوں نے پھر میرے شانہ پر مہر کی۔ اس روایت میں گو وقت کی

تعیین نہیں، مگر یہ ذکر ہے کہ یہ واقعہ مکہ کی ترائی میں پیش آیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرت حلیمہؓ کے پاس بنو ہوازن میں قیام کے زمانہ کے بہت بعد کا واقعہ ہے۔ پھر اس میں یہ ہے کہ "جب آپ کو نبی بنانا چاہا گیا" اور نبوت کی سب سے پہلی علامت کا سوال ہے اور امت کا ذکر ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ آغاز وحی کا واقعہ ہے۔ یہ روایت مسند دارمی (صفحہ ۶) اور دلائل ابونعیم (صفحہ ۱۷) میں ہے۔ ان کے مشترک راوی بہ ترتیب ابوداؤد، جعفر بن عبداللہ بن عثمان القریشی، عثمان بن عروہ بن زبیر ہیں۔

جعفر بن عبداللہ کی نسبت محدث عقیلی نے تنقید کی ہے کہ اس میں وہم تھا، یعنی الفاظ کی صحیح یادداشت نہ تھی اور "اضطراب" تھا، یعنی ایک ہی واقعہ اور سند کو کبھی کسی طرح اور کبھی کسی طرح بیان کرتا تھا۔ پھر اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کی متابعت نہیں کی جاتی، یعنی اس کے ہم شیخ اور ہم درس اس کی تائید نہیں کرتے۔[1] پھر بعینہٖ یہی واقعات شداد بن اوسؓ کی روایت سے ابونعیم ابویعلیٰ اور ابن عساکر نے عتبہ بن عبد سلمی کی روایت سے دارمی اور ابن اسحاق نے (مرسلاً) بچپن کے شق صدر میں بیان کیا ہے جن سے ان کا باہم تعارض واضح ہے۔

اب رہ گئی وہ روایت جس میں حلیمہ سعدیہ کے ہاں قیام کے زمانہ میں شق صدر کا ذکر ہے۔ یہ روایت سات مختلف سلسلوں سے اور مختلف صحابیوں سے لوگوں نے نقل کی ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ ان میں دو سلسلوں کے علاوہ بقیہ سلسلے صحت اور قوت سے تمام تر خالی ہیں۔ اور ان میں بعض

---

[1] دیکھو میزان الاعتدال ذہبی اور تہذیب التہذیب ابن حجر۔

ایسی لغو باتیں شامل ہیں جو اس کو درجۂ اعتبار سے گرا دیتی ہیں۔

۱۔ اس روایت کا سب سے پہلا طریقہ یہ ہے کہ جہم بن ابی جہم عبداللہ بن جعفر سے اور عبداللہ بن جعفر خود حلیمہ سعدیہ کے راوی ہیں اس طریقے سے یہ روایت ابن اسحاق اور دلائل ابی نعیم میں ہے، جہم بن ابی جہم مجہول ہے اور عبداللہ بن جعفر کی حلیمہ سعدیہ سے ملاقات ثابت نہیں، اور ابن اسحاق جہم بن ابی جہم کا شک ظاہر کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ عبداللہ ابن جعفر نے خود مجھ سے کہا یا ان سے سن کر کسی اور نے مجھ سے کہا۔ ابو نعیم میں گو یہ شک مذکور نہیں ہے بلکہ اس میں تصریحاً عبداللہ بن جعفر کا نام لیا گیا ہے مگر اس میں اس کے نیچے کے راوی مجروح ہیں۔

۲۔ دوسرا طریقہ واقدی کا ہے ابن سعد نے اس روایت کو اسی سلسلہ سے ذکر کیا ہے۔ جلد ا صفحہ ۷۰، مگر علاوہ اس کے کہ واقدی کا اعتبار نہیں اس کی تفصیلی سند تک اس میں مذکور نہیں۔ اوپر کے راویوں کا نام مطلق نہیں بتایا گیا ہے۔

۳۔ ابو نعیم نے ایک اور سلسلہ سے اس کو بیان کیا ہے، جو یہ ہے، عبدالصمد بن محمد السعدی اپنے باپ سے، وہ اپنے باپ سے، اور وہ ایک شخص سے جو حضرت حلیمہؓ کی بکریاں چرایا کرتا تھا، بیان کرتے ہیں "یہ تمام تر مجہول لوگ ہیں۔

۴۔ بیہقی اور ابن عساکر نے ایک اور سند سے حضرت ابن عباسؓ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ لیکن اس سند میں محمد بن زکریا الغلابی جھوٹا اور وضاع ہے، اس کا شمار قصہ گویوں میں ہے۔

۵۔ ابن عساکر نے شداد بن اوسؓ صحابی کے واسطہ سے ایک نہایت طویل داستان نقل کی ہے، جس میں مذکور ہے کہ قبیلۂ بنی عامر کے ایک پیر مرد نے خدمت نبوی میں آکر آپ سے آپ کے ابتدائی حالات دریافت کئے۔ آپ نے پورا پورا حال بیان کیا، منجملہ اس کے ایک واقعہ اپنے بچپن کے شق صدر کا بیان کیا۔ لیکن خود ابن عساکر اس روایت کو "غریب" (یعنی ثقات کے بیان سے مختلف) کہتے ہیں، اس کے سوا اس سلسلۂ سند کے بیچ میں ایک بے نام ونشان راوی ہے، اس سے اوپر ایک اور قابل اعتراض راوی اس میں ابوالعجفاء ہے، جو شداد بن اوسؓ صحابی سے اس قصہ کا سننا بیان کرتا ہے۔

امام بخاری نے تاریخ صغیر (ص ۱۳، الہ آباد) میں اس کی نسبت لکھا ہے فی حدیثہ نظر۔ اس کی حدیث بحث طلب ہے، ابو حاکم کہتے ہیں لیس حدیثہ بالقائم یعنی اس کی حدیث ٹھیک نہیں (تہذیب التہذیب ومیزان)

حضرت شداد بن اوسؓ سے مکحول شامی کے واسطہ سے، ابویعلیٰ اور ابن عساکر نے بعینہ اسی واقعہ کو ایک اور سلسلہ سے نقل کیا ہے، جس میں گو کوئی مجہول راوی بیچ میں نہیں آیا ہے، مگر اس میں یہ کمی ہے کہ مکحول اور شداد صحابی کے بیچ میں ایک راوی چھوٹ گیا ہے، یا چھوڑ دیا گیا ہے، یعنی روایت منقطع ہے۔ کیونکہ مکحول نے حضرت شدادؓ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔ مکحول تدلیس میں بدنام تھے، یعنی ان کی عادت یہ تھی کہ بیچ میں اگر کوئی کمزور راوی آجاتا تو وہ اس کا نام چھپا دیتے تھے، یا بیچ سے اس کو حذف کرکے اگلے سے سلسلہ جوڑ دیتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ

مکحولؒ اور حضرت شدادؓ کے بیچ میں دراصل وہی ابوالعجفاء تھا۔ مکحولؒ نے یہ دیکھ کر کہ وہ مجروح ہے اس کو بیچ سے نکال دیا ہے، اس لئے یہ سلسلہ بھی نامعتبر ہے۔

۶۔ عتبہ بن عبد السلمیؓ ایک کمسن صحابی ہیں، ان سے ایک ہی سلسلہ سند کے ذریعہ سے حاکم، دارمی، ابویعلیٰ، ابن عساکر اور ابن حنبل نے اس واقعہ کی یوں روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ایک دن میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے گیا، کھانا ساتھ نہ تھا میں نے اس کو ماں (دایہ) کے پاس کھانا لانے کے لئے بھیجا، وہ گیا تو دیکھا کہ گدھ کی طرح کے دو پرندے آئے، ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہی ہے، دوسرے نے کہا "ہاں"، پھر دونوں نے جھپٹ کر مجھے پکڑا اور زمین پر پچھاڑ کر میرا پیٹ چاک کیا، اور اس میں سے دو سیاہ جمے ہوئے خون کے قطرے نکالے اور برف اور ٹھنڈے پانی سے دھویا۔ یہ حاکم کے الفاظ ہیں، دارمی وغیرہ میں اس کے بعد اتنا زیادہ ہے کہ دھونے کے بعد ایک نے کہا کہ سکینت یعنی تسکین قلبی لاؤ اس کو لا کر میرے سینہ میں چھڑک دیا، پھر دونوں چھوڑ کر مجھے چلے گئے، میں ڈرا اور اپنی ماں کے پاس گیا اور حال کہا، وہ ڈری کہ بچہ کی عقل ٹھیک نہیں رہی، اس نے کہا میں تم کو خدا کی پناہ میں دیتی ہوں اور پھر وہ مجھے اونٹ پر بٹھا کر میری والدہ کے پاس لائی، والدہ نے کہا تم نے امانت پوری طرح ادا کی، دایہ نے میرا حال اور اپنا خوف بیان کیا۔ لیکن والدہ کو یہ واقعہ سن کر کوئی خوف یا تعجب نہیں ہوا۔

فرمایا، جب یہ بچہ پیدا ہوا تو میں نے دیکھا تھا کہ ایک نور میرے بدن سے نکلا جس سے شام کے محل روشن ہوگئے۔ حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط

کے مطابق کہا ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ اس سلسلۂ روایت کا پہلا مشترک راوی بقیہ بن ولید ہے جس کو گو بذات خود بعضوں نے ثقہ کہا ہے، تاہم اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ سخت بے احتیاط تھا۔ ابن مبارک کہتے ہیں وہ راست گو ہے مگر وہ آگے پیچھے کے ہر شخص سے روایت لے لیا کرتا تھا۔ ابن عیینہ کہتے ہیں بقیہ سے احکام کی روایتیں نہ لیا کرو، ثواب (فضائل) کی روایتیں خیر لے لیا کرو۔ امام ابن حنبل اور امام یحییٰ کا قول ہے کہ اگر وہ مشہور لوگوں سے روایت کرے تو خیر ورنہ مت لو" ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس کی حدیث لکھی جائے مگر وہ دلیل میں پیش نہ کی جائے۔ امام نسائی فرماتے ہیں "جب وہ اخبرنا اور حدثنا کہے تو خیر اور جب عن عن کرکے بیان کرے تو نہ لو" (یہ یاد رہے کہ یہ روایت مذکورہ بہ طریق عن عن ہی ہے) ابن عدی کا قول ہے کہ اس کی بعض روایتیں ثقہ اور معتبر راویوں کے خلاف ہیں، امام احمد بن حنبل ایک شخص سے فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا تھا کہ بقیہ مجہول الحال لوگوں سے سن کر حدیثیں نقل کرتا ہے لیکن دیکھا تو وہ مشہور لوگوں سے بھی اسی قسم کی حدیثیں بیان کرتا ہے تم نے جانا وہ کہاں سے یہ روایتیں لاتا ہے، مخاطب نے جواب دیا "ہاں تدلیس کے ذریعہ سے" (یعنی بیچ کے کمزور راوی کو حذف کرکے آگے کے معتبر راوی سے سلسلہ جوڑ دیا کرتا تھا) ابو عبداللہ حاکم کہتے ہیں کہ اوزاعی وغیرہ مشہور لوگوں سے وہ ایسی روایتیں کرتا ہے جو موضوعات کے مشابہ ہیں، اور اس کی صورت یہ کرتا ہے کہ بیچ کے ضعیف راوی کو حذف کر دیتا ہے" خطیب کہتے ہیں کہ "اس کی اکثر روایتیں منکر ہیں گو وہ بذات خود راست گو تھا" ابن القطان کا قول ہے کہ "وہ ضعیف

راویوں سے تدلیس کرکے بیان کرتا ہے، اور اس کو وہ جائز سمجھتا ہے، یہ الزام اگر اس پر صحیح ہے تو اس کے معتبر ہونے میں خلل انداز ہے۔"

حماد بن سلمہ کی روایت میں ان کا وہم

بچپن میں شق صدر کا سب سے صحیح اور محفوظ سلسلہ سند وہ ہے جو حماد بن سلمہ ثابت بنانی سے اور ثابت، انسؓ بن مالک سے روایت کرتے ہیں چنانچہ یہ روایت صحیح مسلم، مسند احمد، ابن سعد اور دلائل ابو نعیم میں ایک ہی سلسلہ سند سے مذکور ہے۔ یعنی حضرت انسؓ سے ثابت البنانی اور ان سے حماد بن سلمہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبریلؑ آئے اور آپ کو پکڑ کر زمین پر لٹایا۔ اور قلب مبارک کو چاک کیا، اور اس کو نکال کر اس میں سے ذرا سا جما ہوا خون نکالا اور کہا کہ یہ اتنا شیطان کا حصہ تم میں تھا، پھر اس کو سونے کے طشت میں آب زمزم سے دھویا۔ پھر شگاف کو جوڑ دیا، پھر اس کو اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ لڑکے دوڑتے ہوئے آپ کی ماں (دایہ حلیمہ) کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ محمد مار ڈالے گئے، لوگ آپ کے پاس پہنچے۔ دیکھا تو چہرہ کا رنگ متغیر ہے۔ انسؓ کہتے ہیں کہ سینۂ مبارک میں زخم کے سینے کے نشان یعنی ٹانکے مجھ کو نظر آتے تھے۔ مسند ابن حنبل میں یہی حدیث اسی سلسلہ سند سے حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ اور اس میں آخر میں واحد متکلم کے بجائے جمع متکلم ہے یعنی یہ کہ مجھ کو نظر آتے تھے۔ کی جگہ یہ ہے کہ ہم کو زخم کے ٹانکے نظر آتے تھے۔

اس سلسلۂ سند کے صحیح اور محفوظ ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ صحاح میں معراج اور شق صدر کی جس قدر روایتیں حضرت انسؓ سے

مروی ہیں ان کے دوسرے راوی تابعین میں حضرت انسؓ کے شاگردوں میں قتادہ، زہری شریک اور ثابت بنانی چار شخص ہیں ثابت بنانی سے دو آدمی ان واقعات کو نقل کرتے ہیں سلیمان بن مغیرہ اور حماد بن سلمہ حماد کے علاوہ اور جو طرق اوپر مذکور ہوئے ان سب میں معراج کے واقعات کے آغاز میں شق صدر کا ذکر ہے لیکن حماد نے اپنی روایت میں یوں کیا ہے کہ معراج کے سلسلہ میں وہ شق صدر کے ذکر کو ترک کر دیتے ہیں، اور شق صدر کے واقعہ کو الگ اور مستقل بچپن کے زمانہ کی تخصیص کے ساتھ بیان کرتے ہیں، حالانکہ نہ صرف حضرت انسؓ کے شاگردوں میں سے کوئی بلکہ حماد کے دوسرے ہم درس طلبہ میں سے بھی کوئی ان کی تائید نہیں کرتا، غالباً یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے معراج کی حدیث حماد کے واسطہ سے نقل نہیں کی ہے، حماد کی نسبت اسماء الرجال کی کتابوں میں لکھا ہے کہ "آخر عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ اسی سبب سے امام بخاری نے ان کی روایتیں نہیں لی ہیں۔ امام مسلم اپنی سمجھ کے مطابق کوشش کر کے خرابی حافظہ سے پہلے کی جو ان کی روایتیں ہیں، ان ہی کو چن کر اپنی کتاب میں لائے ہیں۔ میرا میلان تحقیق یہ ہے کہ حماد کی یہ روایت اسی خرابی حافظہ کے زمانہ کی ہے کہ انھوں نے تمام معتبر راویوں کے خلاف شق صدر اور معراج کے مشترک واقعہ کو رد کر دیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ امام مسلم بھی اپنی ترتیب بیان کے اشارات سے ایسا ہی کچھ بتانا چاہتے ہیں کہ معراج اور شق صدر کو دو الگ الگ زمانوں کے واقعات قرار دینے میں حماد سے غلطی ہوئی ہے، چنانچہ واقعاتِ معراج کے ذکر میں امام مسلم یہ کرتے ہیں کہ پہلے حضرت انسؓ سے ثابت کے شاگرد حماد کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں جس میں معراج کے شق صدر کا ذکر نہیں

پھر حماد کے ساتھی اور ثابت کے شاگرد سلیمان بن مغیرہ کی روایت ہے جس میں شق صدر کے ساتھ معراج کا ذکر ہے، اس کے بعد حماد کی وہ روایت ہے جس میں تنہا بچپن کے شق صدر کا تذکرہ ہے بعد ازیں حضرت انسؓ کے دوسرے شاگردوں کی روایتیں ہیں جس میں شق صدر اور معراج کا ایک ساتھ واقع ہونا مذکور ہے۔

حماد کی اس روایت میں بعض ایسے معنوی وجوہ بھی ہیں جن کی تائید کسی دوسرے ذریعہ سے نہیں ہوتی، مثلاً یہ کہ شق صدر کی یہ کیفیت کسی عمر میں بھی گذری ہو، مگر بہر حال اس کا تعلق روحانی عالم سے تھا، گذشتہ تمام مستند اور مجروح روایتوں میں حسد، بغض حصہ شیطانی، سکینت، تسلی، رحمت، شفقت، ایمان اور حکمت وغیرہ جن امور کا سینۂ مبارک سے نکالنا یا اس میں رکھنا بیان ہوا ہے، ان میں سے کسی چیز کا تعلق جسمانیات سے نہیں با ایں ہمہ حماد حضرت انسؓ سے روایت کر کے کہتے ہیں کہ آپ کے سینہ پر زخم کے ٹانکے کے نشان مجھ کو (جیسا کہ مسلم میں ہے) یا ہم کو (جیسا کہ مسند احمد میں ہے) نظر آتے تھے۔ اگر یہ جسمانی واقعہ بھی تھا تو حضرت انسؓ کی دیگر مروی روایات میں سے جو حماد کے علاوہ دوسرے راویوں نے نقل کی ہیں یہ مذکور نہیں علاوہ ازیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شکل شمائل کا ایک ایک حرف جسم اطہر کے ایک ایک خط و خال کی کیفیت صحابہؓ نے بیان کی ہے۔ مگر کسی نے سینۂ مبارک کے ان نمایاں ٹانکوں کا نام تک نہیں لیا۔ ایسی حالت میں واقعہ کی یہ صورت کیونکر تسلیم ہو سکتی ہے۔

دو دفعہ شق صدر ہو تو اس کی تاویل

اس تشریح اور تفصیل کے بعد بھی اگر کسی کو حماد کی اس روایت کے قبول کرنے

پر اصرار ہو تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس روایت کے مطابق بچپن میں جب عقل و ہوش کا آغاز ہوا تو سینۂ مبارک سے حصۂ شیطانی جو ہر انسان کے اندر ہے، اس کو نکالا گیا کہ صحیح مسلم کی اس روایت میں اسی قدر ہے، ابھی علم و حکمت کی کوئی چیز رکھی نہیں گئی، مگر معراج کی رات جب اس عقل و ہوش کی تکمیل ہوئی تو وہ دھو کر علم و حکمت سے معمور کیا گیا جیسا کہ تمام روایتوں میں ہے۔

شق صدر کی صحیح کیفیت

شق صدر کی صحیح کیفیت حالتِ معراج کے سلسلہ میں صحیح بخاری صحیح مسلم اور نسائی وغیرہ میں متعدد روایتوں اور طریقوں سے مذکور ہے کہ ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ کعبہ میں آرام فرما رہے تھے۔ آنکھیں سوتی تھیں مگر دل بیدار تھا، کہ ناگاہ حضرت جبرئیلؑ چند فرشتوں کے ساتھ نظر آئے، آپؐ کو اٹھا کر وہ چاہ زمزم کے پاس لے گئے یا آبِ زمزم لے کر کوئی آپ کے پاس آیا، سینۂ مبارک کو چاک کیا، پھر آپ زمزم سے دھویا اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا لایا گیا، پھر اس طشت کے سرمایہ کو سینۂ مبارک میں بھر کر شگاف کو برابر کر دیا گیا، اس کے بعد فرشتے آپؐ کو آسمان کی طرف لے چلے[۱]۔

شق صدر کی حقیقت

علما نے ظاہر میں اس واقعہ کے ظاہر الفاظ کے جو عام اور سیدھے سادھے معنی سمجھتے ہیں کہ واقعی سینۂ مبارک چاک کیا گیا اور قلب اقدس کو اسی آبِ زمزم سے دھو کر ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا اس کو ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے لیکن

---

[۱] صحیح بخاری و مسلم و نسائی ابواب معراج یا فرض الصلوٰۃ و مسند احمد روایات انس وغیرہ۔

صوفیائے حقیقت بیں اور عرفائے رمز شناس ان الفاظ کے کچھ اور ہی معنی سمجھتے ہیں اور ان تمام غیر محتمل الالفاظ معنی کو تمثیل کے رنگ میں دیکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ عالم برزخ کے حقائق ہیں جہاں روحانی کیفیات جسمانی اشکال میں اسی طرح نظر آتے ہیں جس طرح حالت خواب میں تمثیلی واقعات جسمانی رنگ میں نمایاں ہوتے ہیں، اور جہاں معنی اجسام کی صورت میں متمثل ہوتے ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔

ان شق الصدر وملؤه ايمانا حقيقته غلبة انوار الملكية وانطفاء لهب الطبيعة وخضوعها لما يفيض عليها من حظيرة القدس[1]	لیکن سینہ کا چاک کرنا اور اس کی جان بھرنا اس کی حقیقت انوار ملکیہ کا رخ پر غالب ہوجانا اور (طبیعت بشری) کے شعلہ کا بجھ جانا اور عالم بالا سے جو فیضان ہو تو یہ اس کے قبول کے لئے طبیعت کا آمادہ ہوجانا ہے۔

ان کے نزدیک معراج بھی اسی عالم کی چیز تھی اس لئے شق صدر بھی اسی دنیا کا واقعہ ہوگا۔ ہمارے نزدیک صحیح اصطلاح شرح صدر ہے، جیسا کہ صحیح مسلم باب الاسراء میں حضرت مالک بن صعصعہ کی روایت میں مذکور ہے، فشرح صدری الی کذا وکذا (میرا سینہ یہاں سے یہاں تک کھولا گیا) اور قرآن مجید کی اس سورہ میں جیسا کہ ترمذی میں ہے اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِىْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (انشراح)	کیا ہم نے تیرے لئے سینہ کو کھول نہیں دیا اور تجھ سے تیرے اس بوجھ کو ہٹا نہیں دیا جس نے تیری پیٹھ کو توڑ دیا تھا۔

شرح کے لغوی معنی عربی میں چیرنے پھاڑنے کے ہیں، اسی سے طب کی اصطلاح علم تشریح اور "تشریح اجسام" نکلی ہے، چونکہ چیرنے اور پھاڑنے سے اندر کی چیز کھل کر نمایاں ہوجاتی ہے اس لئے اس سے "تشریح امر" اور "تشریح کلام" "شرح بیان" اور "شرح

---

[1] حجۃ البالغہ جلد ۲ ص۱۲۶

کتاب" وغیرہ مجازی معنی پیدا ہوئے ہیں، اسی سے ایک اور محاورہ "شرح صدر" کا پیدا ہوا ہے جس کے معنی "سینہ کھول دینے" کے ہیں، اور کلام عرب میں اس سے مقصود بات کا سمجھا دینا اور اس کی حقیقت کا واضح کر دینا" ہوتا ہے، قرآن مجید اور احادیث میں یہ محاورہ بکثرت استعمال ہوا ہے، حضرت موسیٰؑ کو جب فرعون کے پاس جانے کی ہدایت ہوئی تو آپ نے دعا مانگی رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي (پروردگار میرے سینہ کو کھول دے اور میرے کام کو آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ لوگ میری بات سمجھیں"

انبیاء علیہم السلام کا علم اور فہم، انسانی تعلیم و تعلم اور مادی حکمت و دانائی سے پاک و مبرا ہوتا ہے، اور وہ اپنے اخذ نتائج اور اثبات دعویٰ کے لئے گذشتہ تجربات اور منطق کے استقراء و تمثیل اور ترتیب مقدمات کے ممنون نہیں ہوتے، بلکہ وہ جو کچھ جانتے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں اس کا ماخذ تعلیم الٰہی القائے ربانی اور فہم ملکوتی ہوتا ہے، اسی کا نام علم لدنی ہے۔ "لدن" کے معنی عربی زبان میں "پاس اور نزدیک" کے ہیں، چونکہ یہ علم ان کو کسب و تحصیل کے بغیر خدا کے پاس سے اور اس کے نزدیک سے عطا ہوتا ہے اس لئے عرف عام میں علم لدنی کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔

وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (کہف)	ہم نے اپنے پاس سے اس کو علم سکھایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِنْ لَدُنَّا ذِكْرًا (طٰہٰ ۵)	اسی طرح ہم تم سے گذشتہ زمانہ کی باتیں بیان کرتے ہیں، اور ہم نے اپنی طرف سے تجھ کو علم (ذکر) بخشا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کے آغاز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ (یوسف ۱)	ہم تجھ کو قرآن کی وحی بھیجکر ایک بہترین قصہ سناتے ہیں جس سے تو قطعاً اس سے پہلے بے خبر تھا۔

سورۂ شوریٰ میں ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا (شوریٰ ۵)	اور اسی طرح ہم نے (اے محمد) تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح کو وحی کیا (تو تو پہلے یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ ایمان سے واقف تھا لیکن ہم نے اس کو روشنی بنا لیا ہے جس کے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتے ہیں ہم راستہ دکھا دیتے ہیں۔

دوسرے پیغمبروں کی نسبت بھی یہی ارشاد ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ سے کہتے ہیں۔

يٰاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ (مریم ۳)	اے میرے باپ! میرے پاس علم کا وہ حصہ آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا۔

حضرت داؤد و سلیمانؑ کے متعلق ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا (نمل ۲)	اور ہم نے داؤد و سلیمانؑ کو علم بخشا۔

حضرت یوسفؑ کی نسبت ارشاد ہے۔

اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا (یوسف ۳)	ہم نے یوسف کو حکم اور علم عطا کیا

حضرت یوسفؑ کہتے ہیں۔

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ (یوسف ۴)	یہ ان باتوں میں سے ہے جو میرے پروردگار نے مجھے سکھائی ہیں۔

حضرت لوط کے متعلق ہے۔

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا (انبیاء ۵)	اور لوط کو ہم نے حکم اور علم عطا کیا۔

حضرت سلیمانؑ اور چند دیگر انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے بعد ہے۔

فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا (انبیاء)	ہم نے یہ بات سلیمان کو سمجھا دی اور ہم نے ان سب کو حکم اور علم عطا کیا۔

الغرض انبیاء علیہم السلام کا یہ علم محض تعلیم الٰہی اور القائے ربانی کا نتیجہ ہوتا ہے اور غور و فکر، تجربہ و امتحان تحصیل و اکتساب اور جمع معلومات اور ترتیب مقدمات کے بغیر ان کے علم کی باتیں ان کے سامنے آئینہ ہو کر آجاتی ہیں صرف فہم و تمثیل کے لئے یہ سمجھنا چاہئے کہ کبھی کبھی شعراء مصنفین موجدین اور دیگر عقلاء کے ذہن میں بے غور و تامل ایک بات اس طرح خطور کر جاتی ہے کہ گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ سینہ یا دماغ کا دروازہ یک بیک کھل گیا، اور ایک چیز اندر داخل ہو گئی، لیکن یہ شرح صدر کی نہایت معمولی مثال ہے۔ اس منصب خاص کے سینکڑوں مدارج ہیں، جو انبیاء کو اولیاء کو اور دیگر مومنین کو اپنے اپنے رتبہ کے مطابق عطا ہوتے ہیں۔

فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ (انعام ۱۵)	جس کی رہنمائی خدا چاہتا ہے، اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

یعنی بلا حجت و برہان اسلام کی صداقت اس کے سامنے آئینہ ہو جاتی ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو ان کی خلافت کے زمانہ میں مشورہ دیا اور بہ اصرار کہا کہ قرآن مجید کو اوراق و مصاحف میں لکھوا دیجئے، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے مخالفت کی کہ جو کام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زندگی میں نہیں کیا وہ ہم لوگ کیونکر

کر سکتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر اصرار اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو انکار رہا، مگر چند ہی روز میں یک بیک ان کی سمجھ میں بات آگئی، اس موقع پر انھوں نے فرمایا۔

حتّٰی شرح اللّٰہ صدری	یہاں تک کہ خدا نے اس کام کے لئے
لذٰلک (بخاری تالیف القرآن)	میرے سینہ کو کھول دیا۔

مفسر ابن جریر طبری نے متعدد صاحبوں سے روایت کی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ "یارسول اللہ! شرح صدر کیونکر ہوتا ہے؟ فرمایا قلب میں ایک نور داخل ہوتا ہے جس سے سینہ کھل جاتا ہے۔ پھر سوال کیا کہ "یارسول اللہ! اس کی نشانی کیا ہے" ارشاد ہوا حیات جاوید کے گھر کا اشتیاق اور اس فریب کدۂ عالم سے دل برداشتگی اور موت سے پہلے موت کی تیاری[۱] ۔ یہ تو حقیقت ہے، اور اس حقیقت کی جسمانی تمثیل سینۂ مبارک کا چاک کیا جانا اور اس میں نور و حکمت کا بھرا جانا ہے۔

شرح صدر کے لئے مناسب موقع اور مصلحت

جن آیتوں میں دیگر انبیاء علیہم السلام کو عطیۂ علم کے دیے جانے کا ذکر ہے ان میں اکثر علم کے ساتھ حکم کا لفظ بھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علاوہ خالص شرعی ضرورتوں کے نظم حکومت اور فیصلہ احکام کے لئے بے غور و فکر کے بدیہی صحیح اور حاضر علم کی ضرورت ہے

---

[۱] تفسیر ابن جریر طبری جلد ۸ صفحہ ۱۹ مطبوعہ مصر (حاکم فی المستدرک جلد ۴ صفحہ ۳۱۱ یسند فیہ عدی بن الفضل)۔

چونکہ معراج ہجرت کا اعلان اور اسلام کے مستقبل کا عنوان تھا جس کے بعد آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم کی طاقت عطا کی جانے والی تھی اس لئے شرح صدر کے عطیہ کے لئے یہی مناسب موقع تھا، علاوہ ازیں معراج کے حقائق و مناظر جو نفوس نبویہ کے ادراکات کی آخری سرحد ہیں۔ ان کے احاطہ کے لئے بھی شرح صدر کی ضرورت تھی۔

ماخذ علمی

کتاب	مصنف
القرآن المجید	
الاصابہ فی احوال الصحابہ	ابن حجر
اسد الغابہ	ابن اثیر
الاکمال فی اسماء الرجال	ولی الدین الخطیب
اصح السیر	حکیم عبدالرؤف داناپوری
احکام القرآن	ابوبکر جصاص رازی
ابن ماجہ اور علم حدیث	مولینا عبدالرشید نعمانی
اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ	شیخ عبدالحق دہلوی
آیات بینات	سید مہدی علی خان
اشراف قریش	؟
انساب الاشراف	بلاذری
ازالۃ الخفا	شاہ ولی اللہ دہلوی
اخبار الطوال	ابوحنیفہ دینوری
اصول کافی	کلینی
الاحتجاج	طبرسی
الامامۃ والسیاسۃ	ابن قتیبہ
امیر معاویہ کی سیاسی زندگی	حکیم علی احمد
اغاثۃ اللہفان فی مکائد الشیطان	علامہ ابن القیم
〃	〃
الاستدراکات	دار قطنی
الانصاف فی بیان سبب الاختلاف	شاہ ولی اللہ
〃	〃
بانگ درا	ڈاکٹر سر محمد اقبال
البدایۃ والنہایۃ	حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی
تورات	؟
تاریخ الامم والملوک	محمد بن جریر طبری
تاریخ العرب قبل الاسلام	؟
تقیید المہمل	ابوعلی غسانی
التتبع	دار قطنی
تدریب الراوی	جلال الدین سیوطی
تہذیب سنن ابی داؤد	علامہ ابن القیم
تقریب	حافظ ابن حجر

تفسیر القرآن	محمد بن جریر طبری
تذکرۃ الموضوعات	محمد طاہر پٹنی
„	ابوالفضل القدسی
تاریخ الکبیر	امام بخاری
تفہیم القرآن	علامہ مودودی
تمیز الطیب من الخبیث	عبدالرحمٰن بن علی الشیبانی
جمہرۃ الانساب	ابن حزم
ناسخ التواریخ	
الجواہر المضیئہ	حافظ عبدالقادر قرشی
سیرت النبی	شبلی و سید سلیمان ندوی
السنن	نسائی
السنن	ابوداؤد
السنن	ابن ماجہ
السنن	ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی المتوفی ۲۵۵ھ
سیرت البخاری	عبدالسلام مبارکپوری
السلسلۃ الاحادیث الضعیفہ	ناصر الدین البانی
السیرت	عبدالملک بن ہشام
سیرت عائشہ	سید سلیمان ندوی
السیرۃ النبویہ	ابوالفداء اسماعیل بن کثیر
سیر اعلام النبلاء	حافظ ذہبی

السنن	دارقطنی
خلفاء راشدین	شاہ معین الدین ندوی
خلافت و ملوکیت	علامہ مودودی
رحمۃ للعالمین	سید سلمان منصورپوری
روضۃ الاحباب	
ربیع الابرار	جاراللہ زمخشری
رفع اعلام عن ائمۃ الاعلام	ابن تیمیہ
رسالہ النجم لکھنؤ	
الروض الانف	سہیلی
زاد المعاد	علامہ ابن القیم
الزہرہ	خان بہادر اولاد حیدر فوق
شرح نہج البلاغہ	ابن ابی الحدید
شرح مسلم	امام نووی
شرح الفیہ	حافظ عراقی
الشرح الکبیر	حافظ عراقی
الشافی	شرح اصول کافی
الشفاء	قاضی عیاض
الصحیح	مسلم بن الحجاج
الصواعق المحرقہ	ابن حجر ہیثمی
الضعفاء والمتروکین	دارقطنی
الضعفاء الصغیر	بخاری

الضعفاء الصغیر	نسائی
طبقات	ابن سعد
العلل	محمد عیسیٰ ترمذی
العواصم من القواصم	ابوبکر ابن العربی
عمدۃ القاری	بدرالدین عینی
غریب الحدیث	خطابی
فتح الباری	ابن حجر
فتح القدیر	کمال الدین بن الہمام
الفوائد المجموعۃ فی شان ما وقع فی مسلم من الاحادیث المقطوعۃ	حافظ رشید الدین عطار
قسطلانی شرح بخاری	؟
قواعد العلوم الحدیث	مولانا ظفر احمد عثمانی
قرآنی اہل بیت	مولانا سراج الحق مچھلی شہری
القاعدۃ الجلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ	ابن تیمیہ
قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
الکامل	ابن الاثیر
کشف الغمہ	
الکتاب الجامع	ابوالوفاء قرشی
الکفایہ فی علم الروایہ	خطیب بغدادی

لباب النقول فی اسباب النزول	سیوطی
لسان المیزان	ابن حجر
اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ	سیوطی
المعجم الصغیر	طبرانی
مجمع الزوائد	ہیثمی
محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ	خضری بک
مروج الذہب	مسعودی
موطا	امام مالک
المستدرک	حاکم نیشاپوری
مسک الختام	نواب صدیق حسن قنوجی
میزان الاعتدال	ذہبی
المواہب	ابن حجر
المقاصد الحسنہ	حافظ سخاوی
موضوعات کبیر	ملا علی قاری
الموضوعات	ابن الجوزی
مسند احمد بن حنبل	امام احمد
مسدس	حالی
معارف القرآن	پرویز

مقتل حسین	ابومخنف
مواہب لدنیہ	
معالم التنزیل	بغوی
مدارج النبوت	شیخ عبدالحق دہلوی
المحبر	ابو جعفر محمد بن حبیب
المعارف	ابن قتیبہ
معجم البلدان	یاقوت حموی
منہاج السنہ	ابن تیمیہ
منتہی المقال	
حملۂ حیدری	آتش لکھنوی
الوشیعہ	موسیٰ جار اللہ ترکستانی
تاریخ الخلفاء	جلال الدین سیوطی
تاریخ الخمیس	؟
تاریخ دمشق	ابن عساکر
تاریخ الامت	اسلم جیراجپوری
تنقیح المقال	علامہ سنجاشی

تحفہ اثنا عشریہ	شاہ عبدالعزیز دہلوی
تاریخ مسلمانان عالم	قاری احمد پیلی بھیتی
تفسیر ابن عباس	محمد بن السائب کلبی
تاریخ اسلام	اکبر نجیب آبادی
تاریخ الاسلام والمسلمین	ڈاکٹر مسعود
تخریج مستدرک	ذہبی
تاریخ بغداد	خطیب بغدادی
حقیقت مذہب شیعہ	حکیم فیض عالم
حیات فاروق اعظم	ابن جوزی
حیات القلوب	ملا باقر مجلسی
جامع ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی
جلالین	محلی سیوطی
جلاء العیون	ملا باقر مجلسی
الجرح والتعدیل	عبدالرحمان بن ابی حاتم
الجامع الصحیح	محمد بن اسماعیل بخاری
الجامع لاحکام القرآن	قرطبی
روضۃ الصفاء	